# سوال عوام کے
# جواب امامؑ کے

لوگوں کے سوالات اور امام حسن علیہ السلام
اور امام حسین علیہ السلام کے جوابات

حصہ
چہارم، پنجم

تالیف: حجۃ الاسلام علامہ احمد قاضی زاہدی گلپائیگانی

# سوال عوام کے اور جواب امامؑ کے

(حصہ چہارم و پنجم)

لوگوں کے سوالات اور امام حسنؑ و حسینؑ کے جوابات

مؤلف

حجۃ الاسلام علامہ احمد قاضی زاہدی گلپائیگانی

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ ذوالفقار علی سعیدی قمی

نظر ثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن ٹھوکر نیاز بیگ لاہور۔ فون : 5425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

(حصہ چہارم و پنجم)

| | | |
|---|---|---|
| کتاب | : | سوال عوام کے اور جواب امام کے |
| مؤلف | : | حجۃ الاسلام علامہ احمد قاضی زاہدی گلپایگانی |
| مترجم | : | حجۃ الاسلام علامہ ذوالفقار علی سعیدی قمی |
| نظر ثانی | : | حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم |
| پروف ریڈنگ | : | غلام حبیب |
| اشاعت | : | جنوری 2010ء |
| صفحات | : | 312 |
| ہدیہ | : | [redacted] روپے |

ملنے کا پتہ

# ادارہ منہاج الصالحین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-7225252 ، 0301-4575120

بسم الله الرحمن الرحيم

# ترتیب


- انتساب 11
- سخنِ مترجم 12
- مقدمہ مؤلف 14


## حصہ چہارم

## سوال عوام کے اور جواب امام حسنؑ کے

### فصل اوّل


- امامت وولایت کے بارے میں سوالات 18
- ائمہ طاہرینؑ کی تعداد کتنی ہے؟ 18
- امام حسنؑ نے معاویہ کے ساتھ صلح کیوں کی؟ 18
- اے فرزندِ رسولؐ! کیا آپ اپنے شیعوں کو تنہا چھوڑیں گے؟ 21
- کیا آپ کو بی بی عائشہ پر تعجب نہیں جو مجھے خلافت کے لیے مناسب نہیں سمجھتی؟ 25
- اے ابا محمد! اس اُونٹ میں کیا ہے جسے آپ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں؟ 27
- آپؑ نے معاویہ سے صلح کیوں کی؟ 29
- کیا آپ خلافت کے طلبگار ہیں؟ 33
- اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے ہمیں رسوا کر دیا 34
- حضرت علیؑ کو ابوتراب کیوں کہتے ہیں؟ 36
- تم اپنے بابا کے وصی ہو 38

فصل دوم


- امام حسنؑ کے فضائل کے بارے میں 47
- بھائی جان! آپ یہ ہرن کا بچہ کہاں سے لائے ہیں؟ 47
- اے محمدؐ کی بیٹی! اس بچے سے کہو..... 50
- آپؑ سے میری ایک حاجت ہے!؟ 52
- آپ کیوں گریہ کر رہے ہیں؟ 55
- میرے آقا! مجھے اجازت دیں تاکہ میں اپنی حاجت بیان کروں! 58
- تم پر سلام ہو! اے مومنوں کو شرمسار کرنے والے! 59
- اے ابومحمدؑ! کاش آپ منبر پر جاتے اور ہمیں وعظ و نصیحت کرتے! 62
- ہمیں زندگی چاہیے! 67
- آپ امان میں کیوں اور یہ امان میں کیوں نہیں!؟ 69
- اے حسنؑ! میں تم سے بہتر ہوں! 70
- آپ کو کس نے قتل کیا ہے؟ 71
- کیا ہوا؟ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں؟ 73
- حق و باطل کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ 74
- امام حسنؑ سے ایک درخواست 78
- عقل کیا ہے؟ 78
- انسان کس طرح مطالب یاد کرتا اور کس طرح فراموش کر دیتا ہے؟ 79
- آپ متکبر ہیں؟ 80


فصل سوم


- قرآن مجید کے بارے میں سوالات 82
- اے حسنؑ! اس کے جواب دو! 82
- اے حسنؑ! میں زمانہ قدیم سے تمہارا دشمن ہوں! 84

فصل چہارم


- احکام اور اخلاق کے بارے میں سوالات 86
- آغاز زکوۃ کے بارے میں سوال 86
- کیا آپ قسم اٹھائیں گے؟ 87
- کاش! آپ اپنا لباس اُتار لیجئے! 88
- آپ پر قربان جاؤں! مبارکباد کس طرح دوں؟ 89
- مبارک باد کس طرح دیں؟ 90
- حمام سے خارج ہوتے وقت کیا کہنا چاہیے؟ 90
- اے ابو محمدؑ! اس شخص کے سوالات کے جواب دو 92
- جب انسان سوتا ہے اس کی روح کہاں جاتی ہے؟ 102
- اے ابو محمدؑ! مروت کے کیا معنی ہیں؟ 106
- ایمان اور یقین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ 107
- مجھے کرم، نجدہ، دلیرہ اور مروت کے معنی بتائیں؟ 108


فصل پنجم


- معجزات اور عجائبات کے بارے میں سوالات 109
- اس طرح کی طاقت کس کے پاس ہے؟ 109
- دوسرا سوال 110
- اے فرزندِ رسولؐ! آپ کا گھر جل گیا! 111
- ہماری مدد کیجیے! 112
- آپ کو کون زہر دے گا؟ 113
- آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی؟ 114
- اپنے والد کے معجزات اور عجائب ہمیں دکھائیں! 116
- اس کھجور کے درخت میں کتنے کھجور ہیں؟ 118

✿ اس لوح کے پردوں پر کیا لکھا ہوا ہے؟ 120
✿ آپ کو کون مسموم کرے گا؟ 121
✿ بیٹھ جاؤ! آپ سے کچھ سوال پوچھوں گا! 123

**فصل ششم**

✿ معاد کے بارے میں سوالات 127
✿ اے فرزندِ رسولؐ! اتنے مقام و منزلت کے باوجود کیوں گریہ کر رہے ہیں؟ 127
✿ اے فرزندِ رسولؐ! ہم موت سے کیوں ناخوش ہیں اور اسے پسند نہیں کرتے! 128
✿ میرے بھائی! آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ 129
✿ اے فرزندِ رسولؐ! مجھے وعظ و نصیحت فرمائیں؟ 131
✿ آپؑ کی طبیعت کیسی ہے؟ 135
✿ ابن عباسؓ کی روایت 142

## حصہ پنجم
## لوگوں کے سوالات اور امام حسینؑ کے جوابات

**فصل اول**

✿ امامت و ولایت کے بارے میں سوالات 152
✿ اگر آپؑ نہ ہوں تو کس کی پیروی کریں؟ 152
✿ صاحب امر آپ ہیں؟ 154
✿ کہاں جا رہے ہو؟ 155
✿ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ 156
✿ آپؑ کو کس چیز نے حرم خدا سے باہر نکلنے پر مجبور کیا؟ 161
✿ آپؑ اس خشک بیابان میں کیوں آئے ہیں؟ 162
✿ اے فرزندِ رسولؐ! اس شہر میں کیوں آئے ہو؟ 164
✿ اے بھائی! کیا آپ کو ایک بات بتاؤں؟ 166

- اگر آپ مناسب سمجھیں تو سب کے سامنے کہہ دیں؟ 167
- آپ کس طرح کوفیوں پر اعتماد کر رہے ہیں؟ 172
- آپ کو خدا کا واسطہ واپس لوٹ جاؤ! 175
- میرے آقا! آپ کون ہیں؟ 178
- یہ کس طرح کا خواب تھا؟ 193
- ہمارے دوست معاویہ کے پاس چلے گئے ہیں! 195
- آئمہ اہلبیتؑ کی تعداد کتنی ہے؟ 196
- بھائی جان! کیا آپ یہ آوازیں سن رہے ہیں؟ 198
- ایمان اور یقین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ 202
- حیوانات کی آوازوں کے معنی کیا ہیں؟ 206
- تجھے یہ باتیں کس نے سکھائی ہیں؟ 213
- فاطمہ زہراؑ نہ ہوتیں تو تم کس چیز پر فخر کرتے؟ 220
- اے ابا عبداللہ! آپؑ زمانہ قدیم سے لوگوں کے رہبر و رہنما تھے اور ہیں! 222
- یزید کے ساتھ صلح کر لیں! 223
- آپ ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں جنھوں نے آپ کے والد گرامی کو شہید کیا! .225
- اے ابا عبداللہ! کیوں رو رہے ہو؟ 225

فصل دوم

- امام حسینؑ کے فضائل و مناقب کے بارے میں سوالات 228
- کیا یہ روایت صحیح ہے؟ 228
- یا ابا عبداللہ! آپؑ کے چہرے کے بالوں کا رنگ ایسا ہے یا خضاب لگایا ہے؟ 229
- اے فرزند رسولؐ! کامل دیت کا ضامن بنتا ہوں؟ 230
- آپ کتنا خوف خدا رکھتے ہیں؟ 234

- آپ ایک گل کے بدلے کنیز آزاد کر رہے ہیں؟ 234
- شاعروں کو تحفہ تحائف کیوں دیتے ہو؟ 235
- آپ کیوں نہیں کھا رہے؟ 236
- دین صرف اُن کی زبان پر ہوتا ہے 237
- آپ کو کیا تکلیف ہے؟ 237
- کاش! آپ منبر پر جا کر خطاب کرتے! 239
- اے ابا عبداللہ! یہ پیشکش قبول کرلو! 243
- ہمارے فرزند، تمہارے فرزندوں سے زیادہ کیوں ہیں؟ 247
- اے فرزندِ رسولؐ! میری حاجت کے بارے میں معاویہ سے بات کریں! 250
- تمہارا باپ کون ہے؟ 252
- امیرالمومنینؑ کو کہاں سپردِ خاک کیا گیا؟ 268
- آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ 268


فصل سوم


- قرآن مجید کے بارے میں سوالات 270
- آیت کریمہ "تم اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کرو" کے بارے میں سوال 270
- آیہ کریمہ "سورج اور اس کی روشنی کی قسم" کے بارے میں سوال 271
- بستر پر مرنے والے شیعہ کس طرح صدیق اور شہید ہیں؟ 273
- جو پورا قرآن نہ پڑھے اس کی جزا کتنی ہے؟ 274
- اے حسینؑ! اس مرد کے سوال کے جواب دو 275


فصل چہارم


- امام حسینؑ کے معجزات کے بارے میں سوالات 279
- میرا مرض مانع ہوا! 279

- اے میرے مولاؑ! جو بھی حکم دینا چاہیں دے دیں 281
- آپ نے مجھے کیوں ہدف قرار دیا؟ 283
- میں فلاں عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں! 286
- کیا بخار آپ سے فرار ہوتا ہے؟ 287
- ان دونوں نے کیسا کام کیا ہے؟ 288
- اپنے فضائل بیان فرمائیں؟ 290
- اے میرے مولاؑ! ایک بات آپؑ سے پوچھنا چاہتا ہوں! 291
- کاش! آپ سوار ہو جاتے! 293
- کیا رسولؐ خدا نے آپ کو یہ خبر دی ہے؟ 296
- کھڑے ہو کر ان کے لیے بارش طلب کرو 297
- یا حسینؑ! 299
- یزید کے سامنے تسلیم ہو جاؤ! 300

فصل پنجم

- احکام اور اخلاق کے بارے میں سوالات 302
- جوانمردی کیا ہے؟ 302
- مجھے خیر دنیا اور خیر آخرت کے بارے میں بتائیں 302
- اے فرزندِ رسولؐ! اتنی جلدی اعمالِ حج کیوں انجام دے رہے ہو؟ 303
- اذان کے بارے میں سوال 306
- مجھے میرے بابا کی میراث دے دو 308
- اے فرزندِ رسولؐ! میں مراسم حج کی ادائیگی کے لیے گھر سے نکلا 309
- اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے صبح کا آغاز کس حال میں کیا؟ 312


✿✿✿

# انتساب

میں اس کتاب کو حسنین کریمین علیہما السلام

کے حضور

بطور نذرانہ پیش کرتا ہوں

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

maablib.org

# سخنِ مترجم

**الحمد للہ رب العالمین ، والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر خلقہٖ اجمعین ، محمد وآلہ الطیبین الطاہرین ، ولعنۃ اللہ علی اعدائھم اجمعین ، امابعد!**

علم وہ مایہ ناز چیز ہے جس کا حاصل کرنا ہر مرد و زن پر فرض قرار دیا گیا ہے، جاہل سے عالم کو جدا کرتے ہوئے خالقِ کائنات ارشاد فرماتا ہے:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

"یعنی کیا اہلِ علم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں"۔

حصولِ علم کے لیے کوئی بھی قید و بند نہیں۔ انسان چاہے بوڑھا ہو یا جوان، عربی ہو یا عجمی، مرد ہو یا عورت، غرضیکہ کسی بھی قوم و ملت سے اس کا تعلق ہو وہ علم حاصل کر سکتا ہے۔ حصولِ علم کے لیے اہلِ علم سے سوال کرنے کو کلید کا درجہ دیا گیا ہے اور اگر یہی سوال ان ہستیوں سے کیا جائے جن کے گھر میں نزولِ قرآن ہوا ہو، جن کے پاس علم کے ساتھ ساتھ عصمت بھی ہو تو یقیناً کوئی سوال تشنۂ جواب نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ بیت عصمت و طہارت سے جو بھی سوال کیا جاتا، سائل کو اس کا مطمئن کنندہ جواب مل جایا کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ انہی ہستیوں سے سوال کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

"یعنی اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے پوچھ لو"۔

اہلِ ذکر سے مراد، اہلِ بیتؑ کی ذات گرامی ہے۔
یہ نفیس کتاب جو آپ کے سامنے ہے امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے کیے گئے سوالات کا مجموعہ ہے اور حسنین کریمینؑ نے سوال کرنے والوں کو ایسے مدلل جوابات دیئے جن کی مثال نہیں ملتی۔
ناچیز اس محنت کو چہاردہ معصومینؑ بالخصوص حضرت ولی عصر امام مہدیؑ آخر الزمان (عجل اللہ فرجہٗ الشریف) کی مقدس بارگاہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔
ان کی نگاہِ کرم سے قبولیت کے ساتھ ساتھ مغفرت کا بھی طالب ہوں۔

طالبِ دُعا!

ذوالفقار علی سعیدی قمی

مسئول تعلیمات قرآن و اہلِ بیتؑ ٹرسٹ

جیکب آباد، سندھ

maablib.org

# مقدمہ مؤلف

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء
وخاتم المرسلین محمدٍ وعلیٰ آلہ الطیبین الطاھرین

اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین میں جو صفت اور خاصیت ہونی چاہیے وہ آپؐ کے جانشین کے پاس ایسا وسیع علم و دانش کا ہونا ہے جس کے ذریعے وہ لوگوں کے فکری اور علمی، نیز ان خطرناک شبہات اور ابہامات کے جواب دے سکے جو کبھی کبھار انسان کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔

امامؑ لوگوں کے لیے پناہ گاہ اور اُمت (مسلمہ) کے لیے ایسے مرجع ہیں جو حقائق جہان کے ساتھ ساتھ، شریعت کے اصول و فروع کے مطابق اپنی فکری اور عملی رہبری کے ذریعے جامعہ اسلامی کی کشتی کو ساحلِ نجات تک پہنچا سکتے ہیں اور یہی آئمہ اہلِ بیتؑ مِصبَاحُ الھُدیٰ وَسَفِینَۃُ النَّجَاۃِ کے کامل مصداق ہیں۔

یہ وہ حقیقت ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیانات میں بار بار ملتا ہے۔ فطرت اور عقلِ سلیم بھی اس کی تائید اور تاکید کرتی نظر آتی ہے اور اگر اس طرح نہ ہو تو نظامِ امامت اور بشری نظام میں کوئی فرق نہیں رہے گا، جس کی وجہ سے اسلام میں کوئی نجات بخش پروگرام نہیں رہے گا۔

خوش بختانہ تاریخ اسلام کے حقائق ہمیں بتاتے ہیں کہ ائمہ اہلِ بیتؑ جو خداوند متعال کی جانب سے جامعہ اسلامی اور بشری کے لیے رہنما اور اُمت مسلمہ پر رہبری کے لیے معین کیے گئے تھے۔ گوہر گرانبہای عصمت و[illegible]ت کے علاوہ ان کے پاس ایسا وسیع

علم و دانش تھا جو اللہ تعالیٰ کے زوال ناپذیر علم کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔

ان حقائق کی تجلی ائمہ ہدیٰ کی آرا و اقوال میں نظر آتی ہے۔ حضور اکرمؐ کی رحلت عظمیٰ کے تین سو سال بعد بھی کوئی سوال بغیر جواب کے نہیں رہتا تھا اور اگر جامعہ اسلامی پر کوئی اعتراض یا اشکال ہوتا تو بھی یہ عالم اور آگاہ امامؑ اس کا جواب دے دیا کرتے تھے۔

بنابرایں ہم نے ائمہ اہل بیتؑ کے علم کے سمندر سے ''پرسش ھای مردم و پاسخھای معصومینؑ'' (لوگوں کے سوالات اور معصومینؑ کے جوابات) کے عنوان کے ماتحت، چند قطرے تشنگانِ علوم و دانش کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

لازم بہ ذکر ہے کہ وہ سوالات اور جوابات جو تمام ائمہ معصومینؑ سے کیے گئے شاید ان کی تعداد دس ہزار تک پہنچ جائے، جو کہ خود ایک بہت بڑا مجموعہ ہے اور ہمارے زمانے کے تمام شبہات اور ابہامات کے قانع کنندہ جواب دے سکتا ہے۔

یہ کتاب جو کہ آپ کے سامنے ہے، ان مجموعات میں سے ایک ہے جسے لطفِ خدا اور ائمہ اطہارؑ کے نظر کرم سے تحریری صورت میں لایا گیا ہے۔

اس نفیس کتاب کو ''سوال عوام کے اور جواب امامؑ کے'' یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے جوابات کے عنوان کے تحت علومِ اہل بیتؑ کے تشنگان اور محققین کے سپرد کیا جاتا ہے۔

اس مجموعہ میں سوالات اور جوابات پر مشتمل روایات شامل ہیں جن کا ھضم کرنا بعض لوگوں کے لیے مشکل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے ان روایات کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے طلبگار ہیں۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس کتاب کے (فارسی) ترجمہ کی ذمہ داری برادر عزیز و بزرگوار، محقق و مصنف محترم جناب آقای محمد حسین رحیمیان کے حوالے کی گئی۔

ان کی زحمات کی قدردانی اور تشکر کے ساتھ ساتھ بارگاہ الٰہی میں مکتب اہل بیتؑ کی نشرواشاعت میں ان کی توفیقات کے طالب ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ مسلسل ہماری مدد فرمائے تاکہ اس مفید اور مہم فرہنگی کام کو پایان تک پہنچائیں اور اسے جہانِ آخرت کے لیے ہمارے لیے ذخیرہ قرار دے۔ ان شاء اللہ رسولؐ خدا کے آخری جانشین حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عجل اللہ تعالیٰ فرجہٗ الشریف) کے ظہور سے ہم سب ان کے علم و معارف سے سیراب ہوں گے۔ آمین رب العالمین

قم المقدس، آشیانہ آل محمد علیہم السلام

۲۵ شوال ۱۴۲۹ ہجری قمری، سال روز شہادت امام صادقؑ

احمد قاضی زاہد گلپایگانی

## حصہ چہارم

# سوال عوام کے

# اور

# جواب امام حسنؑ کے

maktablib.org

## فصل اوّل

# امامت وولایت کے بارے میں سوالات

### ائمہ طاہرینؑ کی تعداد کتنی ہے؟

عن أبان بن أبی عیّاش عن سلیمان القصری قال:
سألت الحسن بن علی علیہ السلام عن الأئمة.
فقال: عدد شهور الحول (کفایة الأثر: ۳۰، بحار الأنوار:
۳۶/۳۸۳، حدیث ۳)

سلیمان قصری کہتے ہیں کہ میں نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے ائمہ اطہار علیہم السلام کی تعداد کے بارے میں پوچھا: تو آپؑ نے فرمایا:
ائمہ اطہار علیہم السلام کی تعداد سال کے مہینوں کے برابر ہے۔

### امام حسنؑ نے معاویہ کے ساتھ صلح کیوں کی؟

عن محمد بن حمید، عن یحیی بن أبی بکیر قال:
حدثنا أبو العلاء الخفاف، عن أبی سعید عقیصا قال:
قلت للحسن بن علیّ بن أبی طالب علیہ السلام: یاابن رسول الله! لم داهنت معاویة وصالحته وقد علمت أنّ الحق لك دونه وأنّ معاویة ضالّ باغ؟
فقال: یا أبا سعید! ألست حجّة الله تعالی ذکره علی خلقه، وإماماً علیهم بعد أبی علیہ السلام؟

قلت: بلی.

قال: ألست الذی قال رسول الله ﷺ لی ولأخی: الحسن والحسین امامان قاما أو قعدا؟

قلت: بلی.

قال: فأنا إذن إمام لو قمت، وأنا إمام إذا قعدت.

یا أبا سعید! علّة مصالحتی لمعاویة علّة مصالحة رسول الله ﷺ لبنی ضمرة وبنی أشجع، ولأهل مکّة حین انصرف من الحدیبیة، أُولئك کفّار بالتنزیل ومعاویة وأصحابه کفّار بالتأویل.

یا أبا سعید! إذا کنت إماماً من قبل الله تعالی ذکره لم یجب أن یسفه رأیی فیما أتیته من مهادنة أو محاربة، وإن کان وجهه الحکمة فیما أتیته ملتبسا.

ألا تری الخضر علیه السلام لمّا خرق السفینة وقتل الغلام وأقام الجدار سخط موسی علیه السلام فعله، لاشتباه وجه الحکمة علیه حتّی أخبره فرضی، هکذا أنا سخطتم علی بجهلکم بوجه الحکمة فیه، ولولا ما أتیت لما ترك من شیعتنا علی وجه الأرض أحد إلّا قتل.

ابوسعید کہتے ہیں: میں نے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے پوچھا: مولاؑ! آپؑ نے معاویہ کے ساتھ صلح کیوں کی؟ حالانکہ آپؑ برحق تھے، نیز آپؑ جانتے تھے کہ معاویہ گمراہ اور ستم گر شخص ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوسعید! کیا میں اپنے والد کے بعد امام اور خدا

کی مخلوق پر حجت نہیں ہوں؟ میں نے جواب دیا: کیوں نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: کیا رسولؐ خدا نے میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے بارے میں نہیں فرمایا: ''حسنؑ اور حسین علیہما السلام دونوں امام ہیں خواہ قیام کریں یا سکوت اختیار کریں؟''

میں نے جواب دیا: کیوں نہیں بالکل اسی طرح ہے۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: میں خواہ قیام کروں یا سکوت، دونوں صورتوں میں امام ہوں۔

اے ابوسعید! معاویہ کے ساتھ میری صلح کرنے کا سبب وہی ہے جو رسولؐ خدا کا حدیبیہ سے واپسی کے وقت بنی ضمرہ، بنی اشجع اور اہلِ مکہ سے صلح کرنے کا سبب تھا۔ فقط فرق یہ تھا کہ وہ لوگ نزولِ قرآن کے منکر تھے اور معاویہ اور اس کے ساتھی تاویلِ قرآن کے منکر ہیں۔

اے ابوسعید! اس وقت جب کہ خدا کی طرف سے میں امام اور رہبر ہوں جنگ کرنے اور صلح کرنے کو بیہودہ نہیں سمجھنا چاہیے، اگرچہ جو عمل میں انجام دیتا ہوں اس کی حکمت نامعلوم ہی کیوں نہ ہو۔

کیا آپ نے نہیں سنا، جب حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو سوراخ کیا، بچے کو قتل کیا اور دیوار کو تعمیر کیا۔ چونکہ حضرت موسیٰؑ ان تمام کاموں کا سبب نہیں جانتے تھے، لہٰذا آپؑ نے حضرت خضرؑ کے ان کاموں کو پسند نہ کیا اور اعتراض کرنے لگے۔ لیکن جب حضرت خضرؑ نے ان کاموں کا انہیں سبب بتایا تو وہ بھی راضی ہو گئے۔ تم لوگ بھی چونکہ میرے اس عمل کا سبب نہیں جانتے ہو، اسی وجہ سے مجھ پر ناراض ہو رہے ہو۔ اگر میں معاویہ کے ساتھ صلح نہ کرتا تو ہمارے شیعوں میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچتا اور سب قتل ہو جاتے۔ (بحار الانوار، ۴۴/۱، حدیث ۲)

## اے فرزندِ رسولؐ! کیا آپ اپنے شیعوں کو تنہا چھوڑیں گے؟

عن زيد بن وهب الجهني قال: لمّا طعن الحسن بن علي عليه السلام بالمدائن أتيته وهو متوجّع فقلت: ما ترى يا ابن رسول الله! فإنّ الناس متحيّرون؟

فقال: أرى والله معاوية خيراً لي من هؤلاء، يزعمون أنّهم لي شيعة ابتغوا قتلي وانتهبوا ثقلي، وأخذوا مالي. والله لأن آخذ من معاوية عهداً أحقن به دمي، وآمن به في أهلي خير من أن يقتلوني فتضيع أهل بيتي وأهلي.

والله لو قاتلت معاوية لأخذوا بعنقي حتّى يدفعوني إليه سلما.

فوالله لأن اسالمه وأنا عزيز خير من أن يقتلني وأنا أسيره أو يمنّ علي فتكون سبة على بني هاشم إلى آخر الدهر و معاوية لا يزال يمن بها وعقبه على الحي منّا والميّت.

قال: قالت تترك يابن رسول الله! شيعتك كالغنم ليس لهم راع؟

قال: وما أصنع يا أخا جهينة! إنّي والله أعلم بأمر قد ادى به إلي عن ثقاته: إنّ أمير المؤمنين عليه السلام قال لي ذات يوم وقد رآني فرحا:

ياحسن! اتفرح؟ كيف بك إذا رأيت أباك قتيلًا؟ أم

كيف بك إذا ولي هذا الأمر بنو أُميّة وأميرها الرحب البلعوم الواسع الأعفاج، يأكل ولا يشبع ، يموت وليس له في السماء ناصر ، ولا في الأرض عاذر ، ثمّ يستولي على غربها وشرقها تدين له العباد ويطول ملكه ، يستن بسنن البدع والضلال ، ويميت الحق وسنة رسول الله ﷺ.

يقسم المال في أهل ولايته ، ويمنعه من هو أحق به ، ويذلّ في ملكه المؤمن ويقوى في سلطانه الفاسق ، ويجعل المال بين أنصاره دولا ويتّخذ عباد الله خولًا ويدرس في سلطانه الحق ، ويظهر الباطل ويلعن الصالحون ، ويقتل من ناواه على الحق ، ويدين من والاه على الباطل.

فكذلك حتّى يبعث الله رجلا في آخر الزمان وكلب من الدهر ، وجهل من الناس يؤيّده الله بملائكته ، ويعصم أنصاره ، وينصره بآياته ، ويظهره على الأرض ، حتّى يدينوا طوعاً وكرهاً يملأ الأرض عدلًا وقسطاً ونوراً وبرهاناً يدين له عرض البلاد وطولها، حتّى لا يبقى كافر إلّا آمن ، ولا طالح إلّا صلح وتصطلح في ملكه السباع ، و تخرج الأرض نبتها ، وتنزل السماء بركتها وتظهر له الكنوز ، يملك ما بين الخافقين أربعين عاماً ، فطوبى لمن أدرك أيامه

وسمع کلامه.

زید بن وہب جہنی کہتے ہیں: جس وقت مدائن میں امام حسن علیہ السلام کو نیزہ مارا گیا، میں آپؑ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت نیزہ لگنے کی وجہ سے آپؑ کو بے حد تکلیف ہو رہی تھی۔ میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! آپ کیا بہتر سمجھتے ہیں، کیونکہ لوگ اس وقت بہت حیران اور پریشان ہیں؟؟

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے لیے معاویہ ان لوگوں سے بہتر ہے جو گمان کرتے ہیں کہ میرے شیعہ ہیں اور مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں اور میرے اموالِ سفر کو لوٹتے ہیں۔

خدا کی قسم! اگر میں نے معاویہ سے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے حفظ وامان کے لیے عہد لیا ہے تو میرے لیے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کردیں اور میرے اہل و عیال کو ختم کردیں۔

خدا کی قسم! اگر میں معاویہ سے جنگ کروں تو یہ لوگ مجھے گرفتار کرلیں گے اور معاویہ کے سامنے پیش کریں گے۔

خدا کی قسم! اگر معاویہ کے ساتھ میرے صلح کرنے کا مقصد اپنے آپ کو محترم بنانا ہو تو میرے لیے اسیر یا قتل ہونا، یا مجھ پر ایسا احسان جس کی وجہ سے میں بنی ہاشم کے لیے عیب اور عار بن جاؤں اور معاویہ ہر زندہ اور مُردہ پر اپنا احسان جتلاتا رہے، زیادہ بہتر ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! کیا آپؑ اپنے شیعوں کو بھیڑ بکریوں کے گلے کو گلے بان کی طرح تنہا چھوڑنا چاہتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اے برادر جہنی! کیا کروں؟

میں اس بات کے بارے میں جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے موردِ اعتماد بندوں نے

مجھے بتائی ہے۔ ایک دن میں بہت خوش تھا، جب امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے میری یہ حالت دیکھی تو فرمانے لگے:

اے حسنؑ! کیا آپؑ آج بہت خوش ہیں؟ اس قت تمہاری کیا حالت ہو گی جب اپنے بابا کو مقتول دیکھو گے؟ اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب خلافت بنی اُمیہ کے ہاتھ ہو گی اور ان کا امیر ایسا شخص ہو گا جو بہت زیادہ کھاتا ہو گا۔ وہ کھائے گا مگر سیر نہیں ہو گا۔ اور جب وہ مرے گا تو آسمان پر اس کا کوئی مددگار نہ ہو گا اور زمین پر اس کا کوئی غم خوار نہ ہو گا۔ وہ پوری دنیا کے مشرق اور مغرب پر حکومت کرے گا۔ لوگ اس کی نظر میں ذلیل و خوار ہوں گے اور وہ بڑے لمبے عرصے تک حکومت کرے گا۔ بہت بدعتیں اور خرابیاں بطور یادگار چھوڑ جائے گا۔ (وہ شخص حق اور پیغمبر اسلامؐ کی سنت کو پامال کر دے گا)

وہ خدا کے مال کو اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں میں تقسیم کرے گا اور جو لوگ اس کے حق دار ہوں گے انہیں کچھ بھی نہ دے گا، اس کی حکومت کے دوران مومنوں کو ذلیل اور فاسق و فاجر لوگوں کو عزت والا سمجھا جائے گا۔ وہ خدا کا مال اپنے دوستوں کو دے گا۔ خدا کے بندوں کو زرخرید غلام اور کنیزیں بنا لے گا۔ اس کی حکومت کے دوران حق تباہ و برباد ہو جائے گا اور باطل (ہر طرف) ظاہر ہو گا۔ نیک لوگ مورد نفرین ہوں گے جو بھی اس سے حق کے لیے دشمنی کرے گا وہ مارا جائے گا اور جو باطل کی تقویت کے لیے اس سے دوستی کرے گا اسے انعامات و کرامات سے نوازا جائے گا۔ اس طرح سے شب و روز گزریں گے، یہاں تک کہ خداوند عالم ایک ایسے آدمی کو ـــــ آخری زمانے میں جو سخت ترین دور ہو گا ـــــ مبعوث کرے گا۔ فرشتوں کے ذریعے اس کی تائید کرے گا اور اس کے انصار و مددگار لوگوں کی حفاظت کرے گا اور اپنی آیات اور معجزات کے ذریعے اس کی مدد کرے گا اس شخص کو زمین پر ظاہر اور (پھر) مسلط کر دے گا،

یہاں تک کہ سب لوگ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو جائیں گے۔

وہ زمین کو ظلم و ستم سے پُر ہونے کے بعد، عدل و انصاف، نور اور دلیل و برہان سے بھر دے گا۔ پورے کے پورے شہر اس کے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں گے، حتیٰ کہ کافر مومن بن جائے گا۔ بدکار نیک بن جائے گا، اس کی حکومت میں تمام حیوانات ایک ساتھ بیٹھیں گے۔ زمین پر ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہوگا اور آسمان سے رحمتوں اور برکتوں کی برسات ہوگی۔ اس کے لیے تمام خزانے ظاہر ہوں گے۔ وہ چالیس سال تک دنیا کا مشرق اور مغرب پر حکومت کرے گا۔ خوش نصیب ہوگا وہ شخص جو ان ایام میں زندگی گزارے گا اور ان کے اقوال سے مستفید ہوگا۔ (الاحتجاج، ۱۴۸ اور ۱۴۹۔ بحار الانوار ۴۴/۲۰، حدیث ۴)

## کیا آپؑ کو بی بی عائشہ پر تعجب نہیں جو مجھے خلافت کے لیے مناسب نہیں سمجھتی؟

وذكروا: الحسن بن علي عليه السلام دخل على معاوية يوماً فجلس عند رجله وهو مضطجع فقال له: يا أبا محمد! الا أعجبك من عائشة تزعم أنّي لست للخلافة أهلاً؟

فقال الحسن عليه السلام: وأعجب من هذا جلوسي عند رجلك ، وأنت نائم فاستحيا معاوية واستوى قاعداً واستعذره.

وروى الاربلي في "كشف الغمّة": مثله. ثمّ قال:

قلت: والحسن عليه السلام لم يعجب من قول عائشة : إنّ معاوية لا يصلح للخلافة ، فانّ ذلك عنده ضروري ، لكنّه قال: وأعجب من توليك الخلافة قعودي.

قال العلّامة المجلسي: يحتمل أن يكون التعجّب من صدور هذا القول منها، وإن كان حقًّا، لكونها مقرّة بخلافة أبيها مع اشتراكهما في عدم الاستحقاق، وداعية لمعاوية إلى مقاتلة أمير المؤمنين عليه السلام.

روایت میں ہے کہ ایک دن امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام معاویہ کے پاس گئے۔ وہ گستاخانہ طریقے سے دائیں پہلو پر سو رہا تھا۔ امام علیہ السلام معاویہ کے پاؤں کے نزدیک بیٹھ گئے۔ معاویہ امام حسنؑ سے کہنے لگا: کیا آپؑ کو حضرت بی بی عائشہ پر تعجب نہیں جو مجھے خلافت کے لیے مناسب نہیں سمجھتی۔

امام حسنؑ نے فرمایا: اس سے زیادہ تعجب انگیز یہ ہے کہ میں تمہارے پاؤں کے پاس بیٹھا ہوں اور تم سو رہے ہو۔

(یہ سن کر) معاویہ شرمندہ ہوا اور فوراً اُٹھ بیٹھا اور امامؑ سے معذرت کرنے لگا۔

بزرگ دانشمند اردبیلی علیہ الرحمہ یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام حسن مجتبیٰ، حضرت بی بی عائشہ کی اس بات پر کہ معاویہ خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتا، متعجب نہ ہوئے کیونکہ امامؑ کی نظر میں یہ ایک ضروری بات تھی بلکہ آپؑ فرمانے لگے:

تمہاری خلافت سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ میں تمہارے پاس بیٹھا ہوں۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اس روایت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

ممکن ہے کہ حضرت امام حسنؑ حضرت بی بی عائشہ کی اس بات پر حیرت زدہ ہوئے ہوں، اگرچہ یہ ایک سچی بات تھی کیونکہ حضرت عائشہ اپنے والد جو کہ معاویہ کی طرح خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے، کی خلافت کا اقرار اور اعتراف کرتی تھیں۔

اس کے علاوہ اس نے معاویہ کو حضرت علیؑ سے جنگ کے لیے بھی آمادہ کیا تھا۔
(بحارالانوار،۴۴/۱۰۴،حدیث۱۲)

## اے ابامحمد! اس اُونٹ میں کیا ہے جسے آپ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں؟

أحمد بن محمد عن الأهوازي عن فضالة عن سليمان عن عمر بن أبي بكران عن رجل عن حذيفة بن أسيد الغفاري قال:

لمّا وادع الحسن بن علي عليهما السلام معاوية وانصرف الى المدينة صحبته في منصرفه وكان بين عينيه حمل بعير لا يفارقه حيث توجّه ، فقلت[1] له ذات يوم: جعلت فداك يا أبا محمد! هذا الحمل لا يفارقك حيث ما توجّهت؟

فقال: ياحذيفة ! أتدري ما هو؟

قلت : لا

قال: هذا الديوان

قلت: ديوان ماذا؟

قال: ديوان شيعتنا فيه أسماؤهم.

قلت: جعلت فداك ، فأرني اسمي؟

قال : اغد بالغداة.

قال: فغدوت إليه ومعي ابن أخ لي وكان يقرأ ، ولم أكن أقرأ.

قال: ما غدا بك؟

قلت : الحاجة الّتي وعدتني.

قال: من ذا الفتى معك؟

قلت: ابن أخ لي وهو يقرأ ولست أقرأ.

قال: فقال لي : اجلس.

فجلست فقال : علي بالديوان الأوسط.

قال: فأتي به.

قال: فنظر الفتى فاذا الاسماء تلوح.

قال: فبينما هو يقرأ إذ قال هو: ياعمّاه! هو ذا اسمي.

قلت: ثكلتك امّك! انظر أين اسمي؟

قال: فصفح ، ثمّ قال : هو ذا اسمك.

فاستبشرنا ، واستشهد الفتى مع الحسين بن علي علیہ السلام.

حذیفہ بن اسید غفاری کہتے ہیں: جس وقت امام حسنؑ معاویہ سے جدا ہوئے اور مدینہ کی طرف عازمِ سفر ہوئے، اس وقت میں بھی امامؑ کی خدمت میں تھا۔ آپؑ ہمیشہ ایک اُونٹ کے سامان کی بہت زیادہ حفاظت کیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے عرض کیا: مولاؑ! اس اُونٹ پر کون سا سامان ہے جسے آپ جہاں جاتے ہیں اپنے ساتھ رکھتے ہیں؟ اور خود سے جدا نہیں کرتے؟

آپؑ فرمانے لگے: اے حذیفہ! کیا تمہیں پتہ ہے کہ اس میں کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اس اُونٹ پر کتابیں ہیں۔

میں نے عرض کیا: کون سی کتابیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ کتابیں ہیں جن میں ہمارے شیعوں کے نام درج ہیں۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں، مجھے میرا نام دکھائیں۔

آپؑ نے فرمایا: تم کل صبح آؤ۔

میں صبح کو اپنے بھتیجے کو ساتھ لے کر جو کہ لکھنا پڑھنا جانتا تھا، امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امامؑ فرمانے لگے: اتنی صبح کیوں آئے ہو؟

میں نے عرض کیا: اس وعدے کے مطابق جو کہ آپؑ نے مجھ سے کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ بچہ کون ہے؟

میں نے جواب دیا: یہ میرا بھتیجا ہے اور یہ لکھنا پڑھنا جانتا ہے، میں نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔

میں بیٹھ گیا۔ فوراً امامؑ نے حکم دیا کہ کتاب لے آؤ۔ جب کتاب لے کر آئے، اس بچے نے پڑھنا شروع کیا تو تمام نام چمکنے لگے۔ نام پڑھتے پڑھتے اچانک اس بچے نے کہا: چچا جان میرا نام یہ ہے!

میں نے کہا: تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے، میرا نام کہاں ہے؟

پھر اس نے کتاب میں دیکھا اور کہنے لگا: یہ ہے آپ کا نام۔

ہم دونوں (اپنا اپنا نام دیکھ کر) بے حد خوش ہوئے۔ وہ جوان واقعۂ کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوگیا۔ (بصائر الدرجات: ۴۷، بحارالانوار، ۲۶/۱۲۳، حدیث ۱۹)

## آپؑ نے معاویہ سے صلح کیوں کی؟

عن سفيان بن الليل قال أبو الفرج: وحدّثني أيضاً محمّد بن الحسين الأشناني وعليّ بن العبّاس ، عن عباد بن يعقوب ، عن عمرو بن ثابت ، عن الحسن بن الحكم ، عن عدي بن ثابت عن سفيان قال: أتيت الحسن بن علي عليه السلام حين بايع معاوية فوجدته

بفناء داره وعنده رهط ، فقلت: السلام عليك يا مذلّ المؤمنين!

قال: وعليك السلام يا سفيان! (انزل)

فنزلت: فعقلت راحلتي ، ثم أتيته فجلست اليه ،

فقال: كيف قلت يا سفيان؟

قال : قلت: السلام عليك يا مذلّ المؤمنين!

فقال : ما جرّ هذا منك الينا؟

فقلت : أنت والله بأبي أنت وأمّي! أذللت رقابنا حين أعطيت هذا الطاغية البيعة ، وسلّمت الأمر الى اللعين ابن آكلة الأكباد ، ومعك مائه ألف كلّهم يموت دونك ، وقد جمع الله عليك أمر الناس

فقال : يا سفيان! انّا أهل بيت اذا علما الحق تمسّكنا به ، وانّي سمعت عليّاً عليه السلام يقول: سمعت رسول الله يقول:

"لا تذهب الأيام والليالي يجتمع أمر هذه الأمّة على رجل واسع السرم ، ضخم البلعوم ، يأكل ولا يشبع، لا ينظر الله اليه ، ولا يموت حتّى لا يكون له في السماء عاذر، ولا في الأرض ناصر".

وإنّه لمعاوية وإنّي عرفت انّ الله بالغ أمره.

ثمّ أذّن المؤذّن فقمنا إلى حالب يحلب ناقته ، فتناول الاناء فشرب قائماً ثمّ سقاني وخرجنا نمشي إلى

المسجد ، فقال لي : ما جاء بك يا سفيان؟

قلت : حبّكم والّذي بعث محمّداً بالهدى ودين الحق!

قال: فأبشر ياسفيان! فانّي سمعت عليًّا عليه السلام يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله يقول: "يرد على الحوض أهل بيتي ومن أحبهم من اُمّتي كهاتين يعني السبابتين أو كهاتين يعني السبابة والوسطى – إحداهما تفضّل على الاُخرى.

ابشر يا سفيان! فانّ الدنيا تسع البر والفاجر ، حتّى يبعث الله امام الحق من آل محمّد عليهم السلام.

قال ابن أبي الحديد: قوله: "ولا في الأرض ناصر" أي ناصر ديني أي لا يمكن أحد أن ينتصر له بتأويل ديني يتكلّف ، به عذراً لأفعاله القبيحة.

سفیان کہتا ہے: جس وقت امام حسنؑ نے معاویہ کے ساتھ صلح کی میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ آپؑ اپنے گھر کے باہر بیٹھے ہیں اور بہت سے لوگ آپ کے اطراف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آپؑ کے نزدیک گیا اور کہا: آپ پر سلام ہو اے مومنوں کے رُسوا کرنے والے!

آپؑ نے فرمایا: اے سفیان! تم پر بھی سلام ہو، سواری سے اُترو۔

میں فوراً سواری سے اُترا اور اپنی سواری کو ایک جگہ باندھ دیا۔ پھر امامؑ کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

امامؑ نے فرمایا: اے سفیان! تم نے یہ کیا کہا؟

میں نے جواب دیا: میں کہتا ہوں اے مومنوں کو رسوا کرنے والے، تم پر سلام ہو۔

آپؑ نے فرمایا: ہمارے بارے میں اس طرح کیوں کہہ رہے ہو؟

میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، خدا کی قسم! آپؑ نے اس سرکش شخص یعنی معاویہ کے ساتھ صلح کی اور ہند کے اس لعین بیٹے کو خلافت دے کر ہمیں رُسوا کیا ہے۔ جب کہ ایک لاکھ فوجی جو ہر وقت اپنی جان آپؑ پر قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے آپؑ کے پاس موجود تھے۔ خدا نے ان لوگوں کا کام آپؑ کے ہاتھ میں سونپ دیا تھا۔

امام حسنؑ نے فرمایا: اے سفیان! ہم وہ اہلِ بیتؑ ہیں جو کوئی بھی جب بھی حق کی تشخیص کرتا ہے اس سے متمسک ہو جاتے ہیں۔ میں نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے: میں نے رسولؐ اللہ سے سنا:

"کچھ دن نہیں گزریں گے کہ اس اُمت کا اختیار ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں آ جائے گا جس کا بڑا شکم اور موٹی گردن ہوگی۔ وہ کھائے گا لیکن سیر نہیں ہوگا خدا اس پر اپنی نظر رحمت نہیں کرے گا جب وہ مرے گا تو آسمان میں اس کا کوئی عذر قبول کرنے والا نہ ہوگا اور نہ ہی زمین پر کوئی دین کا ناصر و مددگار ہوگا"۔

وہ شخص یہی معاویہ ہے، میں سمجھتا ہوں کہ خداوند عالم اپنے امر کو جلد عملی جامہ پہنائے گا۔

اسی وقت اذان کی آواز آئی، ہم دونوں کھڑے ہو گئے اور ایک شخص کے پاس گئے جو اپنی اُونٹنی کا دودھ دھو رہا تھا۔ امامؑ نے اس شخص سے دودھ کا ایک برتن لے کر خود بھی پیا اور مجھے بھی دیا۔ اس کے بعد ہم مسجد کی جانب روانہ ہو گئے۔ پھر امامؑ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

اے سفیان! تم کس وجہ سے ہمارے پاس آئے ہو؟

میں نے جواب دیا: اس خدا کی قسم! جس نے حضرت محمد مصطفیٰ کو انسانیت کی ہدایت اور دینِ حق کے لیے بھیجا میں صرف اور صرف آپ سے محبت کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: آپ کے لیے خوشخبری ہے، میں نے اپنے بابا علیؑ سے سنا اور انھوں نے رسولِ خدا سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے:

میری اہلِ بیتؑ اپنے محبّوں کے ساتھ ان دونوں انگشت کی طرح (انگشتِ سبابہ اور انگشتِ وسطٰ) میرے پاس حوضِ کوثر پر حاضر ہوں گے۔ اس طرح کہ ان دونوں میں سے ایک دوسرے پر فضیلت رکھتا ہوگا۔

اے سفیان! تم کو بشارت دیتا ہوں کیونکہ دنیا میں نیک اور بدکردار دونوں طرح کے لوگ رہتے ہیں، جب تک خداوندِ عالم امامِ برحق کو جو آلِ محمدؐ میں سے ہوگا مبعوث کرے گا۔

ابن ابی الحدید معتزلی رسولِ خدا کے اس جملے "زمین میں اس کا ایک شخص بھی حامی اور مددگار نہ ہوگا" کی وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: اس سے مراد میرے دین کا مددگار ہے، یعنی ایسا ممکن نہیں ہے کہ کوئی میرے دین کو بدلنے میں اس کی مدد کرے اور معاویہ کے زشت کاموں کے لیے وجوہات بیان کرے۔ (بحارالانوار، ۵۹/۴۴)

## کیا آپ خلافت کے طلبگار ہیں؟

عن عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر عن أبیه قال:

قلت للحسن بن علی علیه السلام: انّ الناس یقولون انّك تزید الخلافة؟

فقال: قد كانت جماجم العرب في يدي يحاربون من حاربت ، ويسالمون من سالمت ، تركتها ابتغاء وجه الله وحقن دماء أمّة محمد ﷺ ثم أثيرها ياتياس أهل الحجاز!؟ (بحارالانوار،۴۴/۲۵، الهامش ۲)

معاویہ کا جاسوس جبیر بن نفیر کہتا ہے: میں نے حسنؑ ابن علیؑ سے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ آپؑ خلافت کے طلبگار ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: تمام عرب میرے ہاتھ میں تھے، میں جن سے لڑتا تھا وہ بھی لڑتے تھے اور جن کے ساتھ میں صلح کرتا تھا وہ بھی صلح کرلیا کرتے تھے، لیکن میں نے اللہ تعالٰی کی خوشنودی اور اُمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کی حفاظت کے لیے یہ طاقت چھوڑ دی۔ میں خلافت کو اپنے ہاتھوں میں لے کر رہوں گا۔[1] اے حجاز کے لوگوں کے نرحیوان بیچنے والے۔[2]

## اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے ہمیں رسوا کردیا

عن الأعمش ، عن سالم بن أبي الجعد ، قال: حدثني رجل منّا قال : أتيت الحسن بن علي عليه السلام فقلت: يابن رسول الله! أذللت رقابنا ، وجعلتنا معشر الشيعة عبيداً ما بقي (معك) رجل.

فقال: وممّ ذاك؟

قال: قلت: بتسليمك الأمر لهذا الطاغية.

---

① لگتا ہے امام حسنؑ کا خلافت ہاتھ میں لینے کا مقصد امام مہدی علیہ السلام کا دورِ حکومت ہوگا۔

② جبیر بن نفیر حرام کام کرتا تھا وہ نرحیوانات کو مادہ کے لیے بیچتا تھا۔ امام حسنؑ نے اس بات میں اس کے حرام پیشے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

سالم بن ابوجعد نے کہا: ہم میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں ایک دن حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:

اے رسولؐ خدا کے فرزند! آپؑ نے ہمیں رُسوا کر دیا ہے اور ہم شیعوں کو زر خرید غلام بنا دیا ہے۔ اس وقت کوئی بھی تمہارے ساتھ نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: کیوں؟

میں نے کہا: اس لیے کہ آپؑ نے خلافت وحکومت کو اس ستم گر شخص کے حوالے کر دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے یہ کام اس وقت انجام دیا جب میرا کوئی بھی حامی وناصر نہ تھا۔ اگر میرے پاس سپاہی ہوتے تو شب وروز معاویہ سے جنگ کرتا رہتا، یہاں تک کہ خداوند عالم میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرتا۔

لیکن میں نے اہل کوفہ کو پہچان لیا، ان کا امتحان لیا، ان کے مفسد لوگ میرے لیے اہلیت نہیں رکھتے۔ وہ لوگ نہ گفتار میں وفادار ہیں اور نہ ہی کردار وعمل میں۔ وہ ہمارے مخالف ہیں کیونکہ ہمیں کہتے ہیں کہ ہمارے دل آپ کے ساتھ ہیں، حالانکہ ان کی تلواریں ہمارے خلاف چل رہی ہوتی ہیں۔ اسی دوران جبکہ امامؑ مظلوم میرے ساتھ معروف گفتگو تھے اچانک ان کا خون باہر آیا۔ آپؑ نے فوراً تشت کا مطالبہ کیا۔ جب تشت لایا گیا تو میں نے دیکھا کہ آپؑ کے دہن مبارک سے خون باہر نکل رہا تھا اور آپؑ کا دہن مبارک خون سے لبریز ہو چکا تھا۔

میں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! یہ خون کیسا؟ آپؑ تو صحیح سالم نظر آ رہے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: جی ہاں! معاویہ ستم گر نے ایک شخص کے ذریعے مجھے زہر دیا ہے جس کی وجہ سے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر خارج ہو رہا ہے۔

میں نے عرض کیا: پھر آپؑ علاج کیوں نہیں کروا لیتے؟

آپؑ نے فرمایا: (اس سے پہلے) دو مرتبہ مجھے زہر دیا گیا تھا، یہ تیسری مرتبہ ہے اس کے لیے کوئی بھی دوا نہیں مل رہی ہے۔ مجھے خبر دی گئی ہے کہ معاویہ نے بادشاہ روم کو ایک خط لکھا اور اس سے کچھ مقدار پینے والا زہر طلب کیا تو روم کے بادشاہ نے اس کے جواب میں لکھا: ہمارا دین ومذہب ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ ہم ایسے شخص کا قتل کریں، جو ہم سے جنگ نہیں کرنا چاہتا۔

پھر دوبارہ معاویہ نے لکھا کہ یہ مرد اسی کا بیٹا ہے جس نے سرزمین تہامہ میں خروج کیا تھا۔ اب پھر اس کا بیٹا خروج کر کے اپنے باپ کی سلطنت کا مطالبہ کر رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کسی کے ذریعہ اس شخص کو زہر دیا جائے، تاکہ لوگ اور شہر اس سے محفوظ رہیں اور سکون وراحت کی زندگی گزاریں۔

معاویہ نے بہت سے تحفے تحائف بھی روم کے بادشاہ کی طرف روانہ کیے۔ بادشاہ روم نے ایک زہر کی بوتل معاویہ کے لیے بھیج دی اور فریب کے ذریعے وہ زہر مجھے کھلایا گیا (اس کے علاوہ) بادشاہ نے معاویہ سے بہت سی شرائط بھی کی ہیں۔

روایت میں ہے کہ معاویہ نے وہ زہر حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی اہلیہ جعدہ بنت اشعث کی طرف روانہ کیا اور اُسے کہا: اگر تم حسنؑ کو زہر دو گی تو حسنؑ کے قتل ہونے کے بعد میں اپنے بیٹے یزید سے تمہاری شادی کرواؤں گا۔ جب جعدہ نے امام حسنؑ کو زہر دے کر شہید کر دیا تو معاویہ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اب یزید کے ساتھ میری شادی کراؤ۔

معاویہ نے کہا: جاؤ! وہ عورت جو حسنؑ کے لیے اہلیت نہیں رکھتی وہ یزید کے لیے بھی اہلیت نہیں رکھے گی۔

## حضرت علیؑ کو ابوتراب کیوں کہتے ہیں؟

**الطبری وابن اسحاق وابن مردویہ انّہ قال عمّار:**

خرجنا مع النبیؐ فی غزوۃ العشیرۃ فلمّا نزلنا منزلًا
نمنا ، فما نبهنا الا کلام رسول اللہ ﷺ لعلی علیہ السلام:
یا أبا تراب ، لما رآہ ساجداً معفراً وجهه فی التراب ،
أتعلم من أشقی الناس؟
أشقی الناس اثنان : احیمر ثمود الّذی عقر الناقة ،
وأشقاها الّذی یخضب هذہ ووضع یدہ علی لحیته.

عمار کہتا ہے کہ ہم لوگ جنگِ عشیرہ کے لیے رسولِؐ خدا کے ہمراہ عازمِ سفر ہوئے۔ ایک جگہ پہنچ کر ہم نے آرام کیا۔ اچانک رسولِؐ خدا کی آواز نے ہمیں بیدار کیا۔ جب رسولِؐ خدا نے دیکھا کہ حضرت علیؑ خاک پر سربسجدہ ہیں تو آپ فرمانے لگے:

اے ابوترابؑ! کیا آپؑ جانتے ہیں کہ بدبخت ترین انسان کون ہے؟

بدبخت ترین دو آدمی ہیں: احیمر ثمود جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کیا تھا اور اس سے بھی زیادہ بدبخت وہ ہے جو اس ریش کو رسولِؐ خدا علیؑ کی ریش پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے ــــــ خون سے رنگین کرے گا۔

اس بارے میں حضرت امام حسنؑ سے پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ ایسے سجدہ پر فخر کرتے ہیں اور وہ زمین ایسے سجدے کی گواہی دیتی ہے۔ پھر امامؑ نے فرمایا:

امیرالمومنینؑ ہمیشہ اپنا رُخسار زمین پر رکھتے تھے اور اسی عمل کے لیے دور اور ناآشنا زمین پر جاتے تھے، تاکہ وہ زمین قیامت کے دن ان کے لیے گواہی دے اور جب رسولِؐ خدا حضرت علی علیہ السلام کو زمین پر سربسجود دیکھتے تو فرماتے: اے ابوترابؑ! اس طرح کیا کرو اور جب بھی چاہتے تھے علیؑ کو (اسی لقب سے) موردِ خطاب کیا کرتے تھے۔

## تم اپنے بابا کے وصی ہو

ومن طريق أصحابنا حدّثني عليّ بن حبشي بن قوني عن جعفر بن محمّد الفزاري عن الحسين المنقري عن الحسن بن محبوب عن الثمالي عن زر بن حبيش عن عبدالله بن خبّاب عن سلمان والبراء قالا: قالت أمّ سليم: كنت امرأة قد قرأت التوراة والانجيل فعرفت أوصياء الأنبياء وأحببت أن أعلم وصيّ محمد ﷺ.

فلمّا قدمت ركابنا المدينة أتيت رسول الله ﷺ وخلفت الركاب مع الحي فقلت: يارسول الله! ما من نبي ألّا وكان له خليفتان: خليفة يموت قبله، وخليفة يبقى بعده ، وكان خليفة موسٰى في حياته هارون علیہ السلام فقبض قبل موسٰى ، ثمّ كان وصيه بعد موته يوشع بن نون ، وكان وصي عيسٰى علیہ السلام في حياته كالب بن يوفنا فتوفّي كالب في حياة عيسٰى ، ووصيّه بعد وفاته شمعون بن حمون الصفا ابن عمّة مريم ، وقد نظرت في الكتب الأولى فما وجدت لك ألا وصيًا واحداً في حياتك وبعد وفاتك فبين لي بنفسي أنت يارسول الله! من وصيّك؟

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں:
میں نے توریت اور انجیل میں پڑھا تھا اور مجھے پیغمبروں کے اوصیاء کا علم تھا۔ میں نے

چاہا حضور اکرمؐ کے وصی کے بارے میں بھی معلومات حاصل کروں۔ جب میں مدینہ میں داخل ہوئی تو میں نے اپنی سواری کو قافلے والوں کے حوالے کیا اور خود حضور اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی:

یا رسولؐ اللہ! ہر پیغمبر کے دو وصی ہوتے ہیں: ان میں سے ایک اس پیغمبر کی زندگی میں ہی فوت ہو جاتا ہے اور دوسرا آئندہ زمانے کے لیے باقی رہتا ہے۔ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے زمانۂ حیات میں خلیفہ تھے اور حضرت موسیٰؑ سے پہلے فوت ہو گئے، لیکن یوشع بن نون حضرت موسیٰؑ کی رحلت کے بعد ان کے وصی مقرر ہوئے۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانۂ حیات میں کالب بن یوفنا ان کے وصی اور جانشین تھے اور حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں ہی فوت ہو گئے۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ کے فوت ہونے کے بعد شمعون بن حمون صفا جو کہ حضرت مریمؑ کی پھوپھی کا بیٹا تھا ان کا جانشین مقرر ہوا۔

میں نے کتابوں میں تحقیق کی ہے کہ آپ کی زندگی میں اور بعد از مرگ صرف ایک ہی خلیفہ ہو گا۔ اے رسولؐ خدا! میری جان آپؐ پر قربان ہو، میرے لیے وضاحت بیان کریں کہ آپ کا وصی کون ہے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: میرا صرف ایک وصی ہے زندگی میں بھی اور زندگی کے بعد بھی۔

میں نے عرض کیا: وہ کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا: میرے لیے کچھ سنگریزے لے کر آؤ۔ میں نے کچھ سنگریزے حضور اکرمؐ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپؐ نے انہیں اپنے ہاتھوں میں لیا اور تھوڑا زور دیا تو وہ سب آٹے کی طرح ہو گئے۔ آپؐ نے انہیں خمیر کیا تو وہ ایک سرخ یاقوت بن گئے۔ پھر آپؐ نے (اس یاقوت پر) اپنی انگوٹھی سے ایک نشان بنا لیا جو سب کو با آسانی نظر آ رہا تھا۔ آپؐ نے وہ مجھے دیا اور فرمانے لگے: اے ام سلیم! جو بھی اس طرح کرنے

کی طاقت رکھتا ہو وہ میرا وصی اور جانشین ہوگا۔

پھر فرمایا: میرا وصی وہ ہے جو تمام حالات میں لوگوں سے بے نیاز ہوگا جیسا کہ میں بے نیاز ہوں۔

اسی دوران میں نے دیکھا کہ آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ کمرے کی چھت پر رکھا اور بایاں ہاتھ زمین پر، جیسا کہ کھڑے ہوئے تھے بغیر زمین پر جھکنے اور بغیر بلند ہونے کے۔

اُم سلیم کہتی ہے: میں حضور اکرمؐ کی خدمت سے نکلی تو راستے میں مجھے حضرت سلمان فارسیؓ نظر آئے جو حضرت علیؑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حالانکہ اس وقت علیؑ کی عمر بہت کم تھی، اس کے باوجود حضرت سلمان فارسیؓ حضرت علیؑ کے سوا حضور اکرمؐ کے کسی بھی صحابی یا رشتہ دار کی طرف متوجہ نہیں تھے۔

میں نے اپنے آپ سے کہا: یہ سلمانؓ ہے۔

جو مجھ سے پہلے کتابوں سے وابستہ رہا ہے اور پیغمبروں کے اوصیاء کے ساتھ بیٹھا ہے اور جو کچھ یہ جانتا ہے میں نہیں جانتا۔ شاید یہی شخص (علیؑ) پیغمبر اسلام کا وصی ہے۔

فوراً میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: کیا تم حضرت محمدؐ کے وصی ہو؟

انہوں نے کہا: جی ہاں، آپ کا مقصد کیا ہے؟

میں نے کہا: آپؑ کے وصی رسولؐ ہونے کی نشانی کیا ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: کچھ سنگریزے میرے لیے لے آؤ۔

میں نے زمین سے کچھ سنگریزے اُٹھائے اور ان کے حوالے کر دیے۔ امام علیؑ نے انھیں اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور آٹے کی طرح کر دیا اور سرخ یاقوت بنا لیا۔ پھر آپؑ نے اپنی انگوٹھی سے اس پر نشان بنایا جو تمام دیکھنے والوں کے لیے آشکار تھا۔

پھر اپنے گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔ میں ان کے پیچھے گئی، تا کہ جو کچھ حضور اکرمؐ نے کیا تھا اس کے بارے میں سوال کروں، آپؑ نے میری جانب رُخ کر کے اسی طرح عمل انجام دیا جس طرح حضور اکرمؐ نے کیا تھا۔

پھر میں نے پوچھا: اے ابوالحسنؑ! آپ کا جانشین کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو بھی میری طرح عمل انجام دے سکے۔

اُم سلیم کہتی ہے: اس کے بعد میں نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی اور پوچھا: کیا آپؑ ہی اپنے والد محترم کے جانشین ہیں؟

میں اپنے اس سوال کی وجہ سے متعجب تھی، کیونکہ ابھی امام حسنؑ چھوٹے تھے، باوجودیکہ میں تمام بارہ اماموں کے اوصاف جانتی تھی کہ ان میں سے ہر ایک کا باپ ان سے افضل ہوگا۔ یہ تمام مطالب میں نے گذشتہ کتابوں میں پڑھ لیے تھے۔

امام حسنؑ نے فرمایا: جی ہاں، میں ہی اپنے باپ کا خلیفہ ہوں۔

میں نے کہا: اس کی نشانی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کچھ سنگریزے لے کر آؤ؟!

میں نے کچھ سنگریزے امامؑ کے ہاتھ میں دیئے۔ وہ آٹا بن گئے، اس کے بعد امامؑ نے اس آٹے کو مخلوط کر دیا اور وہ سرخ یاقوت بن گیا۔

آپؑ نے اپنی انگوٹھی سے اس پر نشان لگایا اور میرے حوالے کر دیا۔

میں نے پوچھا: (مولا!) آپؑ کا وصی (جانشین) کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو بھی یہ کام جو کہ میں نے کیا ہے، انجام دے وہ میرا جانشین ہوگا۔

اس کے بعد امامؑ نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کیا، یہاں تک کہ وہ مدینہ کے تمام گھروں کی چھتوں سے اُوپر چلا گیا، حالانکہ امام اسی طرح کھڑے ہوئے تھے۔ پھر آپؑ

نے اپنا بایاں ہاتھ زمین پر مارا، بغیر جھکنے اور بغیر بلند ہونے کے۔

پھر میں نے اپنے آپ سے کہا: امام حسنؑ کا جانشین کون ہو سکتا ہے؟ امام حسنؑ کی خدمت سے خارج ہوئی تو امام حسینؑ پر نظر پڑی۔ میں امام حسینؑ اور امام کے نو فرزندوں کے فضائل جو کہ سب وصی ہوں گے سابقہ کتابوں میں پڑھ چکی تھی، لیکن امامؑ کے صغیر ہونے کی وجہ سے وہ فضائل امامؑ پر تطبیق نہیں کر سکتی تھی۔ میں امامؑ کے نزدیک گئی جو کہ صحن مسجد کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔

میں نے پوچھا: آپؑ کون ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: اے اُم سلیم! جو تجھے چاہیے میں وہی ہوں۔ میں اوصیاءؑ کا وصی اور نو ہدایت گر اماموں کا باپ ہوں۔ میں اپنے بھائی حسنؑ کا وصی ہوں اور حسنؑ میرے بابا علیؑ کے وصی ہیں اور میرا بابا علیؑ میرے جدِ امجد رسولؐ اللہ کے وصی اور جانشین ہیں۔ میں امامؑ کے کلام سے حیرت زدہ ہو گئی اور پوچھا: آپؑ کی ان تمام باتوں کی نشانی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کچھ سنگریزے لے کر آؤ۔

کچھ سنگریزے میں نے زمین سے اٹھائے اور امامؑ کی خدمت میں پیش کیے۔ میں نے دیکھا آپؑ نے ان سنگریزوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر زور دیا اور وہ آٹے کی طرح ہو گئے۔ پھر امامؑ نے اُسے مخلوط کیا اور وہ سرخ یاقوت بن گیا۔ پھر امامؑ نے اپنی انگوٹھی سے اس پر مہر لگائی۔ انگوٹھی کا نقش اس یاقوت پر بن گیا۔ پھر آپؑ نے وہ یاقوت میرے حوالے کیا اور فرمانے لگے:

دیکھو! اُم سلیم! کیا تم اس میں کوئی چیز دیکھ رہی ہو؟

میں نے دیکھا کہ اس انگوٹھی میں حضرت محمدؐ، حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ اور امام حسینؑ کی اولاد میں سے نو افراد کے نام جو کہ ایک دوسرے کے شبیہ اور

تحریر ہیں، مجھے نظر آئے۔ ان میں سے دو نام جعفر اور موسیٰ (جو کہ مقرر تھیں) اسی طرح یہ نام میں نے انجیل میں پڑھے تھے۔

میں حیران ہوگئی اور اپنے آپ سے کہنے لگی: خداوند عالم نے مجھے ایسی دلیلیں دکھائی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی اور کو نہیں دکھائیں۔

میں نے عرض کیا: اے میرے آقا! ایک اور نشانی میرے لیے بیان فرمائیں؟

امام علیہ السلام مسکرانے لگے اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؑ نے اپنا دایاں ہاتھ آسمان کی جانب بلند کیا۔ خدا کی قسم! میں امام کا ہاتھ ستون کی طرح آسمان کو چیرتا ہوا میری نظروں سے غائب ہوگیا۔ امامؑ اسی جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ نہ زمین پر بیٹھے اور نہ ہی کوئی پرواہ کی۔

(یہ دیکھ کر) میں زمین پر گر پڑی اور بیہوش ہوگئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ امامؑ کے ہاتھ میں درخت آس کا ایک پتا ہے اور وہ میرے دماغ پر مار رہے ہیں۔ میں نے اپنے آپ سے کہا: اس دلیل کے بعد اور کیا کہوں؟ میں اپنی جگہ سے اُٹھی خدا کی قسم! میں آج تک اس درخت آس کے پتے کی خوشبو محسوس کرتی ہوں۔ میں نے اس پتے کو محفوظ رکھا، نہ وہ پتا خشک ہوا اور نہ اس کی حالت تبدیل ہوئی اور نہ ہی اس کی خوشبو میں کوئی فرق آیا۔ میں نے اپنے اہل خانہ کو وصیت کر دی کہ اس پتے کو میرے کفن میں ڈال دینا۔

پھر میں نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: مولا! آپؑ کا جانشین کون ہے؟

امام نے جواب دیا: جو بھی اس طرح عمل انجام دے سکے۔

اُم سلیم کہتی ہے: میں حضرت امام علی ابن الحسینؑ کے زمانے تک زندہ رہی۔

زر بن حبیش کہتا ہے: میں اور دیگر کچھ تابعین نے (آخری جملے کے علاوہ) یہ تمام باتیں خود اسی سے سنی ہیں۔ من جملہ عبدالرحمٰن بن عوف کا غلام بینا، سعید بن جبیر اور

دیگر بنی اسد کے افراد نے کہا ہے۔ ہم سب نے (خود اُم سلیم سے) یہ باتیں سنی تھیں۔

اُم سلیم آگے کہتی ہے: میں امام علی ابن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی، دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں مشغول نماز ہیں۔ امامؑ طولانی نماز پڑھنے میں سرگرم تھے۔ امامؑ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ کچھ وقت وہیں بیٹھی رہی لیکن امامؑ نماز سے فارغ نہ ہوئے۔ میں نے واپس جانے کا ارادہ کیا جیسے ہی اُٹھنا چاہا میری نظر امامؑ کی انگوٹھی پر پڑی جس کے حبشی نگینے پر لکھا تھا: اُم سلیم! ابھی رُک جاؤ تا کہ جو تم چاہتی ہو تمہارے لیے انجام دوں۔

امامؑ نے جلدی سے نماز ختم کی۔ نماز کے سلام کے بعد مجھ سے فرمانے لگے: بغیر اس کے کہ میں کچھ کہوں اے اُم سلیم! کچھ سنگریزے لے کر آؤ۔ میں نے کچھ سنگریزے زمین سے اُٹھا کر امامؑ کی خدمت میں پیش کیے۔ امامؑ نے ان سنگریزوں کو ہاتھوں میں لے کر زور دیا تو وہ آٹے کی طرح ہو گئے۔ اس کے بعد امامؑ نے انہیں مخلوط کیا تو وہ سرخ یاقوت بن گئے۔ پھر آپؑ نے اپنی انگوٹھی سے ان پر مہر لگائی اور اس پر مہر کا نشان اس سرخ یاقوت پر بن گیا۔ مجھے اس یاقوت میں وہی اسماء ـــــ جو میں نے امام حسین علیہ السلام ـــــ کے دور میں دیکھے تھے نظر آئے۔ میں نے خدمتِ امامؑ میں عرض کیا:

مولاؑ! آپ کا جانشین کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو بھی میری طرح عمل انجام دے سکے لیکن تم میری طرح عمل انجام دینے والے کو نہیں پاؤ گی۔

اُم سلیم کہتی ہے: وہ کام جو پیغمبر اکرمؐ، حضرت علیؑ، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ نے کیا تھا، اس کے بارے میں پوچھنا بھول گئی، خارج ہوئی اور چند قدم آگے بڑھی تو امامؑ نے پیچھے سے صدا دی: اے اُم سلیم!

میں نے عرض کیا: جی مولاؑ!

آپؑ نے فرمایا: واپس لوٹ آؤ۔ جب میں واپس گئی تو دیکھا کہ آپؑ گھر کے صحن میں موجود تھے۔ اس کے بعد گھر میں گئے اور واپس آ کر مسکرانے لگے اور فرمایا: اے اُم سلیم! بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گئی۔ آپؑ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بلند کیا۔ وہ مدینے کے گھروں، دیواروں اور بازاروں کو چیرتا ہوا میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ اسی وقت امامؑ نے فرمایا: اے اُم سلیم! یہ لو۔

خدا کی قسم! امامؑ نے مجھے ایک تھیلا دیا جس میں دینار، سونے کے زیورات اور کچھ میری ہی انگوٹھیاں تھیں جنہیں میں نے گھر میں ایک الماری میں محفوظ کر رکھا تھا۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! میں اس تھیلے کو پہچان رہی ہوں لیکن معلوم نہیں اس میں کیا ہے؟ لیکن بہت وزنی ہے۔

امامؑ نے فرمایا: یہ لے کر چلی جاؤ۔

اُم سلیم کہتی ہے: میں امامؑ کی خدمت سے اُٹھ کر سیدھی گھر آئی۔ گھر میں داخل ہو کر تھیلا ڈھونڈنے لگی، لیکن تھیلا اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا۔ یہ وہی میرا اپنا تھیلا تھا (جو امامؑ نے مجھے دیا تھا) میں نے ان کے بارے میں حقیقی معرفت حاصل کر لی تھی۔ اس دن کی بصیرت اور ہدایت کی وجہ سے میں تمام جہانوں کے پروردگار کی بے حد شکر گزار ہوں۔

ابن عیاش کہتے ہیں: میں نے ابوبکر محمد بن عمر جعابی سے اُم سلیم کے بارے میں دریافت کیا اور اس حدیث کے تمام راویوں کا ذکر ان سے کیا تو اُنہوں نے ہماری اور عامہ کی اسناد کو پسند کیا اور ابوموسیٰ طرسوسی قاضی کے بارے میں اُنہوں نے کہا: وہ مورد اعتماد، عادل اور حافظ شخص تھے۔

اُم سلیم جو خود قبیلہ نمر بن قاسط کی ایک خاتون ہیں جنہوں نے رسولؐ خدا سے

بھی روایات نقل کی ہیں۔ نیز انہوں نے کہا: یہ اُم سلیم اُم سلیم انصاری نہیں، جو کہ انس بن مالک کی والدہ تھیں اور نہ ہی یہ اُم سلیم دوسری ہے کیونکہ وہ صحابی اور راوی ہے۔ اسی طرح یہ وہ اُم سلیم بھی نہیں جو رسولؐ خدا کے دور میں لڑکیوں کا ختنہ کرتی تھیں۔ نیز یہ اُم سلیم ثقفی بنت مسعود عروہ بن مسعود کی بہن بھی نہیں، کیونکہ وہ مسلمان ہوئی اور بہترین مسلمان تھیں اور احادیث نقل کرتی تھیں۔ (منتخب الاثر، ۲۱-۸۸۔ بحار الانوار، ۲۵/۱۸۵، حدیث ۶)

...... ✿ ......

فصل دوم

# امام حسنؑ کے فضائل کے بارے میں

## بھائی جان! آپ یہ ہرن کا بچہ کہاں سے لائے ہیں؟

روی فی بعض الأخبار: أنّ أعرابیًا أتی الرسول ﷺ فقال له: یا رسول اللّٰہ! لقد صدت خشفة غزالة وأتیت بها إلیك هدیة لولدیك الحسن والحسین.

فقبلها النبی ﷺ ودعا له بالخیر فاذا الحسن علیه السلام واقف عند جدّه فرغب إلیها فأعطاه إیّاها فما مضی ساعة ألا والحسین علیه السلام قد أقبل فرأی الخشفة عند أخیه یلعب بها فقال: یا أخی! من أین لك هذه الخشفة؟ فقال الحسن علیه السلام: أعطانیها جدّی رسولُ اللّٰہ.

فسار الحسین علیه السلام مسرعًا إلی جدّه فقال: یا جدّاه! أعطیت أخی خشفة یلعب بها ولم تعطنی مثلها وجعل یکرّر القول علی جدّه ، وهو ساکت لکنّه یسلّی خاطره ویلاطفه بشیءٍ من الکلام حتّی أفضی من أمر الحسین علیه السلام إلی أن همّ یبکی.

فبینما هو کذلك إذ نحن بصیاح قد ارتفع عند باب المسجد ، فنظرنا فاذا ظبیة ومعها خشفها ومن خلفها

ذئبة تسوقها إلى رسول الله ﷺ وتضربها بأحد أطرافها حتّى أتت بها إلى النبي ﷺ.

ثمّ نطقت الغزالة بلسان فصيح وقالت : يارسول الله! قد كانت لي خشفتان احداهما صادها الصياد وأتى بها اليك وبقيت لي هذه الأخرى وأنا بها مسرورة وانّي كنت الآن ارضعها فسمعت قائلا يقول: أسرعي أسرعي ياغزالة! بخشفك إلى النبي محمّد وأوصليه سريعًا ، لأنّ الحسين واقف بين يدى وقدهمّ أن يبكي. والملائكة بأجمعهم قد رفعوا رؤوسهم من صوامع العبادة ، ولو بكى الحسين عليه السلام لبكت الملائكة المقرّبون لبكائه. وسمعت أيضا قائلا يقول: أسرعي يا غزالة قبل جريان الدموع على خد الحسين عليه السلام ، فان لم تفعلي سلطت عليك هذه الذئبة تأكلك مع خشفك ، فأتيت بخشفي إليك.

يارسولَ الله! وقطعت مسافة بعيدة ، ولكن طويت لي الأرض حتّى أتيتك سريعة ، وأنا أحمد الله ربي على أن جئتك قبل جريان دموع الحسين عليه السلام على خده. فارتفع التهليل والتكبير من الأصحاب ، ودعا النبي ﷺ للغزالة بالخير والبركة ، وأخذ الحسين الخشفة ، وأتى بها إلى أمّه الزهراء فسرت بذلك سرورًا عظيماً.

بعض روایات میں ہے کہ ایک دن ایک عرب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یارسولؐ اللہ! میں نے ایک ہرن کا بچہ شکار کیا ہے اور آپؐ کے دونوں فرزندوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے لیے بطور ہدیہ لایا ہوں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اس کا یہ ہدیہ) قبول کیا اور اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ امام حسنؑ جو کہ اس وقت رسولؐ خدا کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے آپؐ سے ہرن کا بچہ طلب کیا۔ رسولؐ خدا نے وہ ہرن کا بچہ امام حسنؑ کے حوالے فرمایا۔ ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ امام حسینؑ حاضر ہوئے اور دیکھا کہ امام حسنؑ ہرن کے بچے سے کھیل رہے ہیں۔

امام حسینؑ نے پوچھا: آپؐ یہ ہرن کا بچہ کہاں سے لائے ہیں؟

امام حسنؑ نے جواب دیا: مجھے نانا رسولؐ اللہ نے دیا ہے۔

امام حسینؑ فوراً رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: نانا رسولؐ اللہ! آپؐ نے بھائی حسنؑ کو ہرن کا بچہ دیا ہے جس سے وہ کھیل رہے ہیں، لیکن مجھے اس طرح کا بچہ نہیں دیا؟

امام حسینؑ مسلسل رسولؐ اللہ سے ہرن کے بچے کا سوال کر رہے تھے، لیکن رسولؐ خدا خاموش تھے اور امام کو تسلی دے رہے تھے اور ان سے باتیں کر رہے تھے، یہاں تک کہ امام حسینؑ رونے کی حد تک پہنچ گئے۔ اسی دوران مسجد کے باہر سے آوازیں آنے لگیں۔ جب دیکھا تو پتہ چلا کہ ایک ہرن اپنے بچے کے ساتھ آئی ہے اور ایک بھیڑیا اس کے پیچھے تھا جو اُسے رسولؐ خدا کی طرف دھکیل رہا تھا۔ جب وہ رسولؐ خدا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو ہرن نے فصیح و بلیغ زبان میں کہا:

یارسولؐ اللہ! میرے دو بچے تھے ان میں سے ایک بچے کو شکاری نے شکار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ ایک بچہ میرے پاس تھا جس سے میں اپنا دل بہلایا

کرتی تھی۔ چند لمحے پہلے میں اس بچے کو دودھ دے رہی تھی کہ اچانک کسی نے آواز دی: اے ہرن! جلدی سے اپنا بچہ رسولؐ خدا کی خدمت میں پیش کرو، کیونکہ حسینؑ اپنے نانا رسولؐ اللہ کی خدمت میں کھڑا ہے اور اب نوبت رونے تک آن پہنچی ہے۔ تمام فرشتوں نے عبادت چھوڑ دی ہے۔ اگر حسینؑ نے رونا شروع کیا تو حسینؑ کے گریہ پر تمام فرشتے گریہ کریں گے۔ (بحار الانوار، ۴۳/۳۱۰، حدیث ۷۳)

ہرن نے کہا: میں نے سنا کہ غیب سے آواز آئی: اے ہرن! اس سے پہلے کہ حسینؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہوں خود کو اس تک پہنچاؤ، ورنہ اس بھیڑیا کو تم پر مسلط کروں گا اور تمہیں اور تمہارے بچے کو کھا جائے گا۔

یارسولؐ اللہ! مسافت دُور ہونے کے باوجود میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کی بے حد شکر گزار ہوں کہ حسین علیہ السلام کے آنسو بہنے سے پہلے تم تک پہنچی ہوں۔

یہ حالت دیکھ کر تمام صحابہ کرام نے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے نعرے لگانا شروع کیے۔

رسولؐ خدا نے اس ہرن کے حق میں خیر اور برکت کی دعا فرمائی۔ امام حسینؑ ہرن کا بچہ لے کر اپنی والدہ ماجدہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بی بی بہت خوش ہوئیں۔

## اے محمدؐ کی بیٹی! اس بچے سے کہو میرے بارے میں اپنے نانا رسول اللہ سے بات کریں

**محمد بن اسحاق بالاسناد جاء أبوسفيان إلى علي عليه السلام**

**فقال: يا أبا الحسن! جئتك في حاجة.**

**قال: وفيم جئتني؟**

قال: تمشي معي إلى ابن عمّك محمّد فتسأله أن يعقد لنا عقداً ويكتب لنا كتابًا فقال:

يا أباسفيان! لقد عقد لك رسول الله ﷺ عقداً لا يرجع عنه أبداً وكانت فاطمة من وراء الستر ، والحسن عليه السلام يدرج بين يديها وهو طفل من أبناء أربعة عشر شهراً فقال لها: يابنت محمّد! قولي لهذا الطفل يكلّم لي فيسود بكلامه العرب والعجم.

فأقبل الحسن عليه السلام إلى أبي سفيان وضرب إحدى يديه على أنفه والأخرى على لحيته ثمّ أنطقه الله عزّوجلّ بأن قال: يا أبا سفيان! قل: " لا إله الا الله محمد رسول الله" حتّى أكون شفيعًا

فقال عليه السلام : الحمد لله الّذي جعل في آل محمّد من ذرية محمّد المصطفى نظير يحيى بن زكريّا ﴿وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾

محمد بن اسحاق کہتا ہے: ایک دن ابوسفیان امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے ابوالحسنؑ! مجھے تم سے ایک کام ہے؟

امامؑ نے فرمایا: کیا کام ہے؟

ابوسفیان نے کہا: میرے ساتھ اپنے چچازاد بھائی (محمدؐ) کے پاس چلیں؟ اور ان سے کہیں کہ ہمارے ساتھ ایک قرارداد لکھیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے ابوسفیان! رسولؐ خدا نے جو تم سے پہلے اقرار اور پیمان کیا ہے اس سے کبھی بھی منہ نہیں موڑیں گے۔

فاطمہ زہراؑ یہ گفتگو سن رہی تھیں، امام حسنؑ بھی جو کہ اس وقت چودھاں[1] ماہ کے تھے، اپنی والدہ کے ساتھ گھوم رہے تھے۔ ابوسفیان نے حضرت زہراؑ سے کہا: اے محمدؐ کی بیٹی! اس بچے کو کہو کہ میرے بارے میں اپنے ناناؐ سے بات کریں، تا کہ اس کے ذریعے سے عرب اور عجم پر حکومت کر سکیں۔

فوراً امام حسنؑ ابوسفیان کے پاس آئے۔ ایک ہاتھ اس کی ناک پر اور دوسرا ہاتھ اس کی داڑھی پر مارا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری فرمائے:

"اے ابوسفیان! تم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو تا کہ میں تمہارا شفیع بنوں"۔

جب امیر المومنین علی علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو فرمانے لگے: خدا کی حمد وثنا ہے جس نے آلِ محمدؐ میں محمد مصطفیٰؐ کی ایسی ذریت کو قرار دیا جو یحییٰ ابن زکریاؑ کی طرح ہے۔ جن کے بارے میں خداوند فرماتا ہے: وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا "اور ہم نے فرمان (نبوت) کو بچپن میں اس کے حوالے کیا"۔ (المناقب: ۴/۶۔ بحارالانوار: ۴۳/۳۲۶، حدیث ۶)

## آپؑ سے میری ایک حاجت ہے!؟

أبي ، عن سعد ، عن ابن هاشم وسهل ، عن ابن مرار و عبد الجبّار بن المبارك ، عن يونس ، عمّن حدّثه، عن أبي عبدالله ﷺ قال:

---

[1] یہ روایت سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں "فتح مکہ" کے حصے میں سن آٹھ ہجری میں مذکور ہے۔ دراصل ابوسفیان مشرکوں کے پیمان نامہ کی مدت بڑھانے کے لیے حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ زیادہ معلوم کرنے کے لیے ر۔ک۔ سیرۃ ابن ہشام، ۲/۳۹۶، المناقب، ۱/۲۰۶، الارشاد شیخ مفید: ۳، اعلام الوریٰ: ۳۳۔ اس لحاظ سے امام حسینؑ کی عمر چودھاں نہیں بلکہ صرف پانچ سال تھی۔

إنّ رجلًا مرّ بعثمان بن عفان وهو قاعد على باب المسجد فسأله فأمر له بخمسة دراهم.

فقال له الرجل : أرشدني.

فقال له عثمان: دونك الفتية الّذين ترى و أومأ بيده إلى ناحية من المسجد فيها الحسن والحسين و عبدالله بن جعفر ؑ.

فمضى الرجل نحوهم حتّى سلّم عليهم وسألهم.

فقال له الحسن ؑ : ياهذا! إنّ المسألة لا تحل إلّا في إحدى ثلاث : دم مفجع ، أو دين مقرح ، أو فقر مدقع ففي أيّها تسأل؟

فقال : في وجه من هذه الثلاث.

فأمر له الحسن ؑ بخمسين ديناراً وأمر له الحسين ؑ بتسعة وأربعين ديناراً ، وأمر له عبدالله بن جعفر بثمانية وأربعين ديناراً.

فانصرف الرجل فمرّ بعثمان فقال له: ما صنعت؟

فقال: مررت بك فسألتك فأمرت لي بما أمرت ، ولم تسألني فيما أسأل و إنّ صاحب الوفرة لمّا سألته قال لي: ياهذا! فيما تسأل؟ المسألة لا تحلّ الّا في إحدى ثلاث؟ فأخبرته بالوجه الّذي أسأله من الثلاثة ، فأعطاني خمسين ديناراً وأعطاني الثاني تسعة وأربعين ديناراً وأعطاني الثالث ثمانية وأربعين

دیناراً. فقال عثمان: ومن لك بمثل هؤلاء الفتية؟!
أولئك فطموا العلم فطما وحازوا الخير والحكمة.

راوی کہتا ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک دن عثمان بن عفان سے جو کہ مسجد کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے ملاقات کی اور اس نے دستِ سوال دراز کیا۔ عثمان کے حکم سے اسے مبلغ پانچ ہزار دینار دیئے گئے۔ اس نے عثمان سے کہا: مجھے کسی ایسے شخص کے بارے میں بتاؤ جو زیادہ عطا کر سکے۔

عثمان نے اپنے ہاتھ سے امام حسنؑ، امام حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر کی طرف اشارہ کیا جو مسجد کے کونے میں بیٹھے ہوئے تھے اور اس نے کہا ان جوانوں کے پاس جاؤ۔ اس نے ان بزرگ ہستیوں کے پاس آ کر سلام اور اپنا تقاضا بیان کیا۔

امام حسنؑ نے فرمایا: اے فلاں شخص! سوال کرنا ان تین مقامات کے علاوہ جائز نہیں:

① دیت اور وہ خون جس کی وہ قیمت عطا نہ کر سکے۔

② بہت زیادہ مقروض ہو۔

③ ایسی فقیری جو انسان کو ناچار کر دے۔ اب تم بتاؤ ان تینوں میں سے کس کام کے لیے سوال کر رہے ہو؟

اس نے کہا: ان میں سے ایک کام ہے جس کے لیے سوال کر رہا ہوں۔

امام حسنؑ کے حکم سے اسے سونے کے پچاس دینار دیئے گئے۔ امام حسینؑ نے حکم دیا: اسے اُونچاس سونے کے دینار دیئے جائیں اور حضرت عبداللہ جعفر کے حکم سے اسے اڑتالیس سونے کے دینار دیئے گئے۔ (یہ بات جالب ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے بھائی کے احترام کی وجہ سے اور عبداللہ بن جعفر نے امام حسینؑ کے احترام کے سبب سائل کو ایک ایک درہم کم عطا فرمایا)۔

جب وہ آدمی عثمان کے پاس واپس لوٹ گیا تو عثمان نے اس سے پوچھا: تمہارے کام کا کیا بنا؟

اس نے جواب دیا: میں تمہارے پاس آیا تو تم نے اتنا ہی دیا جتنا تم جانتے ہو لیکن مجھ سے نہ پوچھا کہ کس وجہ سے سوال کر رہے ہو لیکن جب میں نے امام حسنؑ سے سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: تم کیوں سوال کر رہے ہو کیونکہ تین کاموں کے علاوہ سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

میں نے امامؑ کی خدمت میں بیان کیا کہ ان تین مجبوریوں میں سے ایک مجبوری کی بنا پر میں رقم کا سوال کر رہا ہوں تو امام حسنؑ نے سونے کے پچاس دینار مجھے عطا کیے۔ دوسرے نے اُونچاس سونے کے دینار، اور تیسرے نے مجھے اڑتالیس دینار عطا فرمائے۔

عثمان نے کہا: اس طرح کے جوان مرد تمہیں کہاں ملیں گے؟ کیونکہ یہ صاحبانِ علم، صاحبانِ خیر اور صاحبانِ حکمت ہیں۔ (بحارالانوار، ۴۳/۳۳۲، حدیث ۴)

## آپؑ کیوں گریہ کر رہے ہیں؟

و روی أنّه دخلت علیه امرأة جمیلة وهو فی صلاته

فأوجز فی صلاته قال لها: ألك حاجة؟

قالت: نعم.

قال: وما هی؟

قالت: قم فأصب منّی، فانّی وفدت ولا بعل لی.

قال: إلیك عنّی لاتحرقینی بالنار ونفسك.

فجعلت تراوده عن نفسه وهو یبكی ویقول: ویحك إلیك عنّی.

واشتدّ بكاؤه ، فلمّا رأت ذٰلك بكت لبكائه ، فدخل الحسين عليه السلام ورآهما يبكيان ، فجلس يبكي وجعل أصحابه يأتون ويجلسون ويبكون حتّى كثر البكاء وعلت الأصوات فخرجت الأعرابية ، وقام القوم وترحلوا.

ولبث الحسين عليه السلام بعد ذٰلك دهراً لا يسأل أخاه عن ذٰلك إجلالاً له. فبينما الحسن عليه السلام ذات ليلة نائماً إذا استيقظ وهو يبكي.

فقال له الحسين عليه السلام : ما شأنك؟

قال: رؤيا رأيتها الليلة.

قال: وما هي؟

قال: لا تخبر أحداً ما دمت حيًّا

قال: نعم.

قال: رأيت يوسف عليه السلام فجئت أنظر إليه فيمن نظر ، فلمّا رأيت حسنه بكيت فنظر إلي في الناس فقال : ما يبكيك يا أخي بأبي أنت وأمّي؟!

فقلت: ذكرت يوسف عليه السلام وامرأة العزيز ، وما ابتليت به من أمرها وما لقيت من السجن وحرقة الشيخ يعقوب عليه السلام فبكيت من ذٰلك وكنت أتعجّب منه.

فقال يوسف: فهلّا تعجب ممّا فيه المرأة البدوية بالأبواء؟

روایت میں ہے کہ ایک دن دوسرے امام حسن علیہ السلام ابواء میں نماز پڑھ

رہے تھے، اچانک ایک خوبصورت عورت کمرے میں داخل ہوئی جس کی وجہ سے امامؑ نے اپنی نماز کو مختصر کیا اور فرمانے لگے: کیا کوئی کام ہے؟

عورت نے کہا: جی ہاں۔

امامؑ نے فرمایا: کیا کام ہے؟

عورت نے کہا: میرا شوہر مرگیا ہے، میں چاہتی ہوں آپؑ میری ضرورت پوری کریں۔

امامؑ نے فرمایا: مجھ سے دور ہوجا، اپنے ساتھ مجھے بھی دوزخ میں مت جلاؤ۔ عورت مسلسل اصرار کر رہی تھی اور امام حسنؑ رو رہے تھے اور فرما رہے تھے: تم پر وائے ہو، مجھ سے دور ہوجاؤ!

امامؑ بہت زیادہ گریہ کرنے لگے، جب اس عورت نے یہ منظر دیکھا تو وہ بھی رونے لگی، اتنے میں امام حسینؑ داخل ہوئے، جب آپؑ نے ان دونوں کو روتے دیکھا تو آپؑ بھی گریہ کرنے لگے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے امامؑ کے اصحاب بھی گھر میں داخل ہوئے اور وہ بھی گریہ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ گریہ کی آواز بہت زیادہ بلند ہونے لگی۔ اسی اثناء میں وہ عورت گھر سے باہر نکل گئی۔ اس کے بعد امامؑ کے اصحاب بھی خارج ہوگئے۔ بہت زیادہ وقت گزر گیا اور امام حسینؑ نے اپنے بڑے بھائی کے احترام کی وجہ سے اس واقعہ کے بارے میں کچھ بھی نہ پوچھا۔

ایک رات امام حسنؑ آرام فرما رہے تھے، اچانک امام بیدار ہوئے اور رونے لگے۔ امام حسینؑ نے اپنے بھائی سے کہا: آپ کیوں گریہ کر رہے ہیں؟

امام حسنؑ نے فرمایا: اس خواب کی وجہ سے جو آج رات دیکھا ہے۔

امام حسینؑ نے پوچھا: آپ نے کون سا خواب دیکھا ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا: اس شرط پر خواب بتاؤں گا کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی

سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کرو گے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: جی ہاں کسی سے بھی نہیں کہوں گا۔

امام حسنؑ نے فرمایا: (آج میں نے) حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ میں بھی اسی طرح یوسفؑ کے حُسن کا مشاہدہ کر رہا تھا جس طرح دوسرے لوگ کر رہے تھے۔ جب میں نے حُسنِ یوسفؑ کو دیکھا تو رونے لگا۔ حضرت یوسفؑ لوگوں کے درمیان سے میری جانب دیکھنے لگے اور کہا: میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں! میرے بھائی آپ کیوں گریہ کر رہے ہیں؟

میں نے جواب دیا: مجھے یوسفؑ اور عزیز مصر کی ہمسر یاد آ گئیں۔ وہ تکالیف جو اس کی طرف سے آپ کو دی گئیں، آپ کا قید و بند میں جانا، حضرت یعقوبؑ کا آپ کے فراق میں تکلیف اٹھانا، انہی کی وجہ سے میں رو رہا ہوں۔ ان تکالیف کے باوجود آپ کے صبر و تحمل پر مجھے بے حد حیرت ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: آپ ابواء کی اس دیہاتی عورت پر جو آپ کی مزاحم ہوئی تھی، حیرت زدہ کیوں نہیں ہیں؟ (بحارالانوار، ۴۳/۳۶۰، ضمن حدیث۱۴).

## میرے آقا! مجھے اجازت دیں تا کہ میں اپنی حاجت بیان کروں!

وجاء ہ بعض الأعراب فقال : أعطوہ ما فی الخزانۃ.

فوجد فیہا عشرون ألف دینار فدفعہا إلی الأعرابی.

فقال الأعرابی : یا مولای! ألا ترکتنی أبوح بحاجتی وأنشر مدحتی؟ فأنشأ الحسن علیہ السلام:

نحن اناس نوالنا خضل
یرتع فیہ الرجاء والأمل

تجود قبل السؤال أنفسنا
خوفا على ماء وجه من يسل
لو علم البحر فضل نائلنا
لغاض من بعد فيضه خجل

ایک عربی امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ سے کوئی چیز طلب کرنے لگا۔ امامؑ نے حکم دیا: جو کچھ خزانے میں ہے اسے دیا جائے۔ جب خزانے میں دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ سونے کے ۲۰ ہزار دینار موجود تھے۔ جب وہ دینار اس عربی کو دیئے گئے تو امام حسنؑ سے کہنے لگا: کتنا اچھا ہوتا کہ آپؑ صبر کرتے اور میں اپنی حاجت اور آپؑ کی مدحت میں قصیدہ کہتا۔

اس وقت امام حسنؑ نے یہ اشعار بیان فرمائے:

"ہم وہ مرد ہیں جن کی بخشش ہیرے اور جواہر ہوتی ہے ہر آرزو یہاں آکر پوری ہوجاتی ہے۔
ہم سوال کرنے سے پہلے ہی سائل کو عطا کرتے ہیں تاکہ سوال کرنے والے کی آبروریزی نہ ہو۔
اگر دریا کو ہمارے جودوسخا کا پتا چلے شرمندگی سے اس کا پانی خشک ہوجائے گا"۔ (بحارالانوار، ۴۳/۳۴۰، حدیث ۱۴)

## تم پر سلام ہو! اے مومنوں کو شرمسار کرنے والے!

عن أبي حمزة ، عن أبي جعفرؑ قال: جاء رجل من أصحاب الحسنؑ يقال له: سفيان بن ليلى وهو على راحلة له ، فدخل على الحسنؑ وهو محتب في فناء داره فقال له: السلام عليك يا مذلّ

المؤمنين!

فقال له الحسن عليه السلام : انزل ولا تعجل.

فنزل فعقل راحلته في الدار ، وأقبل يمشي حتّى انتهى إليه قال : فقال له الحسن عليه السلام : ما قلت؟

قال: قلت: السلام عليك يا مذلّ المؤمنين!

قال: وما علمك بذلك؟

قال : عمدت إلى أمر الأمّة ، فخلعته من عنقك ، وقلّدته هذا الطاغية ، يحكم بغير ما أنزل الله.

قال : فقال له الحسن عليه السلام : سأخبرك لم فعلت ذلك.

قال: سمعت أبي عليه السلام يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم : لن تذهب الأيام والليالي حتّى يلي أمر هذه الأمّة رجل واسع البلعوم ، رحب الصدر يأكل ولا يشبع وهو معاوية ، فلذلك فعلت. ما جاء بك؟

قال: حبّك؟

قال: الله؟

قال: الله.

فقال الحسن عليه السلام : والله لا يحبّنا عبد أبداً ولو كان أسيراً في الديلم إلاّ نفعه حبّنا، و إنّ حبّنا ليساقط الذنوب من بني آدم كما يساقط الريح الورق من الشجر

ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں: امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: سفیان بن لیلی نامی امام حسنؑ کا ایک صحابی ایک دن اپنے اونٹ پر سوار ہو کر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ

اپنے لباس کے دامن کو ہاتھ میں لے کر امام حسنؑ کے پاس کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے مومنوں کو شرمسار کرنے والے آپؑ پر سلام ہو۔

امامؑ نے فرمایا: اُونٹ سے نیچے اترو اور جلد بازی سے کام مت لو۔

وہ نیچے اُترا اور اپنے اُونٹ کو وہیں گھر میں باندھ دیا اور امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

امامؑ نے فرمایا: تم نے کیا کہا؟

اس نے جواب دیا: میں نے کہا: اے مومنوں کو شرمندہ کرنے والے! تم پر سلام ہو۔

امامؑ نے فرمایا: تم نے کس دلیل سے یہ جملہ کہا؟

اس نے جواب دیا: آپؑ نے امرِ خلافت کو ترک کر کے ایک سرکش انسان کے حوالے کر دیا جو خدا کے احکام کے خلاف حکومت کرتا ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا: میں تجھے اس کا سبب بتاتا ہوں۔ میں نے اپنے والد حضرت علی علیہ السلام سے سنا وہ فرما رہے تھے: کچھ ہی دن گزریں گے کہ ایک ایسا شخص جس کی گردن موٹی اور سینہ کشادہ ہوگا۔ کھائے گا لیکن سیر نہیں ہوگا۔ اس اُمت کا خلیفہ بن جائے گا۔

امامؑ نے فرمایا: وہ شخص معاویہ ہے۔ معاویہ کے ساتھ میری صلح کرنے کا سبب یہی ہے۔ اب تم بتاؤ ہمارے پاس کیوں آئے ہو؟

اس نے جواب دیا: آپؑ سے معصیت اور دوستی کی وجہ سے آیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: صرف رضائے الٰہی کی خاطر آئے ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: جو بھی انسان ہم سے محبت کرتا ہے اگرچہ "دیلم" کے مقام پر

اسیر ہی کیوں نہ ہو، ہماری دوستی اس کے لیے منافع بخش ہے۔ ہماری محبت اس طرح انسان کے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے جس طرح ہوا درختوں کے پتوں کو گرا دیتی ہے۔(رک الاختصاص:۸۲، رجال الکشی:۳۷، بحارالانوار،۴۴/۲۳، حدیث ۷)

## اے ابومحمدؑ! کاش آپ منبر پر جاتے اور ہمیں وعظ و نصیحت کرتے!

روی: أنّ عمرو بن العاص قال لمعاوية: إنّ الحسن بن علي رجل عيي و إنّه إذا صعد المنبر و رمقوه بأبصارهم خجل وانقطع ، لو أذنت له.

فقال معاوية: يا أبا محمّد! لو صعدت المنبر ووعظتنا!

فقام فحمد الله وأثنى عليه ، ثمّ قال:

من عرفني فقد عرفني ومن لم يعرفني فأنا الحسن بن علي وابن سيّدة النساء فاطمة بنت رسول الله ﷺ ، أنا ابن رسول الله ، أنا ابن نبي الله ، أنا ابن السراج المنير ، أنا ابن البشير النذير. أنا ابن من بعث رحمة للعالمين ، أنا ابن من بعث إلى الجن والانس ، أنا ابن خير خلق الله بعد رسول الله ﷺ، أنا ابن صاحب الفضائل ، أنا ابن صاحب المعجزات والدلائل ، أنا ابن أمير المؤمنين ، أنا المدفوع عن حقّي ، أنا واحد سيّدي شباب أهل الجنّة.

أنا ابن الركن والمقام ، أنا ابن مكّة ومنى ، أنا ابن المشعر وعرفات ، فاغتاظ معاوية وقال: خذ في نعت الرطب ودع ذا.

فقال: الريح تنفخه والحرّ ينضجه ، وبرد الليل يطيبه ثمّ عاد فقال:

أنا ابن الشفيع المطاع ، أنا ابن من قاتل معه الملائكة ، أنا ابن من خضعت له قريش ، أنا ابن امام الخلق وابن محمّد رسول الله ﷺ. فخشي معاوية أن يفتتن به الناس ، فقال: يا أبا محمّد! انزل فقد كفى ما جرى. فنزل فقال له معاوية: ظننت أن ستكون خليفة ، وما أنت وذاك؟! فقال الحسن ؑ :

إنّما الخليفة من سار بكتاب الله ، وسنّة رسول الله، ليس الخليفة من سار بالجور وعطل السنّة ، واتّخذ الدنيا أباً واماً ، ملك ملكاً متع به قليلاً ، ثمّ تنقطع لذّته ، وتبقى تبعته.

وحضر المحفل رجل من بني أُميّة وكان شاباً فأغلظ للحسن ؑ كلامه ، وتجاوز الحدّ في السبّ والشتم له ولأبيه.

فقال الحسن ؑ: اللهم غير ما به من النعمة واجعله انثى ليعتبربه.

فنظر الأموى في نفسه ، وقد صار امرأة قد بدل الله له فرجه بفرج النساء وسقطت لحيته.

فقال الحسن ؑ : اعزبى! مالك ومحفل الرجال؟ فانّك امرأة.

ثمّ إنّ الحسن عليه السلام سكت ساعة ثمّ نفض ثوبه، ونهض ليخرج ، فقال ابن العاص: اجلس فانّى أسألك مسائل.

قال عليه السلام : سل عمّا بدالك.

قال عمرو : أخبرني عن الكرم والنجدة والمروءة.

فقال عليه السلام : أمّا الكرم فالتبرع بالمعروف والاعطاء قبل السؤال.

وأمّا النجدة فالذبّ عن المحارم ، والصبر في المواطن عند المكاره.

وأمّا المروءة فحفظ الرجل دينه ، واحرازه نفسه من الدنس وقيامه بأداء الحقوق وإفشاء السلام.

فخرج. فعذل معاوية عمرواً ، فقال: أفسدت أهل الشام.

فقال عمرو: إليك عنّي إنّ أهل الشام لم يحبّوك محبّة إيمان ودين. إنّما أحبّوك للدنيا ينالونها منك والسيف والمال بيدك ، فما يغني عن الحسن كلامه.

ثمّ شاع أمر الشاب الأموی وأتت زوجته إلى الحسن عليه السلام فجعلت تبكي وتتضرّع فرقا له ، ودعا فجعله الله كما كان.

روایات میں ہے کہ ایک دن عمرو بن عاص نے معاویہ سے کہا: حسنؑ کو تقریر کرنا نہیں آتا اگر وہ منبر پر جائے اور لوگ اسے شرمسار کریں تو شرمندہ ہو کر اپنی گفتگو ختم کرے گا۔ کاش! آپ اسے کہتے اور وہ سخن رانی (تقریر) کرتا۔

معاویہ نے امام حسنؑ سے کہا: اے ابا محمد! کاش آپؑ منبر پر جاتے اور ہمیں وعظ و نصیحت کرتے۔

امام حسنؑ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد فرمانے لگے:

"جو بھی مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں حسنؑ ابن علیؑ ہوں، میں دنیا کی عورتوں کی سردار خاتونِ جنت، فاطمہؑ بنت محمدؐ کا فرزند ہوں۔ میں رسولؐ خدا کا فرزند ہوں، میں پیغمبرؐ خدا کا فرزند ہوں، میں درخشندہ نور کا فرزند ہوں، میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں، میں اس ہستی کا فرزند ہوں جسے رحمت للعالمین بنا کر دنیا میں بھیجا گیا، میں اس ہستی کا فرزند ہوں جو جنوں اور انسانوں کے لیے بھیجے گئے۔ میں اس ہستی کا فرزند ہوں جو پیغمبرؐ خدا کے بعد مخلوقِ خدا میں سب سے زیادہ افضل ہے۔ میں صاحب مناقب و فضائل، صاحب معجزات و دلائل کا فرزند ہوں۔ میں امیرالمومنینؑ کا فرزند ہوں، میں وہی ہوں جس کا حق غصب کیا گیا ہے۔ میں جوانانِ جنت کے دو سرداروں میں سے ایک ہوں۔

میں رکن و مقام، مکہ و منیٰ، مشعر و عرفات کا فرزند ہوں، معاویہ جسے امامؑ سے اس طرح کی تقریر کی اُمید نہ تھی، اچانک غصہ ہو گیا اور آنحضرتؑ سے کہنے لگا: ان باتوں کو چھوڑو، رطب مطالب (تازہ باتیں) بیان کرو۔

امام حسنؑ نے فرمایا: رطب (تازہ کھجور) کو ہوا باردار کرتی ہے، گرمی پکاتی ہے اور رات کی ٹھنڈک اسے پسندیدہ بناتی ہے۔

اس کے بعد امامؑ نے اپنی تقریر کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا: میں اس شفیع کا فرزند ہوں جس کی اطاعت واجب ہے۔ میں اس ہستی کا فرزند ہوں جس کے رکاب پر سوار ہو کر فرشتے جنگ کرتے تھے۔ میں اس ہستی کا فرزند ہوں جس کے سامنے قریش عاجزی اور انکساری کرتے تھے۔ میں لوگوں کے امامؑ کا فرزند ہوں، میں پیغمبرؐ خدا

محمد مصطفیٰؐ کا فرزند ہوں۔

اتنے میں معاویہ ڈر گیا کہ کہیں فتنہ بپا نہ ہو جائے اور کہنے لگا: اے ابو محمدؑ! بیچے آیئے! اتنا کافی ہے۔ جب امامؑ نیچے اترے تو معاویہ کہنے لگا، میں سمجھتا تھا تم میرے بعد خلیفہ بنو گے لیکن تم کہاں اور مقامِ خلافت کہاں؟!

امام حسنؑ فرمانے لگے: خلیفہ وہ ہے جو احکامِ خدا اور رسولؐ خدا کی سنت کو رائج کرے۔ خلیفہ وہ نہیں جو ظلم و ستم کو رائج کرے اور سنتِ رسولؐ خدا کو ختم کر دے، اور دنیا کو اپنا ماں باپ سمجھنے لگے، خلافت کا تھوڑا سا عرصہ اپنے ہاتھ میں لے اور اس سے فائدے اُٹھائے۔ اچانک اس کی لذت ختم ہو جائے اور مسئولیت باقی رہ جائے۔

اتنے میں بنو اُمیہ میں سے ایک نوجوان اُٹھا اور وہ امام حسنؑ کو غلط باتیں کہنے لگا۔ اس نے امامؑ کو گالیاں دیں اور امام علیؑ کے خلاف بہت غلط باتیں کہیں۔

امام حسنؑ نے اسے بددعا دی اور فرمانے لگے: پروردگارا! اس نعمت (مردانگی) کو اس سے لے لے اور اسے عورت بنا دے، تاکہ وہ عبرت حاصل کرے۔ جس وقت وہ اُموی نوجوان متوجہ ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہ عورت بن چکا ہے اور خداوند عالم نے اس کے آلۂ مردانگی کو آلۂ زن میں تبدیل کر دیا ہے۔ فوراً اس کی داڑھی کے بال نیچے گرنے لگے۔

اسی وقت امام حسنؑ نے فرمایا: یہاں سے اُٹھ کر کسی کونے میں جاؤ۔ مردوں کی محفل میں تمہارا کیا کام؟؟ کیونکہ تم عورت ہو۔

امام حسنؑ نے تھوڑا ٹھہرنے کے بعد کپڑوں کو جھاڑا اور پھر کھڑے ہو کر جانے لگے۔ عمرو بن عاص نے امامؑ کی جانب مخاطب ہو کر کہا: بیٹھ جائیں تاکہ آپؑ سے کچھ مسائل دریافت کروں۔

امامؑ نے فرمایا: جو جی میں آئے پوچھ لو۔

اس نے کہا: آپ مجھے کرم، نجدہ، دلیری اور مروت کے معنی بتائیں۔

امامؑ نے فرمایا: کرم یہ ہے کہ انسان نیک کام اپنی مرضی اور رغبت سے انجام دے۔ قبل ازیں اس سے سوال کیا جائے، وہ عطا کرے۔ نجدہ اور دلیری یہ ہے کہ انسان اپنے محرم (رشتہ داروں) کا دفاع کرے اور ناخوشگوار موقع پر صبر کرے۔

مروّت اور جوانمردی یہ ہے کہ انسان اپنے دین اور آئین کی حفاظت کرے اور اپنے آپ کو خراب کاموں سے دُور رکھے اور حقوق کی ادائیگی کے لیے قیام کرے اور واضح اور آشکار سلام کہے۔ اس کے بعد امامؑ اس محفل سے باہر نکل گئے۔

(امامؑ کے جانے کے بعد) معاویہ، عمرو بن العاص کو سرزنش کرنے لگا کہ تم شام میں فساد بپا کرو گے۔

عمرو بن عاص نے کہا: میری یہ بات جان لو کہ اہلیانِ شام تم کو دین اور ایمان کے لحاظ سے پسند نہیں کرتے۔ فقط تم کو تمہاری دنیا سے فائدہ اٹھانے کی خاطر پسند کرتے ہیں، کیونکہ دنیاوی مال اور شمشیر صرف تمہارے ہاتھ میں ہے اور حسنؑ ابن علیؑ کی باتیں ان کو بے نیاز نہیں کریں گی۔

اس واقعے کے بعد اس اموی جوان کا قصہ یہیں پر مشہور ہو گیا۔ اس جوان کی بیوی امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر گریہ وزاری کرنے لگی۔ امامؑ کو اس عورت پر رحم آ گیا اور آپ نے دعا فرمائی اور وہ جوان اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ (بحارالانوار، ۶۶/۸۸، ذیل حدیث ۲)

## ہمیں زندگی چاہیے!

في كتاب "اعلام الدين" للديلمي : قال: خطب الحسن بن علي عليه السلام بعد وفاة أبيه فحمد الله وأثنى عليه ، ثم قال:

أما والله ما ثنانا عن قتال أهل الشام ذلّة ولا قلّة ولكن كنّا نقاتلهم بالسلامة والصبر ، فشيب السلامة بالعداوة ، والصبر بالجزع وكنتم تتوجّهون معنا ودينكم أمام دنياكم ، وقد أصبحتم الآن ودنياكم أمام دينكم وكنّا لكم وكنتم لنا ، وقد صرتم اليوم علينا.

ثمّ أصبحتم تصدون قتيلين: قتيلًا بصفّين تبكون عليهم ، وقتيلًا بالنهروان تطلبون بثأرهم ، فأمّا الباكي فخاذل ، وأمّا الطالب فثائر ، و إنّ معاوية قد دعا إلى أمر ليس فيه عز ولا نصفة ، فان أردتم الحياة قبلناه منه ، وأغضضنا على القذى ، و إن أردتم الموت ، بذلنا في ذات الله وحاكمناه إلى الله.

فنادى القوم بأجمعهم : بل البقية والحياة.

کتاب ''اعلام الدین'' دیلمی میں ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسنؑ نے ایک تقریر کی جس میں خداوند عالم کی حمد وثناء کے بعد فرمانے لگے:

جان لو! خدا کی قسم! طاقت کی کمی اور ذلت نے ہمیں اہلِ شام سے لڑنے سے نہیں روکا، ہم سلامتی اور صبر کے ساتھ ان کے ساتھ لڑیں گے۔ سلامتی، دشمنی کے ساتھ اور صبر، بے صبری کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ تم لوگ (پہلے) اس حالت میں ہماری طرف متوجہ تھے کہ تمہارا دین تمہاری دنیا پر مقدم تھا لیکن اب تمہاری دنیا تمہارے دین پر مقدم ہے (پہلے) تم ہمارے لیے تھے اور ہم تمہارے لیے لیکن آج تم لوگوں نے ہمارے خلاف قیام کیا ہے۔ تم دو طرح کے مقتولوں کی وجہ سے لڑنے سے پرہیز کر رہے ہو۔

ایک صفین کے مقتول جن پر تم رو رہے ہو اور دوسرے نہروان کے مقتول جن

کے خون کا تم مطالبہ کر رہے ہو۔ جو رو رہا ہے وہ مارا ہوا ہے اور جو خون کا مطالبہ کر رہا ہے وہ فتنے میں ہے۔ معاویہ نے لوگوں کو ایسی بات کی دعوت دی ہے جس میں عزت اور عدالت نہیں ہے۔ اگر تم لوگ جینا چاہتے ہو تو ہم اس سے زندگی کو قبول کریں گے اور اگر مرنا چاہتے ہو تو ہم اسے خدا کے حوالے کریں گے اور خدا سے اس کا فیصلہ لیں گے (امامؑ کا خطاب سن کر) ہر طرف سے صدائیں آنے لگیں: ''ہمیں بقا اور زندگی چاہئے''۔ (بحارالانوار، ۴۴/۲۱، حدیث ۵)

## آپ امان میں کیوں اور یہ امان میں کیوں نہیں!؟

اسماعیل بن أبان باسنادہ عن الحسن بن علی علیہما السلام أنہ مرّ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بحلقة فیھا قوم من بنی أمیّة ، فتغامزوا بہ ، وذلک عند ما غلب معاویة علی ظاھر أمرہ.

فرآھم وتغامزھم بہ ، فصلّی رکعتین ثمّ قال:

قد رأیت تغامزکم أما واللہ لا تملکون یوماً إلاّ ملکنا یومین ، ولا شھراً إلاّ ملکنا شھرین ولا سنة إلاّ ملکنا سنتین ، و إنّا لنأکل فی سلطانکم ، ونشرب ونلبس وننکح ونرکب وأنتم لا تأکلون فی سلطاننا ولا تشربون ولا تنکحون.

فقال لہ رجل: فکیف یکون ذلک یا أبا محمّد؟ وأنتم أجود الناس وأرأفھم وأرحمھم ، تأمنون فی سلطان القوم ، ولا یأمنون فی سلطانکم؟

فقال: لأنّھم عادونا بکید الشیطان ، وکید الشیطان

**ضعيف ، وعاديناهم بكيد الله وكيد الله شديد.**

اسماعیل بن ابان کہتا ہے: ایک دن امام حسن علیہ السلام مسجد نبوی سے گزرے، آپؑ نے کچھ بنوامیہ کے لوگوں کو دیکھا جو اپنی آنکھوں سے آپ کی جانب اشارہ کر رہے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب معاویہ نے حکومت پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ امام حسنؑ نے دو رکعت نماز ادا کی اور فرمانے لگے:

"میں تمہارے اشارے کی طرف متوجہ ہوا تھا، لیکن خدا کی قسم! کوئی بھی ایسا دن نہیں کہ جب تم حکومت کرو گے تو ہم دو دن حکومت کریں گے۔ اگر تم ایک مہینہ حکومت کرو گے ہم دو مہینے حکومت کریں گے۔ اگر تم ایک سال سلطنت کر لو گے تو ہم دو سال تک سلطنت کریں گے۔ ہم تمہاری حکومت کے ایام میں کھائیں گے، پئیں گے، لباس پہنیں گے، شادی کریں گے اور اپنی سواریوں پر سوار ہوں گے لیکن تم لوگ ہماری حکومت کے ایام میں نہ کھاؤ گے، نہ پیو گے، اور نہ ہی شادی کر سکو گے۔

ایک شخص کہنے لگا: یہ کیسے ممکن ہے آپ لوگوں میں سب سے زیادہ بخشنے والے، سب سے زیادہ رؤف اور سب سے زیادہ مہربان ہیں اور آپؑ ان کی حکومت کے ایام میں امان میں رہو گے اور یہ تمہاری حکومت کے دوران امان میں نہیں رہیں گے؟

امامؑ نے فرمایا: کیونکہ انہوں نے شیطانی مکروفریب کے ذریعے ہم سے دشمنی کی ہے اور شیطان کا مکروفریب بہت ضعیف اور کمزور ہے لیکن ہم نے خدا کی طاقت سے ان سے جنگ کی ہے۔ اور خدا کی طاقت بہت شدید اور سخت ہے۔ (مناقب آل ابی طالبؑ، ج۳، ۸/۔ بحارالانوار، ۴۴/۹۰، حدیث ۳)

## اے حسنؑ! میں تم سے بہتر ہوں!

**وقال معاوية للحسن بن علي ؑ: أنا الخير منك يا حسن!**

**قال: وكيف ذاك يا ابن هند؟**

قال: لأنّ الناس قد أجمعوا عليّ ولم يجمعوا عليك.
قال: هيهات هيهات لشرّ ما علوت ، يابن آكلة الأكباد! المجتمعون عليك رجلا بين مطيع ومكره، فالطائع لك عاص لله ، والمكره معذور بكتاب الله، وحاش الله أن أقول : أنا خير منك فلا خير فيك ، ولكن الله برأني من الرذائل كما برأك من الفضائل.

روایات میں ہے کہ ایک دن معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے کہا: اے حسنؑ! میں تم سے بہتر ہوں۔

امامؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: اے ہند کے بیٹے! کس طرح؟

معاویہ نے کہا: وہ اس طرح کہ لوگ میرے اطراف میں موجود ہیں اور تمہارے اطراف میں کوئی بھی نہیں ہے!

امام حسنؑ نے فرمایا: هیهات! اے جگر کھانے والی ہند کے بیٹے! یہ سب سے بُری جگہ ہے جو تمہیں حاصل ہوئی ہے کیونکہ تمہارے اطراف میں موجود دو طرح کے لوگ ہیں: کچھ لوگ تمہارے مطیع و فرمانبردار ہیں اور کچھ مجبور ہیں۔

وہ لوگ جو تمہارے مطیع ہیں وہ خدا کی نافرمانی کر رہے ہیں اور جو لوگ مجبوری کی وجہ سے تمہارے فرمانبردار ہیں ان کی یہ مجبوری، خدا کی بارگاہ میں قابلِ قبول ہے۔

لیکن میں یہ نہیں کہوں گا کہ تم سے بہتر ہوں، کیونکہ تمہارے اندر کوئی خیر نہیں، بلکہ کہوں گا خدا نے مجھے پست اور خراب صفات سے پاک کیا ہے۔ جس طرح تجھے نیک اور اچھی صفات سے دُور رکھا ہے۔ (بحار الانوار، ۴۴/۱۰۴)

## آپ کو کس نے قتل کیا ہے؟

وقال الحافظ في "الحلية" روى عن عمر بن اسحاق

قال: دخلت أنا ورجل على الحسن بن علي عليه السلام نعوده

فقال: يافلان! سلني.

قال: لا والله لا أسالك حتّى يعافيك الله ثمّ نسألك.

قال: ثمّ دخل (الخلاء) ثمّ خرج إلينا فقال: سلني قبل أن لا تسألني.

قال: بل يعافيك الله ثمّ لنسألك.

قال: ألقيت طائفة من كبدي وإنّي قد سقيت السم مرار فلم اسق مثل هذه المرة.

ثمّ دخلت عليه من الغد، وهو يجود بنفسه، والحسين عليه السلام عند رأسه، فقال: يا أخي! من تتّهم؟

قال: لم؟ لتقتله؟

قال: نعم.

قال: إن يكن الّذي أظن فانه أشد بأساً وأشد تنكيلاً، وإلّا يكن فما أحبّ أن يقتل بي برئ. ثمّ قضى عليه السلام.

عمر بن اسحاق کہتا ہے میں اور ایک اور آدمی امام حسن علیہ السلام کی عیادت کے لیے گئے۔ امامؑ نے اس آدمی کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا: اے فلاں شخص! مجھ سے پوچھ لو۔

اس نے جواب دیا: جی نہیں خدا کی قسم! جب تک آپ مکمل شفایاب نہیں ہو جاتے میں کوئی بھی سوال نہیں پوچھوں گا۔ جب خدا آپ کو شفا عطا فرمائے گا پھر سوال پوچھوں گا۔

راوی کہتا ہے: امام حسنؑ طہارت کے لیے گئے اور واپس آ کر فرمانے لگے: مجھ

سے پوچھ لو، اس سے قبل کہ مجھ سے سوال نہ کرسکو۔

اس شخص نے کہا: ان شاء اللہ! خداوند عالم آپ کو شفا عطا فرمائے گا اور ہم آپؑ سے سوال پوچھیں گے۔

آپؑ نے فرمایا: میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ہیں اور مسلسل مجھے زہر دیا گیا ہے لیکن اس دفعہ سب سے زیادہ سخت زہر دیا گیا ہے۔

راوی کہتا ہے: میں دوسرے دن بھی امامؑ کی خدمت میں مشرف ہوا، دیکھا کہ امامؑ حالتِ احتضار میں تھے اور امام حسینؑ ان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔

امام حسینؑ نے پوچھا: آپ کو کس نے قتل کیا ہے؟!

امام حسنؑ نے فرمایا: یہ باتیں کیوں کہہ رہے ہو؟ کیا تم اسے قتل کروگے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں!

امام حسنؑ نے فرمایا: اگر وہی شخص ہے جس کے بارے میں گمان کر رہا ہوں تو خدا کا اس پر سخت عذاب ہوگا اور اگر وہ نہ ہوا تو میں نہیں چاہتا میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل ہوجائے۔ آپؑ یہ فرما کر شہید ہوگئے۔ (الحلیہ: ۳/۱۳۲۔ بحار الانوار، ۴۴/۱۳۸)

## کیا ہوا؟ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں؟

أحمد بن الحسن ، عن ابن أسباط يرفعه إلى أمير المؤمنين عليه السلام قال: دخل أمير المؤمنين عليه السلام الحمام فسمع صوت الحسن والحسين عليهما السلام قد علا ، فقال لهما: ما لكما فداكما أبي و أمّي؟

فقالا: اتبعك هذا الفاجر فظننا أنه يريد أن يضرّك.

قال: دعاه والله ما اطلق إلا له.

ابن اسباط ایک روایت میں کہتے ہیں: ایک دن حضرت امیرالمومنین علی علیہ

السلام حمام میں داخل ہوئے، اچانک امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی آوازیں بلند ہوئیں۔
امیر المومنینؑ نے فرمایا: کیا ہوا؟ میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں۔
انہوں نے عرض کیا: یہ بدکار فاجر آپ کی جاسوسی کر رہا تھا۔ ہم نے محسوس کیا کہ یہ آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔
امیر المومنینؑ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، خدا کی قسم! اس کے علاوہ کسی اور کو نہیں چھوڑوں گا۔ (بصائر الدرجات: ۱۴۰۔ بحار الانوار، ۴۲/۱۹۷، حدیث ۱۵)

## حق و باطل کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

روی أنّ عليًا عليه السلام كان في الرحبة فقام إليه رجل فقال: أنا من رعيتك وأهل بلادك؟

قال عليه السلام: لست من رعيتي ولا من أهل بلادي وإنّ ابن الأصفر بعث بمسائل إلى معاوية فأقلقته وأرسلك إلى لأجلها.

قال: صدقت يا أمير المؤمنين! إنّ معاوية أرسلني إليك في خفية وأنت قد اطّلعت على ذلك ولا يعلمها غير الله.

فقال عليه السلام: سل أحد ابني هذين.

قال: أسأل ذا الوفرة يعني الحسن عليه السلام.

فأتاه فقال له الحسن عليه السلام: جئت تسأل كم بين الحق والباطل؟

وكم بين السماء والأرض؟

وكم بين المشرق والمغرب؟

وما قوس قزح؟
وما المؤنّث؟
وما عشرة أشياء بعضها أشدّ من بعض؟
قال: نعم.
قال الحسن عليه السلام: بين الحق والباطل أربع أصابع، ما رأيته بعينك فهو حق وقد تسمع بأذنيك باطلاً.
وبين السماء والأرض دعوة المظلوم ومد البصر.
وبين المشرق والمغرب مسيرة يوم للشمس.
وقزح اسم الشيطان، وهو قوس الله وعلامة الخصب وأمان لأهل الأرض من الغرق.
وأمّا المؤنث فهو الّذي لا يدري أذكر أم انثى فانّه ينتظر به فانه كان ذكراً احتلم و إن كانت انثى حاضت وبدا ثديها والّا قيل له: بل! فان أصاب بوله الحائط فهو ذكر، و إن انتكص بوله على رجليه كما ينتكص بول البعير، فهو انثى.
وأمّا عشرة أشياء بعضها أشدّ من بعض فأشدّ شيئ خلق الله الحجر، وأشدّ منه الحديد يقطع به الحجر، وأشدّ من الحديد النار تذيب الحديد، وأشدّ من النار الماء، وأشدّ من الماء السحاب، وأشدّ من السحاب الريح تحمل السحاب، وأشدّ من الريح الملك الّذي يردها، وأشدّ من الملك ملك الموت

الّذی یمیت الملک ، وأشدّ من ملک الموت الموت
الّذی یمیت ملک الموت، وأشدّ من الموت أمر اللّٰہ
الّذی یدفع الموت.

روایت میں ہے کہ ایک دن امیرالمومنین علی علیہ السلام "رحبہ" میں تھے۔ ایک شخص کھڑے ہو کر کہنے لگا: میں آپؑ کی رعیت اور آپؑ کے شہر سے ہوں۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: تم میری رعیت سے ہو لیکن میرے شہروں سے نہیں ہو، حقیقت میں روم کے بادشاہ نے تمہیں کچھ سوال پوچھنے کے لیے معاویہ کے پاس بھیجا۔ لیکن معاویہ ان سوالات کے جواب نہ دے سکا اور اُس نے تمہیں میرے پاس بھیج دیا ہے۔

اس شخص نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! آپؑ نے سچ کہا۔ معاویہ نے مجھے مخفیانہ آپ کی طرف بھیجا ہے لیکن آپؑ اس سے آگاہ تھے درحالیکہ خدا کے علاوہ کوئی اور اس راز کو نہیں جانتا تھا۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: میرے ان دونوں فرزندوں میں جس سے چاہو اپنی مشکل پوچھ لو۔

اس شخص نے کہا: میں اس آقا زادے سے پوچھتا ہوں جس کے بال خوبصورت اور زیادہ ہیں۔ اس کا مقصد امام حسنؑ تھے۔ اسی دوران امام حسنؑ اس شخص کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے:

تم اس لیے آئے ہو تاکہ پوچھو کہ:

① حق و باطل کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

② زمین و آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

③ مشرق اور مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

④ قوس اور قزح کیا ہے؟

⑤ مؤنث[1] کیا ہے؟

⑥ وہ دس چیزیں کون سی ہیں جو ایک دوسرے سے زیادہ سخت ہیں؟

اس شخص نے کہا: جی ہاں (بالکل اسی طرح ہے)

امام حسنؑ نے فرمایا:

① حق و باطل کے درمیان اندازاً چار انگشت کا فاصلہ ہے، کیونکہ جو کچھ تم اپنی آنکھوں سے دیکھو وہ حق ہے اور (اکثر موارد میں) جو کانوں سے سنو وہ باطل ہے۔

② زمین اور آسمان کے درمیان مظلوم انسان کی بددعا کا فاصلہ ہے اور جتنی مقدار آنکھ دیکھ رہی ہے۔

③ مشرق اور مغرب کے درمیان سورج کے ایک دن کی مسافت طے کرنے جتنا فاصلہ ہے۔

④ قزح، شیطان کا نام ہے، اور قوس، خدائی ہے اور (نعمتوں کی) فراوانی اور اہلیان زمین کے لیے غرق ہونے سے امن و امان میں رہنا بھی یہی (قوس) ہے۔

⑤ مؤنث اور خنثیٰ وہ ہے جس کے مرد یا عورت ہونے کا علم نہ ہو، اس کی حالت پر غور و فکر کرنا چاہیے (کیونکہ) اگر وہ مرد ہوگا، اسے احتلام ہوگا اور اگر عورت ہے تو اسے حیض آئے گا اور اس کے پستان ظاہر ہوں گے اور اگر اس طرح سے اس کی جنسیت معلوم نہ ہو تو پیشاب کے وقت (جنسیت) معلوم ہو جائے گی۔ اگر اس کا پیشاب اُچھل کر نکلے اور دیوار کو جا کر لگے وہ مرد ہے لیکن اگر (اس کا پیشاب) اُونٹ کی طرح پاؤں کی جانب گرے تو وہ عورت ہوگی۔

⑥ اور وہ دس چیزیں جو ایک دوسرے سے زیادہ سخت ہیں وہ یہ ہیں:

خداوند عالم نے جو سخت ترین چیز خلق فرمائی ہے وہ پتھر ہے، اور پتھر سے زیادہ

---

① فیروز آبادی کہتا ہے: مؤنث یعنی مخنث اور وہ خنثیٰ کے معنی میں ہے۔

سخت لوہا ہے جس کے ذریعے پتھر کو ریزہ ریزہ کیا جاتا ہے اور لوہے سے زیادہ سخت آگ ہے جو لوہے کو بھی پگھلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ سخت پانی ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے اور پانی سے زیادہ سخت بادل ہیں جو پانی کو اُٹھاتے ہیں۔ بادل سے بھی زیادہ سخت ہوا ہے جو بادل کو اُٹھاتی اور اسے (جگہ جگہ) پھیلا دیتی ہے۔ اور ہوا سے زیادہ سخت وہ فرشتہ ہے جو اسے چلاتا ہے اور اس فرشتے سے زیادہ سخت ملک الموت ہے جو اس فرشتے کو مارتا ہے اور ملک الموت سے زیادہ سخت موت ہے جو ملک الموت کو بھی مار ڈالے گی اور موت سے زیادہ سخت فرمانِ خدا ہے جو اسے ٹال دیتا ہے۔ (بحارالانوار، ۴۳/۳۴۵، حدیث ۵)

## امام حسنؑ سے ایک درخواست

روی أنه سأل الحسن بن علي عليهما السلام رجل، فأعطاه خمسين ألف درهم وخمس مائة دينار، وقال: ائت بحمّال يحمل لك.

فأتى بحمّال فأعطى طيلسانه فقال: هذا كرى الحمّال.

روایات میں ہے کہ ایک دن کسی شخص نے امام حسن علیہ السلام سے پیسوں کی درخواست کی۔ امامؑ نے اسے پچاس ہزار دینار عطا فرمائے اور کہا: کوئی حمّال (اٹھانے والا) لے کر آؤ تاکہ یہ رقم تمہارے واسطے لے کر جائے۔ جب وہ حمّال کو لے کر آیا تو آپؑ نے اپنی "قبا" اس حمّال کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: یہ ان پیسوں کے اٹھانے کا کرایہ ہے۔ (بحارالانوار، ۴۳/۳۴۰، حدیث ۱۴ کے ضمن میں)

## عقل کیا ہے؟

الطوسي، عن أبي جعفر الجوهري عن ابراهيم بن

محمّد الكوفي ، رفعه قال: سئل الحسن بن علي عليه السلام عن العقل.

قال: التجرّع للغصّة ومداهنة الأعداء.

قال العلّامة المجلسي: المداهنة: إظهار خلاف ما تضمر وهو قريب من معنى المداراة.

ابراہیم بن محمد کوفی ایک روایت میں کہتے ہیں: امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے عقل کے بارے میں پوچھا گیا:

التجرع للغصّة ومداهنة الأعداء

یعنی آپؑ نے فرمایا: عقل، ایک دم غصے کو پی جانا اور دشمنوں کے ساتھ سازش کرنا ہے۔

اس پُرمعنی روایت کی وضاحت میں علامہ مجلسی لکھتے ہیں: سازش اور فریب دینا۔

انسان کے ضمیر میں موجود سوچ کے خلاف اظہار کرنا ہے اور یہ حسنِ اخلاق کے نزدیکی معنی ہے۔

## انسان کس طرح مطالب یاد کرتا اور کس طرح فراموش کر دیتا ہے؟

فيما سأل الخضر الحسن بن علي عليه السلام: أخبرني عن الرجل كيف يذكر وينسى؟ قال: إنّ قلب الرجل في حق ، وعلى الحق طبق ، فان صلّى الرجل عند ذلك على محمّد وآل محمّد صلاة تامّة انكشف ذلك الطبق عن ذلك الحق فأضاء القلب ، وذكر الرجل ما كان نسي ، وإن هو لم يصلّ على محمّد وآل محمّد

أو نقص من الصلاة عليهم ، انطبق ذٰلك الطبق على ذٰلك الحق فأظلم القلب ، ونسي الرجل ما كان ذكره.

حضرت امام حسن علیہ السلام سے حضرت خضر علیہ السلام کے سوالات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت خضرؑ نے پوچھا: انسان کس طرح مطالب یاد کرتا ہے اور کس طرح فراموش کر دیتا ہے؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: انسان کا دل ایک ظرف میں ہے اور اس ظرف کے اوپر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اگر انسان کوئی چیز یاد کرنا چاہے اور محمدؐ و آل محمدؐ پر کامل صلوات بھیجے تو اس ظرف سے پردہ اُٹھ جاتا ہے اور دل کھل جاتا ہے: بہ الفاظ دیگر (دل) روشن ہو جاتا ہے اور جو کچھ انسان بھول چکا ہے اسے یاد آ جاتا ہے اور اگر انسان محمدؐ و آل محمدؐ پر صلوات نہ بھیجے یا ناقص صلوات بھیجے، یعنی آل محمدؐ کے ذکر کے بغیر کہے تو دل کا پردہ نہیں اُٹھتا۔ نتیجتاً دل اسی طرح تاریک رہتا ہے اور اس کی فراموشی برطرف نہیں ہوتی۔ (علل الشرائع: ۹۱/۱۔ عیون الاخبار: ۶۶/۱۔ الاحتجاج: ۴۲۰ وغیرہ)

## آپ متکبر ہیں؟

محمّد بن العبّاس عن أبي الأزهر عن الزبير بن بكّار عن بعض أصحابه قال: قال رجل للحسن عليه السلام : إنّ فيك كبراً؟

فقال: كلّا ، الكبر لله وحده ، ولكن في عزّة ، قال الله تعالى: ﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

راوی کہتا ہے کہ ایک مرد بے ادبانہ طور پر امام حسن علیہ السلام سے کہنے لگا: آپؑ متکبر ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:

كلا ، الكبر لله وحده ولكنّ فی عزة ، مال الله تعالٰی:
وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (سورۂ منافقون، آیہ۸)
"کبریائی صرف اللہ رب العزت کے لیے ہے، البتہ میرے لیے عزت ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "عزت صرف اللہ، رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے"۔ (کنز الفوائد،۳۴۱)

......✿......

فصل سوم

# قرآنِ مجید کے بارے میں سوالات

## اے حسنؑ! اس کے جواب دو!

عبيد بن كثير عن أحمد بن صبيح عن الحسين بن علوان عن جعفر عن أبيه عن جدّه ؑ قال:

قام رجل إلى علي ؑ فقال: يا أمير المؤمنين! أخبرنا عن الناس ، وأشباه الناس ، والنسناس.

قال علي ؑ: ياحسن أجبه!

قال: فقال له الحسن ؑ : سألت عن الناس ، فرسول الله ؐ الناس ، لأنّ الله يقول: "ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ" ونحن منه.

وسألت عن أشباه الناس فهم شيعتنا وهم منّا ، وهم أشباهنا.

وسألت عن النسناس وهم هذا السواد الأعظم وهو قول الله تعالىٰ: "أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا".

قال العلّامة المجلسي: قال الطبرسي في قوله تعالىٰ: "ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ".

قيل: المراد بالناس سائر العرب ، وهو المروى عن

أبی جعفر علیہ السلام:

وقیل: أراد به إبراهیم فانّه لما کان إماماً کان بمنزلة الأمة، فسمّاه وحده ناساً.

وقیل: أراد إبراهیم و إسماعیل و إسحاق ومن بعدهم من الأنبیاء علیهم السلام عن أبی عبد الله علیہ السلام.

وقیل: أراد به آدم علیہ السلام.

وقیل: هم العلماء الّذین یعلمون الدین، ویعلمونه الناس.

ہمارے چھٹے امام جعفر صادق علیہ السلام وہ اپنے والد گرامی وہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں: ایک دن امام علی علیہ السلام کی محفل سے ایک آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا:

اے امیرالمومنینؑ! آپ مجھے لوگ، لوگوں کے مشابہہ اور نسناس کے معنی بتائیں؟

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے فرزند حسنؑ! اسے جواب دو۔

امام حسنؑ نے فرمایا: آپ نے "لوگوں" کے بارے میں پوچھا اس سے مراد رسولؐ خدا ہیں، کیونکہ قرآن مجید میں خداوند عالم فرماتا ہے:

"پھر اسی جگہ سے جہاں سے لوگ کوچ کرتے ہیں تم بھی کوچ کرو"۔

یہاں پر رسولؐ خدا مقصود ہیں اور ہم رسولؐ خدا میں سے ہیں۔ "لوگوں کے شبیہہ" سے مراد ہمارے شیعہ ہیں، کیونکہ وہ ہم میں سے اور ہمارے مشابہہ ہیں۔

نسناس کے بارے میں پوچھا: "نسناس" سے مراد بقیہ لوگ ہیں جن کے بارے

میں قرآن مجید میں خداوند عالم فرماتا ہے:

"وہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں"۔

علامہ مجلسی اس روایت کی وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: شیخ طبری اس آیہ مبارکہ کے بارے میں پھر اسی جگہ سے جہاں سے لوگ کوچ کرتے ہیں، کوچ کرو" کہتے ہیں۔ یہاں "لوگوں" سے مراد دوسرے تمام عرب ہیں اور یہ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہا گیا ہے یہاں حضرت ابراہیمؑ مراد ہیں کیونکہ جب وہ "امام" مقرر ہوئے تو اپنی اُمت کے پاس گئے اور انہیں "لوگ" کہا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کی ایک اور روایت میں آیا ہے کہ "لوگ" سے مراد حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ اور ان کے بعد آنے والے دیگر پیغمبر ہیں۔ نیز کہا گیا ہے کہ اس آیہ کریمہ میں "لوگ" سے مراد وہ علمائے دین ہیں جو دین کا علم سیکھتے اور دوسروں کو سکھاتے ہیں۔ (مجمع البیان ۲/۲۹۶۔ بحارالانوار، ۲۳/۳۲۵، حدیث ۴۰)

## اے حسنؑ! میں زمانہ قدیم سے تمہارا دشمن ہوں!

كتاب الشيرازي: روى سفيان الثوري، عن واصل، عن الحسن، عن ابن عبّاس في قوله: شَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَ الْأَوْلَادِ.

أنّه جلس الحسن بن علي عليه السلام ويزيد بن معاوية بن أبي سفيان يأكلان الرطب، فقال يزيد: ياحسن! إنّي مذ كنت ابغضك!

قال الحسن عليه السلام: اعلم يا يزيد! انّ إبليس شارك اباك في جماعه فاختلط الماء ان فاورثك ذلك

عداوتی، لأنّ الله تعالٰی یقول: "شَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَ الْأَوْلَادِ" وشارك الشيطان حربًا عند جماعه فولد له صخر، فلذلك كان يبغض جدّي رسول الله ﷺ.

کتاب شیرازی میں منقول ہے کہ جناب ابن عباس، اس آیہ کریمہ شَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَ الْأَوْلَادِ (سورۂ اسریٰ، آیہ ۶۴) یعنی "ان کے اموال اور فرزندوں میں شریک ہو جاؤ" کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ ایک دن امام حسنؑ اور یزید بن معاویہ کسی محفل میں بیٹھے تازہ کھجوریں کھا رہے تھے۔ اتنے میں یزید نے گستاخانہ طور پر امام حسنؑ سے کہا: "میں زمانہ قدیم سے تمہارا دشمن ہوں"۔ امام حسنؑ نے اس ملعون کے جواب میں فرمایا:

اے یزید! تم جان لو کہ تمہارے ماں باپ کی مجامعت کے وقت شیطان ان کے ساتھ شریک تھا اور جب دونوں پانی ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے، تم نے اپنے دل میں میری دشمنی داخل کر دی، کیونکہ قرآن مجید میں خداوند عالم شیطان سے (مخاطب ہو کر) فرماتا ہے:

شَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَ الْأَوْلَادِ یعنی "ان کے اموال اور فرزندوں میں شریک ہو جاؤ"۔

اس طرح (تمہارے جد) حرب کی مجامعت کے وقت شیطان شریک تھا اور "صخر" پیدا ہوا۔ اسی وجہ سے "صخر" میرے جد امجد رسولؐ خدا کا دشمن تھا۔ (بحار الانوار، ۴۴/۱۰۴)

maablib.org

## فصل چہارم

# احکام اور اخلاق کے بارے میں سوالات

## آغاز زکوٰۃ کے بارے میں سوال:

سئل الحسن بن علی علیہ السلام عن بدو الزکاۃ.

فقال: إنّ اللّٰہ تعالٰی أوحی إلی آدم علیہ السلام أنْ زکِّ عن نفسك یا آدم!

قال: یا ربّ! وما الزکاۃ؟

قال: صلّ لی عشر رکعات.

فصلّی ثمّ قال: ربّ! ھذہ الزکاۃ علیّ وعلی الخلق؟

قال اللّٰہ : ھذہ الزکاۃ علیك فی الصلاۃ ، وعلی ولدك فی المال ، من جمع من ولدك مالاً.

امام حسن علیہ السلام سے زکوٰۃ کے آغاز کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی جانب وحی فرمائی کہ اے آدمؑ! اپنی جانب سے زکوٰۃ ادا کرو۔

حضرت آدمؑ عرض کرنے لگے: اے میرے پروردگار! زکوٰۃ کیا ہے؟

ارشاد ہوا: میرے لیے دس رکعت نماز ادا کرو۔

حضرت آدمؑ اُٹھے اور دس رکعات نماز ادا کی اور عرض کیا: اے میرے پروردگار! یہ زکوٰۃ میرے اور دیگر تمام افراد کے لیے مقرر کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تمہاری زکوٰۃ نماز میں رکھی گئی ہے لیکن تمہاری اولاد کی

زکوٰۃ ان کے مال و دولت میں مقرر کی گئی ہے۔ تمہاری اولاد میں سے جو بھی مال و ثروت جمع کرے اسے چاہیے کہ اس کی زکوٰۃ بھی ادا کرے۔ (مناقب آل ابی طالب، ۴/۱۰۔ بحارالانوار، ۹۳/۱۰، حدیث ۹)

## کیا آپ قسم اٹھائیں گے؟

ادّعى رجل على الحسن بن على عليه السلام ألف دينار كذباً ولم يكن له عليه فذهبا إلى شريح ، فقال للحسن عليه السلام : أتحلف؟

قال: إن حلف خصمي أعطيه.

فقال شريح للرجل: قل: بالله الّذى لا اله الّا هو عالم الغيب والشهادة.

فقال الحسن عليه السلام : لا أريد مثل هذا ، لكن قل: بالله إنّ لك على هذا ، وخذ الألف.

فقال الرجل ذلك وأخذ الدنانير فلمّا قام خرّ إلى الأرض ومات.

فسئل الحسن عليه السلام عن ذلك.

فقال : خشيت أنّه لو تكلّم بالتوحيد يغفر له يمينه ببركة التوحيد ، ويحجب عنه عقوبة يمينه.

روایت میں ہے کہ ایک دن ایک شخص نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے جھوٹ کی بنا پر ایک ہزار مقروض ہونے کا دعویٰ کیا لیکن امام حسنؑ پر اس شخص کا کوئی بھی قرض نہیں تھا۔ دونوں فیصلے کے لیے قاضی شریح کے پاس گئے۔ قاضی شریح نے امام حسنؑ سے کہا: کیا آپ قسم اٹھانے کے لیے تیار ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اگر یہ مدعی شخص قسم اٹھائے تو میں اتنی مقدار رقم ادا کروں گا۔

شریح نے اس شخص مدعی کی جانب مخاطب ہو کر کہا: تم کہو: "خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ ہر غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے"۔

امام حسنؑ نے فرمایا: میرا مقصد اس طرح کی قسم نہیں تھا بلکہ اسے چاہیے کہ اس طرح کہے: "خدا کی قسم! میری اتنی مقدار رقم آپ پر قرض ہے"۔ اور مبلغ ایک ہزار دینار مجھ سے لے لے۔

اس شخص نے امامؑ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق قسم اٹھائی اور رقم حاصل کرلی۔ جب وہ اپنی جگہ سے اٹھا تو اچانک گر پڑا اور وہیں مر گیا۔ امام حسنؑ سے جب اس طرح کی قسم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

وہ قسم جو اس شخص نے اسے تعلیم دی اس میں خداوند رؤف کی توحید کا ذکر تھا مجھے ڈر تھا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت کی برکت سے اس سے جھوٹی قسم کی سزا معاف نہ کردے۔ (بحارالانوار، ۳۲۶، حسن حدیث ۶)

## کاش! آپ اپنا لباس اُتار لیتے!

عبدالرحمٰن بن أبی لیلی قال: دخل الحسن بن علی علیہ السلام الفرات فی بردة کانت علیه ، قال : فقلت له: لو نزعت ثوبك.

فقال لی: یا أبا عبدالرحمٰن! إنّ للماء سکاناً.

عبدالرحمٰن بن ابولیلا کہتے ہیں: ایک دن امام حسن علیہ السلام اس قبا کے ساتھ جو آپؑ کے بدن پر تھی نہر فرات میں داخل ہوئے۔ میں نے عرض کیا: اے کاش! آپ اپنا لباس اُتار لیتے!

آپؑ نے فرمایا: پانی میں بھی (مخلوقات) موجود ہیں۔ (بحارالانوار، ۴۳/ ۳۴۰،

حسن حدیث۱۴)

## آپ پر قربان جاؤں! مبارکباد کس طرح دوں؟

العدّة ، عن البرقي ، عن بكر بن صالح ، عمّن ذكره ، عن أبي عبد الله علیه السلام قال: هنأ رجل رجلاً أصاب ابناً، فقال: يهنئك الفارس.

فقال الحسن علیه السلام له: ما علمك يكون فارساً أو راجلاً؟

قال: جعلت فداك ، فما أقول؟

قال: تقول: شكرت الواهب ، وبورك لك في الموهوب ، وبلغ أشدّه ورزقك برّه.

ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا۔ اس پر اس کے ایک دوست نے اسے مبارک باد دیتے ہوئے کہا: اس گھوڑے سوار کے قدم آپ کے لیے مبارک ثابت ہوں۔

امام حسن علیہ السلام نے اس شخص سے کہا: تجھے کیسے پتہ ہے کہ یہ بچہ گھوڑے سوار ہوگا یا پیادہ رہے گا؟

اس نے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں! کس طرح مبارک باد دوں؟

آپؑ نے فرمایا: اس طرح کہو:

شكرت الواهب ، وبورك لك في الموهوب وبلغ أشدّه، ورزقك برہ

یعنی ”خداوند عالم کا شکر ہے کہ اس نے تجھے فرزند عطا فرمایا۔

امید ہے کہ یہ بچہ قوی اور طاقت ور ہوگا اور اس کی نیک بختی تجھے

نصیب ہوگی"۔

## مبارک باد کس طرح دیں؟

عليّ بن محمّد بن بندار ، عن ابراهيم بن اسحاق الأحمري ، عن عبدالله بن حمّاد ، عن أبي مريم الأنصاري ، عن أبي برزة الأسلمي قال:

ولد للحسن بن علي علیہ السلام مولود فأتته قريش فقالوا: يهنئك الفارس.

فقال : وما هذا من الكلام؟ قولوا: شكرت الواهب وبورك لك في الموهوب، وبلغ الله به أشدّه ورزقك برّه.

ابو برزہ اسلمی کہتا ہے: امام حسن علیہ السلام کے ہاں فرزند متولد ہوا۔ قریش مبارکباد کے لیے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اس گھوڑے سوار کے قدم آپؑ کے لیے مبارک ہوں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: یہ کیا کہہ رہے ہو؟ بلکہ اس طرح کہو: "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے آپ کو فرزند عطا کیا۔ خداوند اسے قوی اور طاقتور بنائے اور اس کی نیک بختی آپ کو نصیب ہو۔ (بحارالانوار، ۴۴/ ۱۱۱، حدیث ۴)

## حمام سے خارج ہوتے وقت کیا کہنا چاہیے؟

محمّد بن الحسن علي بن محمّد بن بندار ، عن إبراهيم بن إسحاق عن عبدالرحمٰن بن حمّاد ، عن أبي مريم الأنصاري رفعه قال:

إنّ الحسن بن علي علیہ السلام خرج من الحمّام فلقيه إنسان

فقال: طاب استحمامك.

فقال: يالكع! وما تصنع بالاست هاهنا؟

فقال: طاب حميمك.

فقال: أما تعلم أنّ الحميم العرق؟

قال: طاب حمامك.

فقال: واذا طاب حمامي فأيّ شيئ لي؟

قل: طهر ما طاب منك، وطاب ما طهر منك.

قال العلّامة المجلسي: ولعلّه عليه السلام قال: ما تصنع بالاست، على وجه المطايبة لكون "الاست" موضوعاً لأمر قبيح، وإن لم يكن مقصوداً هاهنا تنبيهاً له على أنّه لابدّ أن يرجع في تلك الأمور إلى المعصوم، ولا يخترعوا بآرائهم.

روایت میں ہے کہ ایک دن امام حسن علیہ السلام جیسے ہی حمام سے خارج ہوئے ایک شخص نے آپ سے ملاقات کی اور کہا: آپ کا "استحمام" نیک ثابت ہو۔

امام حسن علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا: اے احمق! اس مقام پر اس لفظ کے کوئی معنی نہیں۔

اس شخص نے کہا: آپ کا "حمیم" نیک ثابت ہو۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں حمیم کے معنی پسینہ ہے؟

اس نے کہا: آپ کا "حمام" اچھا ثابت ہو۔

آپؑ نے فرمایا: اگر میرا حمام اچھا ہو تو مجھے کیا فائدہ، بلکہ تم کہو: "جو چیز تمہارے اندر پاک ہونی چاہیے پاک ہو"۔

علامہ مجلسی اس روایت کی وضاحت میں لکھتے ہیں: عربی زبان میں امام کا لفظ "است" استعمال کرنا شاید مذاق کی وجہ سے ہو کیونکہ عربی زبان میں یہ ایک بُرا لفظ ہے اگرچہ وہ معنی یہاں پر مقصد نہیں تھا۔ ایسی روایت کے سلسلے میں اپنی ذاتی رائے بیان نہیں کرنی چاہیے بلکہ معصومؑ سے رجوع کرنا چاہیے۔ (بحارالانوار، ۴۳/۱۱۱، حدیث ۵)

## اے ابو محمدؑ! اس شخص کے سوالات کے جواب دو

عن أبي هاشم داود بن قاسم الجعفري ، عن أبي جعفر محمّد بن علي الثاني عليه السلام قال:

أقبل أمير المؤمنين عليه السلام ذات يوم ومعه الحسن بن علي عليه السلام وسلمان الفارسي وأمير المؤمنين عليه السلام متكئ على يد سلمان ، ودخل مسجد الحرام (فجلس) ، إذا أقبل رجل حسن الهيئة واللباس فسلّم على أمير المؤمنين عليه السلام فردّ عليه السلام فجلس ، ثمّ قال : يا أمير المؤمنين! أسألك عن ثلاث مسائل ، إن أخبرتني بهن علمت أنّ القوم ركبوا من أمرك ما أقضي عليهم أنّهم ليسوا مأمونين في دنياهم ولا في آخرتهم ، و إن تكن الأخرى علمت أنّك وهم شرع سواء.

فقال له أمير المؤمنين عليه السلام : سلني عمّا بدالك.

فقال: أخبرني عن الرجل إذا نام أين تذهب روحه؟

وعن الرجل كيف يذكر وينسى؟

وعن الرجل كيف يشبه ولده الأعمام والأخوال؟

فالتفت أمير المؤمنين عليه السلام إلى أبي محمّد الحسن بن

علی علیہ السلام فقال: یا أبا محمد! أجبه.

فقال علیہ السلام: أمّا ما سألت عنه من أمر الانسان إذا نام أین تذهب روحه، روحه متعلقة بالریح، والریح متعلقة بالهواء إلی وقت ما یتحرك صاحبها للیقظة أذن الله عزّوجلّ بردّ تلك الروح فاستکنت فی بدن صاحبها، فان لم یأذن الله عزّوجلّ بردّ تلك الروح علی صاحبها جذب الهواء الریح، فجذبت الریح الروح، فلم ترد علی صاحبها إلی وقت ما یبعث.

وأمّا ما ذکرت من أمر الذکر والنسیان: فانّ قلب الرجل فی حق وعلی الحق طبق، فان صلّی الرجل عند ذلك علی محمّد وآل محمّد صلاة تامّة انکشف ذلك الطبق عن ذلك الحق فأضاء القلب وذکر الرجل ما کان نسی، و إن هو لم یصلّ علی محمّد وآل محمّد علیہ السلام أو نقص من الصلاة علیهم انطبق ذلك الطبق علی ذلك الحق فأظلم القلب ونسی الرجل ما کان ذکره.

وأمّا ما ذکر من أمر المولود الّذی یشبه أعمامه وأخواله، فانّ الرجل إذا أتی أهله فجامعها بقلب ساکن وعروق هادئة وبدن غیر مضطرب فاستکنت تلك النطفة فی جوف الرحم خرج الولد یشبه أباه وامه، و إن هو أتاها بقلب غیر ساکن وعروق غیر

هادئة وبدن مضطرب اضطرابت النطفة فوقعت في حال اضطرابها على بعض العروق فان وقعت على عرق من عروق الأعمام أشبه الولد أعمامه ، و إن وقعت على عرق من عروق الأخوال أشبه الولد أخواله.
فقال الرجل: أشهد انّ لا اله الّا الله ، ولم أزل أشهد بها ، أشهد انّ محمّداً عبده ورسوله ولم أزل أشهد بذلك.
وأشهد أنك وصي رسوله والقائم بحجّته . وأشار إلى أمير المؤمنين عليه السلام – ولم أزل أشهد بها .
وأشهد أنك وصيّه والقائم بحجّته – وأشار إلى الحسن عليه السلام.
وأشهد انّ الحسين بن علي وصيّ أبيك والقائم بحجّته بعدك — وأشهد على عليّ بن الحسين أنّه القائم بأمر الحسين بعده — وأشهد على محمّد على أنّه القائم بأمر عليّ بن الحسين— وأشهد على جعفر بن محمّد أنّه القائم بأمر محمّد بن علي— وأشهد على موسٰى بن جعفر أنّه القائم بأمر جعفر بن محمّد — وأشهد على عليّ بن موسٰى أنّه القائم بأمر موسٰى بن جعفر — وأشهد على محمّد بن علي أنّه القائم بأمر عليّ بن موسٰى -- وأشهد على عليّ بن محمّد أنّه القائم بأمر محمّد بن علي — وأشهد على الحسن

بن علي أنّه القائم بأمر عليّ بن محمّد.

وأشهد على رجل من ولد الحسن بن علي لا يسمّى ولا يكنّى حتّى يظهر أمره فيملؤها عدلًا كما ملئت جوراً أنّه القائم بأمر الحسن بن علي ، والسلام عليك يا أمير المؤمنين ورحمة الله وبركاته.

ثمّ قام ومضى ، فقال أمير المؤمنين عليه السلام : يا أبا محمّد! اتبعه فانظر أين يقصد؟

فخرج الحسن بن علي عليه السلام في أثره ، قال: فما كان إلّا وضع رجله خارج المسجد فما دريت أين أخذ من أرض الله عزّوجلّ، فرجعت إلى أمير المؤمنين عليه السلام فأعلمته.

فقال: يا أبا محمّد! أتعرفه؟

قلت: الله ورسوله وأمير المؤمنين أعلم.

فقال : هو الخضر.

قال العلّامة المجلسي: "فإنّ روحه متعلقة بالريح" يحتمل أن يكون المراد بالروح الروح الحيوانية، وبالريح النفس، وبالهواء الهواء الخارج المنجذب بالنفس ، وأن يكون المراد بالروح النفس، مجرّدة كانت أم مادية ، وبالريح الروح الحيوانية لشباهتها بالريح في لطافتها وتحركها ونفوذها في مجاري البدن، وبالهواء النفس.

...... ولا يبعد يكون الكلام مبنيًا على الاستعارة والتمثيل ، فانّ الصلاة على محمّد وآل محمّد ﷺ لما كانت سبباً للقرب من المبدأ واستعداد النفس لافاضة العلوم عليها ، فكان الشواغل النفسانية الموجبة للبعد عن الحق تعالٰى طبق عليها فتصير الصلاة سبباً لكشفه وتنوّر القلب واستعداده لفيض الحق إمّا بافاضة الصورة ثانية أو باستردادها من الخزانة.

قال العلّامة المجلسي: يحتمل أن يكون المراد أنّه إذا لم تضطرب النطفة تحصل المشابهة التامة ، لأنّ المني يخرج من جميع البدن فيقع كلّ جزء موقعه ، و إذا اضطربت حصلت المشابهة الناقصة ، فيشبه الأعمام إذا كان الأغلب منّي الرجل ، لأنّهم أيضاً يشبهون الأب مشابهة ناقصة ، و إن غلب مني الاُم أشبه الأخوال كذلك.

ويمكن يكون بعض العروق في بدن الأب منسوباً إلى الأعمام وفي بدن الاُمّ منسوباً إلى الأخوال ، ففي الاضطراب يعلو المني الخارج من ذٰلك العرق ، فالمراد بالعرق مني العرق ، وهذا لا يخلو من بعد.

ابوہاشم جعفری کہتا ہے: امام جواد علیہ السلام نے فرمایا:

ایک دن امیر المومنین علی علیہ السلام سلمان فارسیؓ کے ہاتھ پر تکیہ لگائے اپنے

فرزند امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ہمراہ مسجد الحرام میں داخل ہو کر بیٹھ گئے۔ اچانک ایک خوبصورت آدمی خوبصورت لباس زیب تن کیے ہوئے مسجد میں داخل ہوا اور سلام کہہ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: اے امیر المومنینؑ! میں آپ سے تین سوالات پوچھتا ہوں، اگر آپ نے ان کا جواب دیا تو میں سمجھ جاؤں گا کہ لوگوں نے ایک معاف نہ ہونے والے گناہ کا مرتکب ہو کر دنیا اور آخرت میں اپنے لیے ہلاکت کا سامان مہیا کر لیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے آپ کے علاوہ کسی اور کو اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے اور اگر آپؑ نے جواب نہ دیا یا مناسب جواب نہ دیا تو سمجھ جاؤں گا کہ وہ لوگ اور آپ دونوں ایک جیسے ہو۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جو تیرا جی چاہے پوچھ لو۔

اس نے عرض کیا:

۱۔ سوتے وقت انسان کی روح کہاں چلی جاتی ہے؟

۲۔ انسان کس طرح مطالب یاد کرتا ہے اور کس طرح فراموش کر لیتا ہے؟

۳۔ کبھی فرزند اپنے ماموں اور کبھی اپنے چچا کے شبیہ کس طرح ہوتا ہے؟

جب اس کے سوالات ختم ہوئے تو امیر المومنین علی علیہ السلام اپنے فرزند امام حسنؑ کی جانب مخاطب ہو کر فرمانے لگے:

اے ابو محمدؑ! اس شخص کے سوالوں کے جواب دو۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے پہلے سوال یعنی جب انسان سوتا ہے تو اس کی روح کہاں جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے:

اس کی روح باد کے ساتھ اور باد ہوا کے ساتھ مل جاتی ہے، جب تک وہ شخص اپنے آپ کو بیدار ہونے کے لیے تیار نہ کر لے (اور جب وہ تیار ہو جاتا ہے) تو اگر اللہ تعالیٰ روح کو اس کے مالک کے پاس جانے کی اجازت دیتا ہے تو وہ روح باد کو اور باد ہوا کو اپنی جانب کھینچ لیتی ہے۔ نتیجہ میں روح واپس آتی ہے اور اپنے مالک کے بدن

میں چلی جاتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس روح کو اپنے مالک کے پاس جانے کی اجازت نہیں دیتا تو قصہ برعکس ہو جاتا ہے۔ یعنی ہوا، باد کو اور باد اس روح کو اپنی جانب کھینچ لیتی ہے اور قبر سے خارج ہونے تک روح اپنے مالک کے پاس واپس نہیں جاتی۔

دوسرا جواب یاد آوری اور فراموشی کے بارے میں تھا۔ انسان کا دل ایک ظرف میں ہے اور اس ظرف پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اگر انسان کوئی چیز یاد کرنا چاہے اور محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام پر کامل صلوات بھیجے تو اس ظرف سے پردہ اُٹھ جاتا ہے اور دل کھل جاتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر (دل) روشن ہو جاتا ہے (نتیجے میں) جو کچھ انسان بھول چکا ہے وہ اسے یاد آ جاتا ہے۔ اور اگر انسان محمدؐ و آلِ محمدؐ پر صلوات نہ بھیجے یا ناقص صلوات بھیجے یعنی آلِ محمدؐ کا ذکر نہ کرے تو دل کا پردہ نہیں اُٹھتا، نتیجتاً دل اسی طرح تاریک رہتا ہے اور اس کی فراموشی برطرف نہیں ہوتی۔

تیسرے سوال کا جواب جس میں آپ نے پوچھا ہے کہ فرزند اپنے ماموں اور چچا کے شبیہ کیوں ہوتا ہے؟ اگر کوئی شخص اپنی اہلیہ سے مجامعت کرے اور اس کا دل اور دوسری رگیں آرام میں ہوں اور اس کے بدن میں لغزش اور اضطراب نہ ہو تو وہ نطفہ اسی رحم کے اندر داخل ہوگا (نتیجہ میں) بچہ اپنے ماں باپ کی شبیہ ہوگا لیکن اگر اس شخص کی رگیں اور دل آرام میں نہ ہوں اور اس کا بدن ڈر، وحشت یا کسی اور وجہ سے لغزش اور اضطراب میں مبتلا ہو تو نطفہ کو لرزش ہو جائے گی اور وہ بعض رگوں میں داخل ہوگا۔ اگر چچا کی رگوں میں سے کسی رگ پر آ جائے تو فرزند اپنے چچا کے مشابہہ ہوگا۔ اور اگر اپنے ماموں کی رگوں میں سے کسی رگ پر آ جائے تو بچہ اپنے ماموں کے مشابہہ ہوگا۔

سوال کرنے والا اپنے سوالات کے جواب سننے کے بعد عرض کرنے لگا: میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں اور یہ شہادت میں ہمیشہ سے دیتا رہا ہوں (اس کے علاوہ) شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کا عبد اور اس کا رسول ہے، یہ گواہی

ہمیشہ سے دیتا رہا ہوں۔ اس کے بعد امیر المومنین علی علیہ السلام کی جانب اشارہ کر کے عرض کرنے لگا:

میں شہادت دیتا ہوں کہ رسولؐ اللہ نے اپنے بعد آپ کو وصیت کی اور آپ ہی رسولؐ خدا کے جانشین اور خلیفہ ہیں اور آپ ہی ان کے براہین اور روشن دلائل کو آشکار کریں گے اور مسلسل اس چیز کی گواہی دیتا رہا ہوں۔

اس کے بعد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی جانب اشارہ کر کے عرض کرنے لگے: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اپنے والد گرامی کے بعد ان کے وصی اور جانشین ہیں اور ان کے براہین اور دلائل کو قائم رکھیں گے۔ اس کے بعد کہنے لگے: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ کے فرزند دلبند حسین ابن علیؑ اپنے بھائی حسنؑ کے بعد حجتِ خدا ہیں اور لوگوں کے لیے دلائل اور براہین بیان کریں گے۔

شہادت دیتا ہوں کہ علیؑ ابن حسینؑ، مقصدِ حسینؑ کو قائم رکھنے والے ہیں، یعنی حسینؑ کے بعد ہدایت کے علَم کو اپنے دوش پر اٹھائیں گے۔

شہادت دیتا ہوں کہ محمدؑ ابن علیؑ مقصدِ علیؑ ابن الحسینؑ کو قائم رکھنے والے اور ان کی راہ کو تسلسل دینے والے ہیں۔

شہادت دیتا ہوں کہ جعفرؑ ابن محمدؑ، محمدؑ ابن علیؑ کے بعد ان کے ہدف کو قائم رکھنے والے ہیں۔

شہادت دیتا ہوں کہ موسیٰ بن جعفرؑ، حضرت جعفر ابن محمدؑ کے امر کو زندہ رکھنے والے اور ان کے بعد ان کے امور کا اختیار رکھنے والے ہیں۔

شہادت دیتا ہوں کہ علی ابن موسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ ابن جعفرؑ کے ہدف کو قائم رکھنے والے اور ان کے بعد لوگوں کے رہبر و رہنما ہیں۔

شہادت دیتا ہوں کہ محمد ابن علیؑ، حضرت علیؑ ابن موسیٰؑ کے مقصد کو قائم رکھنے

والے، اور ان کے بعد جن وانس کے رہنما ہیں۔

شہادت دیتا ہوں کہ علیؑ ابن محمدؑ، حضرت محمدؑ ابن علیؑ کے ہدف کو قائم رکھنے والے اور ان کے بعد تمام امور پر صاحب اختیار ہیں۔

شہادت دیتا ہوں کہ حسن ابن علیؑ، حضرت علیؑ ابن محمدؑ کے ہدف کو قائم رکھنے والے اور ان کے بعد ان کے شیعوں کی ہدایت کرنے والے ہیں۔

شہادت دیتا ہوں کہ آخری امام حسن ابن علیؑ کے فرزندوں میں سے ہوگا۔ ان کا اصلی نام اور کنیت نہیں کہنا چاہیے یہاں تک کہ وہ ظہور فرما کر اس طرح دنیا کو عدل و انصاف سے پُر کردیں گے جس طرح وہ ظلم وستم سے پُر ہو چکی ہوگی۔

اس کے بعد کہنے لگے: اے امیرالمومنینؑ! آپ پر اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور درود ہوں (اس کے بعد) اپنی جگہ سے اُٹھے اور چلے گئے۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام امام حسنؑ سے فرمانے لگے: اے ابو محمدؑ! اس شخص کے پیچھے جاؤ اور دیکھو کہاں جا رہا ہے؟

امام حسنؑ ان کے پیچھے مسجد سے باہر نکلے۔ جب واپس آئے تو امیرالمومنینؑ سے کہنے لگے: انہوں نے جیسے ہی مسجد سے قدم باہر نکالا، اس کے بعد مجھے پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں چلے گئے۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو محمدؑ! کیا آپؑ نے ان کو پہچانا؟

امام حسنؑ نے فرمایا: خدا، اس کا رسولؐ اور امیرالمومنینؑ بہتر جانتے ہیں۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: وہ (حضرت) خضرؑ تھے۔

علامہ مجلسی اس گرانقدر روایت کی وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ممکن ہے (اس روایت میں) روح سے مراد، حیوانی روح ہو، باد سے مراد، نفسِ انسانی ہو اور ہوا سے مراد وہ بیرونی ہوا ہو جس کے ذریعہ انسان سانس لیتا ہے۔

اسی طرح ممکن ہے، شاید روح سے مراد نفسِ انسانی ہو خواہ روح مجرد ہو، خواہ مادی، اسی طرح شاید باد سے مراد، حیوانی روح ہو، کیونکہ روح، لطیف ہونے، متحرک ہونے اور بدن میں نفاذ کے لحاظ سے باد کی مانند ہے اور ممکن ہے ہوا سے مراد، نفسِ انسانی ہو۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ مطالب یاد کرنے اور فراموش کی وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعید نہیں کہ امام حسن علیہ السلام کی گفتگو استعارہ اور تمثیل پر مبنی ہو کیونکہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھنا مبدأ ہستی سے قرب اور انسانی نفس کا علم کی زیادتی کے لیے مبدأ ہستی سے استعداد حاصل کرنا ہے۔ اس لحاظ سے نفسانی مصروفیات انسان کے حق تعالیٰ سے دُوری کا موجب بنتے ہیں (کیونکہ) انسانی قلب پر (نفسانی مصروفیات کے سبب) پردہ حائل ہو جاتا ہے اور جب انسان محمدؐ و آلِ محمدؐ پر صلوات بھیجتا ہے تو وہ پردہ دُور ہو جاتا ہے اور قلب منور ہو جاتا ہے۔ اور فیضِ الٰہی حاصل کرنے کی استعداد حاصل کر لیتا ہے۔ یا دوسرے کسی فیض کی صورت میں یا پھر خزانہ فیض سے سرگشت کی صورت میں۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بچے کی چچا یا ماموں سے شباہت کی وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ممکن ہے امامؑ کا مقصد یہ ہو کہ اگر نطفہ مضطرب نہ ہو تو مکمل شباہت حاصل ہوگی، کیونکہ انسان کی منی اس کے پورے بدن سے باہر نکلے گی اور اس کا ہر جزء اپنی جگہ پر ٹھہرے گا اور اگر نطفہ مضطرب ہو تو ناقص مشابہت ہوگی (اس صورت میں) اگر مرد کی منی غالب ہو تو بچہ اپنے چچا کے مشابہ ہوگا کیونکہ وہ بھی ناقص شباہت کی وجہ سے اپنے باپ کے مشابہ ہے۔ اور اگر ماں کی منی غالب ہو تو اسی طرح بچے اپنے ماموں سے مشابہت رکھیں گے۔ اسی طرح ممکن ہے باپ کے جسم میں بعض رگیں چچا سے منسوب

ہوں اور ماں کے بدن میں بعض رگیں ماموں کے ساتھ منسوب ہوں۔ نطفہ کے اضطراب کی صورت میں جو بھی غالب ہوگا بچہ اسی کے مشابہ ہوگا لیکن یہ نظریہ بعید نظر آتا ہے۔ (بحارالانوار، ۵۸/۳۸، حدیث ۸)

## جب انسان سوتا ہے اس کی روح کہاں جاتی ہے؟

تفسير عليّ بن ابراهيم : عن أبيه ، عن داوُد بن القاسم الجعفري ، عن أبي جعفر الثاني عليه السلام قال: أقبل أمير المؤمنين عليه السلام يوماً ويده على عاتق سلمان معه الحسن عليه السلام حتّى دخل المسجد ، فلمّا جلس جاء رجل عليه برد حسن ، فسلّم وجلس بين يدي أمير المؤمنين.

فقال : يا أمير المؤمنين! اريد أن أسألك عن مسائل فان أنت أجبت منها علمت أنّ القوم نالوا منك وأنت أحقّ بهذا الأمر من غيرك ، وان لم تجبني عنها علمت أنّك والقوم شرع سواء.

فقال له أمير المؤمنين عليه السلام : سل ابني هذا ، يعني الحسن.

فأقبل الرجل بوجهه على الحسن عليه السلام فقال له: يابني! أخبرني عن الرجل إذا نام أين يكون روحه؟

وعن الرجل يسمع الشيئ فيذكره دهراً ثمّ ينساه في وقت الحاجة إليه كيف هذا؟ وأخبرني عن الرجل يلد له الأولاد ، منهم من يشبه أباه وعمومته ، ومنهم من يشبه امّه وأخواله فكيف هذا.

فقال له الحسن ؑ : نعم أمّا الرجل إذا نام فانّ روحه يخرج مثل شعاع الشمس فيتعلق بالريح ، والريح بالهواء فاذا أراد الله أن ترجع جذب الهواء الريح وجذب الريح الروح فرجعت إلى البدن ، فاذا أراد الله أن يقبضها جذب الهواء الريح وجذب الريح الروح فقبضها.

وأمّا الرجل الّذى ينسى الشيئ ثمّ يذكره فما من أحد على رأس فؤاده حقّة مفتوحة الرأس فاذا سمع الشيئ وقع فيها ، فاذا أراد الله أن ينساها طبق عليها ، و إذا أراد أن يذكره فتحها وهذا دليل الالهية.

و أمّا الرجل الّذى يلد له الأولاد ، فاذا سبق ماء الرجل ماء المرأة ، فانّ الولد يشبه أباه وعمومته ، وإذا سبق ماء المرأة ماء الرجل يشبه امه وأخواله.

فالتفت الرجل إلى أميرالمؤمنين ؑ فقال: أشهد أن لا اله الا الله ولم أزل أقولها واشهد «أن» محمّد رسول الله ولم أزل أقولها. وأشهد أنّك وصىّ محمّد وخليفته فى أُمّته و أمير المؤمنين حقًّا. وأنّ الحسن القائم بأمرك. وأنّ الحسين القائم من بعده بأمره. وأنّ على بن الحسين القائم بأمره من بعده. وأنّ محمّد بن على جعفر بن محمّد وموسٰى بن جعفر وعلّى بن موسٰى ومحمّد بن على وعلىّ بن محمّد

والحسن بن علي ووصيّ الحسن بن علي القائم بالقسط المنتظر الّذي يملؤها قسطاً وعدلًا كما ملئت ظلماً وجوراً.

ثمّ قام وخرج من باب المسجد، فقال أمير المؤمنين عليه السلام للحسن: هذا أخي الخضر.

قال العلّامة المجلسي: "وهذا دليل الألهية" أي كون الذكر والنسيان بيد الله ومن قبله دليل على وجود الصانع، كما قال أميرالمؤمنين عليه السلام: عرفت الله بفسخ العزائم.

وفي بعض النسخ "الالهامية" أي العلوم الألهاميّة، فانّه اذا كان الذكر من قبله تعالىٰ فالعلوم كلّها منه، ويجوز أن يلهم من يشاء من عباده ما يشاء. والأوّل أظهر.

داؤد بن قاسم جعفری کہتے ہیں: امام جواد علیہ السلام نے فرمایا:

ایک دن امیر المؤمنین علی علیہ السلام سلمان فارسیؓ کے ہاتھ پر تکیہ لگائے اپنے فرزند امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ہمراہ مسجد الحرام میں داخل ہو کر بیٹھ گئے۔ اچانک ایک خوبصورت آدمی خوبصورت لباس زیب تن کیے مسجد میں داخل ہوا اور سلام کہہ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنینؑ! میں آپ سے تین سوال پوچھوں گا اگر آپ نے ان کا جواب دیا تو میں سمجھ جاؤں گا کہ لوگوں نے آپ کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ مقرر کر کے ایک بخشش نہ ہونے والا گناہ انجام دے کر دنیا اور آخرت میں اپنے لیے ہلاکت کا سامان مہیا کر لیا ہے۔ اور اگر آپ نے جواب نہ دیا یا مناسب جواب نہ دیا تو سمجھ جاؤں

گا کہ آپ اور وہ دونوں ایک ہی ہو۔

امیر المومنین علی علیہ السلام فرمانے لگے: آپ میرے اس فرزند حسنؑ سے پوچھو لو۔ وہ امام حسنؑ کی جانب مخاطب ہو کر کہنے لگا:

میرے بچے! مجھے بتاؤ کہ سونے کے وقت انسان کی روح کہاں جاتی ہے؟۔۔۔ انسان کس طرح مطالب یاد کرتا اور کس طرح فراموش کر دیتا ہے؟۔۔۔ کس طرح بچے کبھی اپنے چچا اور کبھی اپنے ماموں کے مشابہ ہوتے ہیں؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: جب انسان سوتا ہے تو اس کی روح شعاع آفتاب کی طرح اس کے بدن سے نکل کر باد کے ساتھ معلق ہو جاتی ہے۔ باد بھی ہوا میں جاری ہو جاتی ہے اور جب خدا چاہتا ہے اس کی روح اس کے بدن میں لوٹ جائے۔ ہوا باد کو اور باد روح کو جذب کر لیتی ہے اور روح اپنے بدن میں واپس آجاتی ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ روح قبض کرنا چاہتا ہے تو ہوا باد کو اور باد، روح کو جذب کر لیتی ہے اور اس کی روح قبض ہو جاتی ہے۔ کس طرح فراموش کرتا ہے؟ اس کا جواب ہے کہ ہر انسان کے دل میں ایک ظرف ہے جو ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ جب بھی وہ کوئی چیز سنتا ہے اسی میں چلی جاتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس مطلب کو فراموش کرنا چاہتا ہے تو اس ظرف کے اُوپر ایک پردہ ڈال دیتا ہے اور اگر اس مطلب کو یاد کرانا چاہتا ہے تو اس ظرف کو کھول دیتا ہے اور یہ اللہ کی دلیل ہے۔

فرزند کی شباہت کا جواب یہ ہے کہ جب بھی مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آجاتی ہے تو فرزند اپنے باپ اور اپنے چچا کے شبیہ ہوتا ہے اور جب عورت کی منی، مرد کی منی پر غالب آجاتی ہے تو فرزند اپنی ماں اور اپنے ماموں سے مشابہت رکھتا ہے۔

اسی وقت وہ شخص امیر المومنین علی علیہ السلام کی جانب مخاطب ہوا اور جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے اللہ کی وحدانیت، رسولؐ خدا کی رسالت اور ائمہ اہلِ بیتؑ کی امامت

کی گواہی اور شہادت دینے لگا۔ اس کے بعد امیرالمومنین علی علیہ السلام، امام حسنؑ سے فرمانے لگے: یہ میرے بھائی خضر علیہ السلام تھے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اس روایت کی وضاحت میں لکھتے ہیں: اللہ کی "دلیل" سے مراد یہ ہے کہ یاد آوری اور فراموشی خدا کے ہاتھ میں اور اس کی طرف سے ہے اور یہ اس کے "صانع" ہونے پر دلیل ہے، جیسا کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے ارادوں کے بدلنے سے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا ہے"۔

بعض کتابوں میں لفظ "الہام" مذکور ہے۔ اس صورت میں یاد آوری اور فراموشی ایک طرح کا الہام ہوگی لیکن پہلا معنی بہتر ہے۔

## اے ابومحمدؑ! مروت کے کیا معنی ہیں؟

عن أبيه ، عن سعد ، عن البرقي ، عن اسماعيل بن مهران ، عن أيمن ابن محرز ، عن معاوية بن وهب، عن أبي عبدالله عليه السلام قال:

كان الحسن بن علي عليه السلام في نفر من أصحابه عند معاوية فقال له: يا أبا محمّد! خبرني عن المروءة.

فقال : حفظ الرجل دينه ، وقيامه في إصلاح ضيعته ، وحسن منازعته و إفشاء السلام ولين الكلام ، والكف والتحبب إلى الناس.

معاویہ بن وہاب کہتا ہے: حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ایک دن امام حسن علیہ السلام اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ معاویہ کے پاس تھے۔ معاویہ نے امام حسنؑ سے پوچھا: اے ابومحمدؑ! مجھے مروت کے معنی بتائیں؟

امام حسنؑ نے فرمایا: مروت یعنی انسان اپنے دین اور آئین کی حفاظت کرے

اور امور خانوادگی کی رسیدگی کرے۔ غصے میں اچھا طریقہ اختیار کرے، سلام آشکار اور آرام سے باتیں کرے۔ خراب کاموں سے پرہیز کرے اور لوگوں کے ساتھ محبت سے پیش آئے۔ (معانی الاخبار، ۲۵۷۔ بحار الانوار، ۳/۷۷/۳۶۲، حدیث ۴)

## ایمان اور یقین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

وسأل أمير المؤمنين الحسن والحسين عليهما السلام فقال لهما: ما بين الايمان واليقين؟

فسكتا فقال للحسن عليه السلام: أجب يا أبا محمّد.

قال: بينهما شبر.

قال: وكيف ذاك؟

قال: لأنّ الايمان ما سمعناه بآذاننا وصدّقناه بقلوبنا واليقين ما أبصرناه بأعيننا واستدللنا به على ما غاب عنّا.

ایک دن امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے دونوں فرزندوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے پوچھا: ایمان اور یقین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

دونوں شہزادے خاموش ہو گئے۔ امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

اے ابو محمدؑ! آپ جواب دیں؟

امام حسنؑ نے عرض کیا: ایمان اور یقین کے درمیان انگشت ابہام اور انگشت کوچک جتنا فاصلہ ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ کس طرح؟

امام حسنؑ نے کہا: ایمان وہی ہے جو ہم اپنے کانوں سے سنتے اور اپنے دل سے

تصدیق کرتے ہیں اور یقین یہ ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اس کے ذریعے سے اس چیز پر استدلال کرتے ہیں جو ہم سے پوشیدہ ہے۔ (مشکوۃ الانوار، ۱۵۔ بحارالانوار، ۶۷/۱۸۲)

## مجھے کرم، نجدہ، دلیرہ اور مروت کے معنی بتائیں؟

قال عمرو : أخبرني عن الكرم والنجدة والمروءة.

فقال:

أمّا الكرم فالتبرع بالمعروف والاعطاء قبل السؤال.

وأمّا النجدة فالذبّ عن المحارم ، والصبر في المواطن عند المكاره.

وأمّا المروءة فحفظ الرجل دينه ، وإحرازه نفسه من الدنس وقيامه بأداء الحقوق وإفشاء السلام.

ایک روایت کے ضمن میں آیا ہے کہ عمر عاص نے امام حسن علیہ السلام سے پوچھا: مجھے کرم، نجدہ، دلیری اور مروت کے معنی بتائیں؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: کرم یہ ہے کہ انسان نیک کام اپنی مرضی سے انجام دے اور اس سے پہلے کہ اس سے کسی چیز کا سوال کیا جائے، عطا کرے۔

نجدہ اور دلیری یہ ہے کہ انسان اپنے محرم رشتہ داروں کا دفاع کرے اور مشکلات کے وقت صبر اور استقامت کا مظاہرہ کرے۔ مروت، جوانمردی یہ ہے کہ انسان، اپنے دین اور آئین کی حفاظت کرے اور خود کو پلیدی سے دُور کرے، حقوق کی ادائگی کے لیے قیام کرے اور آشکار سلام کہے۔

......✲......

## فصل پنجم

# معجزات اور عجائبات کے بارے میں سوالات

## اس طرح کی طاقت کس کے پاس ہے؟

محمد الفتال النیسابوری فی "مونس الحزین" بالاسناد، عن عیسٰی بن الحسن عن الصادق علیہ السلام: قال بعضهم للحسن بن علی علیہ السلام فی احتماله الشدائد عن معاوية.

فقال علیہ السلام كلاماً معناه : لو دعوت الله تعالٰی لجعل العراق شاماً والشام عراقاً وجعل المرأة رجلاً والرجل امرأة.

فقال الشامی: ومن يقدر علی ذٰلك؟

فقال علیہ السلام : انهضی ألا تستحيين أن تقعدی بين الرجال.

فوجد الرجل نفسه امرأة.

ثمّ قال : وصارت عيالك رجلًا وتقاربك وتحمل عنها وتلد ولدا خنثٰی.

فكان كما قال علیہ السلام ، ثمّ إنّهما تابا وجاء إليه فدعا الله تعالٰی فعادا إلی الحالة الأُولٰی.

عیسٰی ابن حسن کہتے ہیں، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

کچھ لوگوں نے معاویہ کی جانب سے امام حسن علیہ السلام کو درپیش مشکلات اور مسائل پر اعتراض کیا تو آپؑ نے فرمایا: اگر میں دعا کروں تو اللہ تعالیٰ عراق کو شام اور شام کو عراق بنا دے گا اور مرد کو عورت اور عورت کو مرد میں تبدیل کر دے گا۔

ایک شامی کہنے لگا: اس طرح کون طاقت رکھتا ہے؟

امام حسنؑ نے اس کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا: کھڑی ہو جاؤ تمہیں شرم نہیں آتی جو مردوں کے درمیان میں بیٹھی ہو؟

اچانک وہ مرد جب اپنی جانب متوجہ ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہ عورت بن چکا تھا۔ امام حسنؑ نے اس سے فرمایا: اب تمہاری بیوی، مرد بن چکی ہے وہ تم سے نزدیکی کرے گی اور تم اس سے حاملہ ہو جاؤ گے اور ایک خنثیٰ فرزند (جس میں مرد اور عورت دونوں کی علامات ہوں گی) پیدا ہوگا!

اور اسی طرح ہوا جس طرح آپؑ نے فرمایا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد ان دونوں میاں بیوی نے توبہ کی اور امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام حسنؑ نے دعا فرمائی اور وہ دونوں اپنی اصلی حالت میں ہو گئے۔

## دوسرا سوال

عن الصفّار ، عن الحسن بن علي باسناده قال: سئل الحسن بن علي عليه السلام بعد مضي أمير المؤمنين عليه السلام عن أشياء.

فقال لهم : أتعرفون أمير المؤمنين إذا رأيتموه؟

قالوا : نعم.

قال : فارفعوا هذا الستر.

فرفعوه فاذا هم به عليه السلام لا ينكرونه ، فقال لهم ﴿علي

ﷺ ﴾ إنه يموت من مات منّا وليس بميّت ، ويبقى من بقي حجّة عليكم.

راوی کہتا ہے جب امیر المومنین علی علیہ السلام شہید ہو گئے۔ لوگ امام حسنؑ سے اپنے مسائل دریافت کرنے لگے۔ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:

اگر تم لوگ امیر المومنینؑ کو دیکھو تو کیا انہیں پہچان سکو گے؟

سب نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: اس پردے کو اٹھاؤ!

انہوں نے جب پردہ اٹھایا تو اچانک انہیں امیر المومنینؑ کا پُرنور چہرہ نظر آیا جس سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا تھا۔ (امیر المومنینؑ) ان سے فرمانے لگے: بہ تحقیق ہم میں سے جو بھی مرتا ہے درحقیقت وہ مرنہیں جاتا اور جو باقی رہتا ہے وہی تمہارے اُوپر حجت (خدا) ہوتا ہے۔ (الخرائج والجرائح ۲/ ۸۱۸، حدیث ۲۹)

## اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کا گھر جل گیا!

أبوحمزة الثمالي ، عن زين العابدين ﷺ قال: كان الحسن بن علي ﷺ جالساً فأتاه آت فقال: يا ابن رسول الله قد احترقت دارك؟

قال : لا ، ما احترقت.

إذ أتاه آت فقال: يا ابن رسول الله! قد وقعت النار في دار إلى جنب دارك حتّى ما شككنا أنّها ستحرق دارك.

ثمّ إنّ الله صرفها عنها.

ابوحمزہ ثمالی کہتا ہے: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

ایک دن امام حسن علیہ السلام بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص نے آپؑ سے کہا:
اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کا گھر جل گیا ہے۔
آپؑ نے فرمایا: جی نہیں، میرا گھر نہیں جلا۔
اتنے میں ایک اور شخص آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے گھر کے نزدیک جو گھر ہے اس میں آگ لگ گئی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ عنقریب آپؑ کے گھر میں بھی آگ لگ جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو آپؑ کے خانۂ اقدس سے دور رکھا۔ (بحار الانوار، ۴۳/ ۳۲۷)

## ہماری مدد کیجیے!

واستغاث الناس من زياد إلى الحسن بن علي عليه السلام.
فرفع يده وقال:
اللهم خذ لنا ولشيعتنا من زياد بن أبيه و أرنا فيه نكالاً عاجلاً إنك على كل شيئ قدير.
قال: فخرج خراج في إبهام يمينه يقال لها: السلعة، وورم إلى عنقه، فمات.
روایت میں ہے کہ ایک دن لوگوں نے زیاد ابن ابیہ کے مظالم سے تنگ آ کر امام حسن علیہ السلام سے مدد طلب کی۔ امام حسنؑ نے اپنے دستِ مبارک کو بلند کیا اور فرمانے لگے: اے پروردگار! ہمارا اور ہمارے شیعوں کا حق ابن ابیہ سے لے لے، اور اسے فوراً مصیبت میں مبتلا کر کے ہمیں دکھا دے کیونکہ آپ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔
اس بددعا کے بعد ابن ابیہ کے دائیں ہاتھ کی انگشت ابہام میں ایک زخم پیدا ہوا جسے "سلعہ" کہا جاتا تھا۔ وہ زخم بڑھتا گیا یہاں تک کہ زیاد کی گردن تک آ پہنچا اور اسی زخم کی وجہ سے وہ واصل جہنم ہوا۔ (بحار الانوار، ۴۳/ ۳۲۶)

## آپ کو کون زہر دے گا؟

الحسين بن أبي العلاء عن جعفر بن محمّد عليهما السلام قال الحسن بن علي عليهما السلام لأهل بيته: يا قوم! إنّي أموت بالسمّ كما مات رسول الله صلى الله عليه وآله.

فقال له أهل بيته: ومن الّذي يسمّك؟

قال: جاريتي أو امرأتي.

فقالوا له: أخرجها من ملكك عليها لعنة الله.

فقال: هيهات من إخراجها ومنيتي على يدها، ما لي منها محيص، ولو أخرجتها ما يقتلني غيرها، كان قضاء مقضيًا وأمراً واجباً من الله.

فما ذهبت الأيّام حتّى بعث معاوية إلى امرأته.

قال: فقال الحسن عليه السلام: هل عندك من شربة لبن؟

فقالت: نعم وفيه ذٰلك السمّ الّذي بعث به معاوية.

فلمّا شربه وجد مسّ السمّ في جسده فقال:

يا عدوّة الله! قتلتيني قاتلك الله، أما والله، لا تصيبين منّي خلفاً ولا تنالين من الفاسق عدوّ الله اللعين خيراً أبداً.

حسین ابن ابوالعلا کہتا ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان ہے:

امام حسنؑ نے اپنے اہلِ خانہ سے فرمایا: جس طرح رسول اکرمؐ زہر کے ذریعے دنیا سے رخصت ہو گئے، میں بھی زہر کے ذریعے قتل کیا جاؤں گا۔

پوچھا گیا: آپ کو کون زہر دے گا؟

آپؑ نے فرمایا: کنیز یا میری بیوی۔
کہا گیا: اسے اپنے گھر سے باہر نکال دو۔
آپؑ نے فرمایا: اسے خارج نہیں کیا جا سکتا کیونکہ میری موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ دوسرا کوئی اور راستہ بھی نہیں۔ اگر اسے گھر سے خارج کر دوں پھر بھی اس کے علاوہ کوئی اور مجھے قتل نہیں کرے گا کیونکہ یہ موضوع قضا و قدر اور واجب و لازم ہے جو خدا کی جانب سے مقدر بن چکا ہے۔

اس بات کو ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ معاویہ نے ایک شخص کو امامؑ کی اہلیہ کی طرف روانہ کیا۔

اس واقعہ کے بعد ایک دن امام حسنؑ نے اپنی اہلیہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس دودھ والا شربت ہوگا؟

اس نے کہا: جی ہاں۔ اس عورت نے اس شربت میں وہی زہر جو معاویہ نے اسے دیا تھا ملا لیا۔ جب امام حسنؑ نے اس شربت کو نوش فرمایا اور آپ نے محسوس کیا کہ اس شربت میں زہر ملا ہوا تھا تو آپؑ نے اس عورت کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا:

اے دشمنِ خدا! تو نے مجھے قتل کر دیا؟ خدا تجھے مارے۔ آگاہ رہو! خدا کی قسم! میرے بعد تمہارا کوئی اور شوہر نہیں ہوگا اور اس فاسق و فاجر شخص سے جو خدا کا دشمن ہے، تجھے کوئی خیر نہیں ملے گا۔ (بحار الانوار، ۴۳/۳۲۶، ضمن حدیث ۶)

## آپؑ کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی؟

من کتاب الدلائل لأبی جعفر بن رستم الطبری باسنادہ إلی عبد اللہ بن عباس قال:

مرّت بالحسن بن علیؑ علیہ السلام بقرة فقال: ھذہ حبلی بعجلة انثی لھا غرة فی جبینھا، ورأس ذنبھا أبیض.

فانطلقنا مع القصّاب حتّی ذبحها ، فوجدنا العجلة کما
وصف علی صورتها.
فقلنا : أو لیس الله عزّوجل یقول: "وَيَعْلَمُ مَا فِي
الْأَرْحَامِ" فکیف علمت؟
فقال: ما یعلم المخزون المکنون المجزوم المکتوم
الّذی لم یطلّع علیه ملك مقرّب ولا نبیّ مرسل غیر
محمّد وذرّیّته.

ابن عباس کہتا ہے: ایک دن ایک قصاب نے مادہ گائے کو ذبح کرنا چاہا۔ اچانک امام حسنؑ کا گزر اسی قصاب کے پاس سے ہوا۔ آپؑ نے اس قصاب سے فرمایا:
اس گائے کے شکم میں ایک مادہ بچہ ہے جس کی پیشانی اور دم کی ابتدا سفید رنگ کی ہوگی۔

ہم اس قصاب کے ساتھ آگے چل پڑے۔ جب اس نے اس گائے کو ذبح کیا تو میں نے دیکھا کہ وہی اوصاف جو امام حسنؑ نے بیان فرمائے تھے، اس گائے کے شکم میں موجود گوسالہ میں پائے جاتے ہیں۔

ہم نے امام حسنؑ سے عرض کیا: خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:
وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ (سورۂ لقمان، آیہ ۳۴)
یعنی "خدا ہر وہ جو رحم (مادر) میں ہے اسے جانتا ہے؟"
آپ کو کس طرح یہ بات پتا چل گئی؟

آپؑ نے فرمایا: "علوم مخزون اور پوشیدہ، قطعی اور مخفی کو حضرت محمد مصطفیؐ اور ان کی آل پاکؑ کے علاوہ کوئی بھی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل نہیں جانتا"۔ (بحار الانوار، ۳۲۸/۴۳، حدیث ۷)

## اپنے والد کے معجزات اور عجائب ہمیں دکھائیں!

من کتاب "مولد النبی ﷺ ومولد الأصفياء علیہم السلام"
تأليف الشيخ المفيد باسناد الى جابر ، عن أبی
جعفر علیہ السلام قال: جاء الناس إلى الحسن بن علی علیہ السلام
فقالوا: أرنا من عجائب أبيك الّتی كان يرينا!
فقال : وتؤمنون بذلك؟
قالوا: نعم نؤمن والله بذلك.
قال: أليس تعرفون أبی؟
قالوا جميعاً: بل نعرفه.
فرفع لهم جانب الستر فاذا أمير المؤمنين علیہ السلام قاعد.
فقال: تعرفونه؟
قالوا بأجمعهم : هذا أمير المؤمنين علیہ السلام ونشهد أنّك
أنت ولی الله حقًّا والامام من بعده ، ولقد أريتنا
أمير المؤمنين علیہ السلام بعد موته كما أرى أبوك أبابكر
رسول الله ﷺ فی مسجد قبا بعد موته.
فقال الحسن علیہ السلام : ويحكم أما سمعتم قول الله
عزّوجلّ "وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ" فاذا كان هذا نزل فيمن
قتل فی سبيل الله ما تقولون فينا؟
قالوا: آمنّا وصدقنا يابن رسول الله!

ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ایک دن کچھ لوگ امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: وہ معجزات اور عجائبات جو آپؑ کے والد گرامی حضرت علی علیہ السلام ہمیں دکھایا کرتے تھے آپؑ بھی ہمیں دکھائیں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر میں آپ لوگوں کو معجزے دکھاؤں تو کیا آپ مجھ پر ایمان لاؤ گے؟

انھوں نے کہا: جی ہاں! خدا کی قسم! ہم ایمان لائیں گے۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم لوگ میرے والد گرامی حضرت علی علیہ السلام کو پہچان پاؤ گے؟

انھوں نے کہا: کیوں نہیں۔

جب امام حسن علیہ السلام نے پردے کو اُوپر اٹھایا تو ان سب نے دیکھا کہ امیرالمومنین علیؑ وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔

امام حسنؑ نے فرمایا: کیا اسے پہچانتے ہو؟

سب نے مل کر کہا: جی ہاں یہ امیرالمومنینؑ ہیں، اب ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے ولی ہیں اور امیرالمومنینؑ کے بعد امام اور پیشوا ہیں۔ آپؑ نے اسی طرح ہمیں امیرالمومنین علیؑ کو دکھایا جس طرح آپ کے والد گرامی نے حضرت ابوبکر کو مسجد قبا میں رسولؐ خدا کی رحلت کے بعد، حضور اکرمؐ کو دکھایا تھا۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں انہیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے؟" (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۵۴)

اگر یہ آیہ کریمہ ان افراد کے بارے میں جو راہِ خدا میں قتل کیے جاتے ہیں،

نازل ہوا ہے تو تم ہم اماموں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟
ان سب نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! ہم ایمان لائے اور تصدیق کرتے ہیں۔
(بحارالانوار، ۴۳/۳۲۸، حدیث ۸)

## اس کھجور کے درخت میں کتنے کھجور ہیں؟

حدّثني أبو جعفر محمّد بن علي الصير في القرشي أبوسمينة قال: حدّثني داود بن كثير الرقي، عن أبي عبدالله علیه السلام:

لمّا صالح الحسن بن علي علیهما السلام معاوية جلسا بالنخيلة فقال معاوية: يا أبا محمّد! بلغني أنّ رسول الله صلی الله علیه وآله کان يخرص النخل فهل عندك من ذلك علم؟ شيعتكم يزعمون أنّه لا يعزب عنكم علم شيئ الأرض ولا في السماء؟

فقال الحسن علیه السلام: إنّ رسول الله صلی الله علیه وآله کان يخرص كيلاً وأنا أخرص عدداً.

فقال معاوية: كم في هذه النخلة؟

فقال الحسن علیه السلام: أربعة آلاف بسرة وأربع بسرات.

قال العلّامة المجلسي: ووجدت قد انقطع من المختصر المذكور كلمات فوجدتها في رواية ابن عبّاس الجوهري: فأمر معاوية بها فصرمت وعدت فجاءت أربعة آلاف وثلاث بسرات.

ثمّ صحّ الحديث بلفظها فقال: والله ما كذبت ولا

كنهت فنظر فاذا في يد عبدالله بن عامر بن كريز بسرة.

ثمّ قال : يامعاوية! أما والله لولا أنك تكفر لأخبرتك بما تعمله وذلك أنّ رسول الله صلى الله عليه وآله كان في زمان لا يكذب وأنت تكذب وتقول: متى سمع من جدّه على صغر سنّه ، والله لتدعن زياد أو لتقتلن حجراً ولتحملن إليك الرؤوس من بلد إلى بلد.

فادّعى زياداً وقتل حجراً وحمل إليه رأس عمرو بن الحمق الخزاعي.

داؤد بن کثیر رقی کہتا ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کے ساتھ صلح کی اور وہ دونوں مذاکرات کے لیے کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھے تو معاویہ نے امامؑ سے کہا: مجھے بتایا گیا ہے کہ رسول اکرم کھجور کے درخت کے کھجوروں کا اندازہ لگاتے تھے، کیا آپ کے پاس بھی یہ علم ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا: رسول اکرمؐ درخت خرما کے کھجوروں کے وزن پر اندازہ لگا سکتے تھے اور میں درخت خرما کے کھجوروں کی تعداد کے بارے میں اندازہ لگا سکتا ہوں۔

معاویہ نے کہا: مثال کے طور پر بتائیں اس درخت میں کتنی کھجور ہیں؟

امام حسنؑ نے فرمایا: چار ہزار اور چار عدد کھجور ہیں اس درخت میں۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ایک اور روایت میں اس طرح مذکور ہے: معاویہ نے اس درخت کے کھجور گننے کا حکم دیا۔ جب شمار کیا گیا تو اس میں چار ہزار اور تین عدد کھجور تھے۔

جب دیکھا گیا تو ایک کھجور عبداللہ ابن عامر ابن کریز کے ہاتھ میں تھی۔ امام حسنؑ نے معاویہ سے فرمایا: خدا کی قسم! اگر تم انکار نہ کرتے تو میں ہر وہ عمل جو تم انجام دو گے اس کے بارے تجھے آگاہ کرتا کیونکہ پیغمبر خدا اس دور میں تھے جب انہیں جھٹلایا نہیں جاتا تھا لیکن تم مجھے جھٹلاؤ گے اور کہو گے:

آپ تو اپنے جد امجد کے دور میں بچے تھے ہمیں کیسے پتہ چلے کہ آپؑ نے اس طرح رسولؐ اللہ سے سنا ہے۔ خدا کی قسم! تم زیاد کو دعوت دو گے، حجر بن عدی کو قتل کرو گے، سروں کو ایک شہر سے دوسرے شہر پھرواؤ گے۔

جی ہاں، جس طرح امام حسنؑ نے خبر دی تھی اسی طرح ہوا کیونکہ معاویہ نے زیاد کو دعوت دی، حجر بن عدی کو قتل کیا اور عمر بن حمق خزاعی کا سر اس کے پاس لایا گیا۔

(بحار الانوار، ۴۳/۳۲۹، حدیث ۹)

## اس ٹڈی کے پروں پر کیا لکھا ہوا ہے؟

روی: أنّ الحسن علیه السلام وعبدالله بن العبّاس کانا علی مائدة فجاء ت جرادة ووقعت علی المائدة ، فقال عبدالله للحسن علیه السلام : أی شیئ مکتوب علی جناح الجرادة؟

فقال علیه السلام : مکتوب علیه: أنا الله لا اله إلاّ أنا ربما أبعث الجراد لقوم جیاع لیأکلوه ، وربما أبعثها نقمة علی قوم فتأکل أطعمتهم.

فقام عبدالله وقبّل رأس الحسن علیه السلام ، وقال: هذا من مکنون العلم.

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن امام حسنؑ اور عبداللہ ابن عباس دسترخوان پر

بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک ٹڈی آ کر دسترخوان پر گر گیا۔ عبداللہ ابن عباس نے امام حسنؑ سے پوچھا: اس ٹڈی کے پروں پر کیا لکھا ہوا ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا: لکھا ہوا ہے کہ میں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں گرسنہ لوگوں کے لیے اکثر ٹڈی بھیج دیتا ہوں تاکہ اسے کھائیں اور کبھی میں سزا کے طور پر ٹڈی کو بھیج دیتا ہوں تاکہ لوگوں کی غذا کھا جائیں۔

عبداللہ بن عباس کھڑے ہو گئے اور امام حسنؑ کے سر اقدس کا بوسہ لینے اور کہنے لگے: یہ جواب پوشیدہ علوم اور اسرار سے ہے۔ (بحار الانوار، ۴۳/ ۳۳۷، حدیث ۸)

## آپ کو کون مسموم کرے گا؟

روی عن الصادق ، عن آبائه علیهم السلام : أنّ الحسن علیه السلام قال لأهل بيته : إنّي أموت بالسمّ كما مات رسول الله صلی الله علیه وآله.

قالوا: ومن يفعل ذٰلك؟

قال: امرأتي جعدة بنت الأشعث بن قيس ، فانّ معاوية يدسّ إليها ويأمرها بذٰلك.

قالوا : أخرجها من منزلك ، وباعدها من نفسك.

قال: كيف اخرجها ولم تفعل بعد شيئًا ولو أخرجتها ما قتلني غيرها ، وكان لها عذر عند الناس.

فما ذهبت الأيام حتّى بعث إليها معاوية مالًا جسيمًا ، وجعل يمنيها بأن يعطيها مائة ألف درهم أيضًا ويزوّجها من يزيد وحمل إليها شربة سم لتسقيها الحسن علیه السلام فانصرف إلى منزله وهو صائم فأخرجت

وقت الافطار ، وكان يومًا حارًا شربة لبن وقد ألقت فيها ذٰلك السم.

فشربها وقال: عدوة الله قتلتيني قتلك الله والله ، لا تصيبين منّي خلفًا ، ولقد غرّك وسخر منك ، والله يخزيك ويخزيه.

فمكث ؑ يومان ثمّ مضى ، فغدر بها معاوية ولم يف لها بما عاهد عليه.

ایک روایت میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے اپنے اہلِ خانہ سے فرمایا: جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زہر کے ذریعے شہید کیے گئے، مجھے بھی زہر دے کر شہید کیا جائے گا۔

پوچھا گیا: آپ کو کون زہر دے گا؟

آپؑ نے فرمایا: میری زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس، کیونکہ معاویہ اسے اس کام کے لیے اُبھارے گا اور اسے اس کام کا حکم دے گا۔

کہا گیا: آپ جعدہ کو اپنے گھر سے باہر نکالیں اور خود سے دُور رکھیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں اسے کس طرح باہر نکالوں حالانکہ ابھی اس نے کچھ بھی نہیں کیا ہے، اگر میں اسے باہر نکالوں پھر بھی مجھے قتل کرے گی اور اس وقت اسے ایک عذر مل جائے گا (قتل کرنے کا)۔

کچھ ہی دِنوں بعد معاویہ نے جعدہ کے لیے ایک بڑی رقم بھیج دی اور کہا: میں تمہاری جانب ایک لاکھ درہم اور بھیجوں گا اور تمہاری شادی اپنے بیٹے یزید کے ساتھ کروں گا اس شرط پر کہ وہ زہر جو جعدہ کے پاس بھیجا گیا تھا وہ امام حسنؑ کو کھلائے۔

اس دن امام حسن علیہ السلام نے روزہ رکھا ہوا تھا، آپؑ اپنے گھر میں داخل

ہوئے۔ شدید گرمی بھی تھی۔ جعدہ نے دودھ کا شربت بنا کر اس میں زہر ملا دیا اور امام حسنؑ کے افطار کی جگہ پر رکھ دیا۔ جب امام حسنؑ نے اس دودھ کو پیا تو جعدہ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: اے دشمن خدا! تم نے مجھے قتل کر دیا، خدا تجھے مارے۔

اللہ کی قسم! میرے بعد تجھے میرے جیسا کوئی نہیں ملے گا۔ تم جان لو کہ معاویہ نے تجھے دھوکا دے کر مذاق کیا ہے، خدا تجھے اور اس کو ذلیل و رسوا کرے گا۔

امام حسنؑ دو دن زندہ رہے اور پھر شہید ہو گئے۔

معاویہ نے جعدہ کے ساتھ عہد شکنی کی اور وہ وعدے جو اس سے کیے تھے انہیں اس نے پورا نہ کیا۔ (بحار الانوار، ۴۴/۱۵۳، حدیث ۲۳)

## بیٹھ جاؤ! آپ سے کچھ سوال پوچھوں گا!

وحضر المحفل رجل من أُميّة وكان شاباً فأغلظ للحسن عليه السلام كلامه، وتجاوز الحدّ في السبّ والشتم له ولأبيه.

فقال الحسن عليه السلام: اللّهم غير ما به من النّعمة واجعله انثى ليعتبر به.

فنظر الأُموي في نفسه، وقد صار امرأة قد بدل الله له فرجه بفرج النساء وسقطت لحيته.

فقال الحسن عليه السلام: اعزبي! مالك ومحفل الرجال؟ فانّك امرأة.

ثمّ إنّ الحسن عليه السلام سكت ساعة ثمّ نفض ثوبه، ونهض ليخرج، فقال ابن العاص: اجلس فانّي أسائلك مسائل.

قال ؑ : سل عمّا بدالك.

قال عمرو: أخبرني عن الكرم والنجدة والمروءة.

فقال ؑ : أمّا الكرم فالتبرع بالمعروف والاعطاء قبل السؤال.

وأمّا النجدة فالذبّ عن المحارم ، والصبر في المواطن عند المكاره.

وأمّا المروءة فحفظ الرجل دينه ، وإحرازه نفسه من الدنس وقيامه بأداء الحقوق وإفشاء السلام.

فخرج ، فعذل معاوية عمرواً ، فقال : أفسدت أهل الشام.

فقال عمرو: إليك عنّي إنّ أهل الشام لم يحبّوك محبّة إيمان ودين: إنّما أحبّوك للدنيا ينالونها منك والسيف والمال بيدك ، فما يغني عن الحسن كلامه.

ثمّ شاع أمر الشاب الأموي وأتت زوجته إلى الحسن ؑ فجعلت تبكي وتتضرّع فرقا له ، ودعا فجعله الله كما كان.

روایت میں ہے کہ ایک دن امام حسن علیہ السلام معاویہ کے پاس بیٹھے تھے۔ بنوامیہ کا ایک گستاخ نوجوان بھی وہاں موجود تھا۔ وہ امام حسنؑ کو غلط باتیں کہنے لگا۔ اس نے امام کو گالیاں دیں اور امیرالمومنین حضرت علیؑ کے خلاف بہت غلیظ باتیں کہیں۔

امام حسنؑ نے اسے بددعا دی اور فرمانے لگے: پروردگار عالم اس نعمت کو اس سے

لے لو اور اسے عورت بنا لو تا کہ عبرت حاصل کرے۔ جب وہ اموی نوجوان متوجہ ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہ عورت بن چکا تھا اور خداوند عالم نے اس کے آلۂ مردانگی کو آلۂ زن میں تبدیل کر دیا تھا۔ فوراً اس کی داڑھی کے بال بھی نیچے گرنے لگے۔

اس وقت امام حسنؑ نے اس سے فرمایا: یہاں سے اُٹھ کر کسی کونے میں جاؤ، مردوں کی محفل میں تمہارا کیا کام ہے؟ کیونکہ تم عورت ہو۔

امام حسنؑ نے تھوڑا ٹھہرنے کے بعد اپنے کپڑوں کو جھاڑا اور پھر کھڑے ہو کر جانے لگے۔

عمرو بن عاص نے امامؑ کی جانب مخاطب ہو کر کہا: آپ بیٹھ جائیں تا کہ آپ سے کچھ مسائل دریافت کروں۔

امامؑ نے فرمایا: جو جی میں آئے پوچھ لو۔

اس نے عرض کیا: آپ مجھے کرم، نجدہ، دلیری اور مروت کے معنی بتائیں؟

امامؑ نے فرمایا: کرم (یعنی) انسان نیک کام اپنی مرضی اور رغبت سے انجام دے اور قبل از یں کہ اس سے سوال کیا جائے عطا کرے۔

نجدہ اور دلیری یہ ہے کہ انسان اپنے محرم (رشتہ داروں) کا دفاع کرے اور ناخوشگوار موقعہ پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرے۔

مروت اور جوانمردی یہ ہے کہ انسان اپنے دین اور آئین کی حفاظت کرے اور خود کو خراب کاموں سے دُور رکھے اور حقوق کی ادائیگی کے لیے قیام کرے اور واضح اور آشکار سلام کہے۔ اس کے بعد امامؑ اس محفل سے باہر نکل گئے۔

(امامؑ کے جانے کے بعد) معاویہ عمرو بن عاص کو سرزنش کرنے لگا کہ تم شام میں فساد بپا کرو گے۔ عمرو بن عاص نے کہا: میری یہ بات جان لو کہ اہلیانِ شام تم کو دین اور ایمان کے لحاظ سے پسند نہیں کرتے۔ فقط تم کو، تمہاری دنیا سے فائدہ اٹھانے

کے لیے پسند کرتے ہیں کیونکہ دنیاوی مال اور شمشیر صرف تمہارے ہاتھ میں ہے اور حسن ابن علیؑ کی باتیں ان کو (اس سے) بے نیاز نہیں کریں گی۔

اس واقعہ کے بعد اس اُموی نوجوان کا قصہ یہیں پر مشہور ہو گیا۔ اس نوجوان کی بیوی امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر گریہ وزاری کرنے لگی۔ امامؑ کو اس عورت پر رحم آیا اور آپؑ نے دعا فرمائی (جس کے نتیجہ میں) وہ نوجوان اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ (بحار الانوار، ۴۳/۸۸، ذیل حدیث ۲)

......✻......

## فصل ششم

# معاد کے بارے میں سوالات

## اے فرزندِ رسولؐ! اتنے مقام و منزلت کے باوجود کیوں گریہ کر رہے ہیں؟

الطالقانی، عن أبی سعید الهمدانی، عن علیّ بن الحسن بن فضال عن أبیه، عن الرضا، عن آبائه علیهم السلام قال: لمّا حضرت الحسن بن علیّ بن أبی طالب علیهما السلام الوفاة بکی. فقیل له: یابن رسول الله! أتبکی ومکانك من رسول الله صلی الله علیه وآله الذی أنت به؟ وقد قال فیك رسول الله صلی الله علیه وآله ما قال؟ وقد حججت عشرین حجّة ماشیاً؟ وقد قاسمت ربّك مالك ثلاث مرّات حتّی النعل والنعل؟

فقال علیه السلام: إنّما أبکی لخصلتین: لهول المطلع وفراق الأحبّة.

حسن بن فضال کہتا ہے: حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے آباؑ و اجداد سے نقل کرتے ہیں کہ جس وقت امام حسنؑ کی زندگی کے آخری لمحات پہنچے تو آپؑ رونے لگے۔ امامؑ سے کہا گیا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ کا بہت بڑا مقام ہے اور آپ گریہ کر رہے ہیں؟

رسولؐ خدا نے آپ کے بہت زیادہ فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں؟ آپ

نے پاپیادہ بیس مرتبہ حج سے مشرف ہوئے ہیں؟ اپنا پورا مال (حتیٰ کہ چپل) بھی راہِ خدا میں تین مرتبہ (غریبوں میں) تقسیم کر دیے ہیں؟

امام حسنؑ نے فرمایا: میں دو چیزوں کی وجہ سے رو رہا ہوں:

① قیامت کے خوف و ہراس کی وجہ سے

② اپنے دوستوں سے جدائی کی وجہ سے۔ (بحار الانوار، ۴۳/۳۳۲، حدیث ۱۲ و۴۴/۱۵۰، حدیث ۱۹)

## اے فرزندِ رسولؐ! ہم موت سے کیوں ناخوش ہیں اور اسے پسند نہیں کرتے!

محمّد بن إبراهيم ، عن أحمد بن يونس المعاذي ، عن أحمد الهمداني عن محمّد بن الأشعث ، عن موسى بن اسماعيل ، عن أبيه ، عن جدّه ، عن جعفر بن محمّد عليهم السلام قال:

كان للحسن بن عليّ بن أبي طالب صلوات الله عليهم صديق وكان ماجناً فتباطأ عليه أيّاما فجاءه يوماً ،

فقال له الحسن عليه السلام : كيف أصبحت؟

فقال : يابن رسول الله! أصبحت بخلاف ما أحبّ ويحبّ الله ويحبّ الشيطان.

فضحك الحسن عليه السلام ثمّ قال : وكيف ذاك؟

قال: لأنّ الله عزّوجلّ يحبّ أنّ اطيعه ولا أعصيه ولست كذلك، والشيطان يحبّ أنّ أعصى الله ولا اطيعه ولست كذلك ، وأنا أحبّ أن لا أموت ، ولست كذلك.

**فقام إليه رجل فقال: يابن رسول اللّٰه! ما بالنا نكره الموت ولا نحبّه؟!**

**قال: فقال الحسن عليه السلام: إنكم أخربتم آخرتكم وعمرتكم دنياكم فأنتم تكرهون النقلة من العمران إلى الخراب.**

موسیٰ بن اسماعیل اپنے باپ اور جدّ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: امام حسنؑ کا ایک دوست خوش مزاج تھا۔ وہ کچھ دن امامؑ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا اور ایک دن امامؑ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا: تم نے کس طرح صبح کا آغاز کیا؟

امامؑ اس کے جواب پر مسکرانے لگے اور فرمایا: یہ کس طرح ہوا؟

اس نے کہا: خداوند عالم چاہتا ہے کہ میں اس کی فرمانبرداری کروں اور اس کے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کروں۔ لیکن میں اس طرح نہیں ہوں۔ دوسری جانب شیطان چاہتا ہے کہ میں خدا کی نافرمانی کروں اور اس کی اطاعت نہ کروں لیکن اس طرح بھی نہیں ہے۔ اسی طرح میں چاہتا ہوں کہ نہ مروں لیکن اس طرح بھی ممکن نہیں ہے۔ اسی دوران ایک مرد کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا: اے فرزندِ رسولؐ! ہم موت سے کیوں خوش نہیں ہوتے اور اسے پسند نہیں کرتے؟

امام حسنؑ نے فرمایا: کیونکہ تم لوگوں نے اپنی آخرت کی زندگی کو خراب اور اپنی دنیاوی زندگی کو آباد کرلیا ہے۔ اس لیے تم کو پسند نہیں کہ آباد زندگی سے خراب زندگی کی جانب منتقل ہوجاؤ۔ (معانی الاخبار، ص ۳۸۹، حدیث ۲۹)

## میرے بھائی! آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟

**في "مروج الذهب" عن جعفر بن محمّد، عن أبيه،**

من جدّہ علیّ بن الحسین علیہم السلام قال:
دخل الحسین علیہ السلام علی عمّی الحسن علیہ السلام حدثان ما سقی السمّ.
فقام لحاجة الانسان ، ثمّ رجع، فقال: سقیت السم عدّة مرّات ، وما سقیت مثل ھذہ ، لقد لفظت طائفة من کبدی ورأیتنی أقلبه بعود فی یدی.
فقال له الحسین علیہ السلام : یا أخی! ومن سقاك؟
قال: وما ترید بذلك؟ فان کان الّذی أظنه فالله حسیبه ، وإن کان غیرہ فما أُحبّ أن یؤخذ بی بری.
فلم یلبث بعد ذٰلك إلاّ ثلاثاً حتّی توفّی صلوات الله علیه.

کتاب "مروج الذہب" میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد گرامی سے نقل کرتے ہیں کہ امام سجاد علیہ السلام فرماتے تھے:
جب میرے چچا امام حسن علیہ السلام کو مسموم کیا گیا تو میرے والد گرامی ان کے پاس گئے۔ اتنے میں امام حسنؑ کسی شخص کی حاجت روائی کے لیے اُٹھے اور جب واپس آئے تو فرمانے لگے:
مجھے چند مرتبہ زہر دیا گیا ہے لیکن کبھی بھی میری حالت اس طرح نہیں ہوئی کیونکہ میرے جگر کا ایک ٹکڑا ختم ہو گیا ہے اور گویا میں اسے نیچے اُوپر ہوتے دیکھ رہا ہوں۔
امام حسینؑ نے فرمایا: آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟
آپؑ نے فرمایا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر (زہر دینے والا) وہ ہو جو میں سمجھ

رہا ہوں تو خدا خود اس سے حساب لے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور ہو تو میں نہیں چاہتا کسی بے گناہ کو سزا دی جائے۔ اس قصہ کے تین دن بعد وہ معصوم امامؑ شہید ہو گئے۔
(بحارالانوار، ۴۴/ ۱۴۸، حدیث ۱۵)

## اے فرزندِ رسولؐ! مجھے وعظ و نصیحت فرمائیں؟

محمّد بن وهبان ، عن داود بن الهيثم ، عن جدّه إسحاق بن بهلول (عن أبيه بهلول) بن حسان ، عن طلحة بن زيد الرقي ، عن الزبير بن عطاء ، عن عمير بن مانی العبسی ، عن جنادة بن أبی أُميّة قال:

دخلت على الحسن بن علی بن أبی طالب عليهما السلام فی مرضه الّذی توفّی فيه وبين يديه طست يقذف عليه الدم ويخرج كبده قطعة قطعة من السم الّذی أسقاه معاوية لعنه الله فقلت : يا مولای! مالك لا تعالج نفسك؟

فقال: يا عبدالله! بماذا أُعالج الموت؟

قلت: إنّا لله وَإنّا إليه راجعون.

ثم التفت إلیّ فقال: والله ، لقد عهد إلينا رسول الله صلى الله عليه وآله أنّ هذا الأمر يملكه اثنا عشر إماماً من ولد علی وفاطمة عليهما السلام ، ما منّا إلاّ مسموم أو مقتول.

رفعت الطست وبكی صلوات الله عليه وآله.

قال: فقلت له: عظنی يابن رسول الله! قال:

نعم ، استعدّ لسفرك ، وحصّل زادك قبل حلول أجلك ، واعلم أنّك تطلب الدنيا والموت يطلبك ، ولا تحمل

هم يومك الّذى لم يات على يومك الّذى أنت فيه.
واعلم! أنّك لا تكسب من المال شيئًا فوق قوتك إلاّ كنت فيه خازنًا لغيرك.
واعلم! أنّ فى حلالها حساب ، وفى حرامها عقاب ، وفى الشبهات عتاب. فأنزل الدنيا بمنزلة الميتة ، خذ منها ما يكفيك ، فان كان ذٰلك حلالًا كنت قد زهدت فيها و إن كان حراماً لم يكن فيه وزر ، فأخذت كما أخذت من الميتة، و إن كان العتاب فانّ العتاب يسير. واعمل لدنياك كأنّك تعيش أبداً ، واعمل لآخرتك كأنّك تموت غداً.
و إذا أردت عزّاً بلا عشيرة ، وهيبة بلا سلطان ، فاخرج من ذلّ معصية اللّٰه إلى عزّ طاعة اللّٰه عزّوجلّ.
و إذا نازعتك إلى صحبة الرجال حاجة فاصحب من إذا صحبته زانك ، و إذا خدمته صانك ، و إذيا أردت منه معونة أعانك ، و إن قلت صدق قولك و ان صلت شد صولك و إن مددت يدك بفضل مدّها. و إن بدت عنك ثلمة سدّها ، و إن رأى منك حسنة عدها ، و إن سألته أعطاك ، و إن سكت عنه ابتداك و إن نزلت إحدى الملمات به ساءك.
من لا تأتيك منه البوائق ، ولا يختلف عليك منه الطرائق، ولا يخذلك عند الحقائق ، و إن تنازعتما

منقسما آثرك.

قال: ثمّ انقطع نفسه واصفرّ لونه، حتّى خشيت عليه، ودخل الحسين عليه السلام والأسود بن أبي الأسود فانكبّ عليه حتّى قبّل رأسه وبين عينيه، ثمّ قعد عنده فتسارّا جميعاً

فقال أبو الأسود: إنّا لله، إنّ الحسن عليه السلام قد نعيت إليه نفسه، وقد أوصى إلى الحسين عليه السلام وتوفّي يوم الخميس في آخر صفر سنة خمسين من الهجرة وله سبعة وأربعون سنة ودفن بالبقيع.

جنادہ بن ابوامیہ کہتے ہیں: امام حسن علیہ السلام کی زندگی کے آخری ایام میں جب آپ کو زہر دیا گیا تھا، آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے ایک تشت رکھا ہوا تھا جس میں آپ کے دہن مبارک سے خون گر رہا تھا (اس کے علاوہ) وہ زہر جو معاویہ کی جانب سے آپ کو دیا گیا تھا اس کے سبب آپ کے جگر مبارک کے ٹکڑے خون کے ساتھ گر رہے تھے۔

میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: اے میرے آقا! آپ اپنا علاج کیوں نہیں کروا لیتے؟

آپ نے فرمایا: اے بندۂ خدا! کیا موت کا علاج کیا جا سکتا ہے؟

میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ امامؑ میری جانب مخاطب ہو کر فرمانے لگے:

خدا کی قسم! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خبردار کرتے ہوئے فرمایا: "علیؑ و زہراؑ کی اولاد میں سے بارہ نفر مقامِ امامت پر فائز ہوں گے۔ ہم میں سے ہر

ایک مسموم ہوا قتل کیا جائے گا"۔

میں نے آپؑ کے سامنے سے تشت اٹھایا اور آپؑ رونے لگے۔ میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! مجھے وعظ و نصیحت فرمائیں۔

امامؑ نے فرمایا: جی ہاں، سفرِ آخرت کے لیے تیار رہو۔ موت آنے سے پہلے اس سفر کے لیے زادِ راہ تیار کرلو۔ تم جان لو کہ تم دنیا کے خواہاں ہو اور موت تمہاری خواہاں ہے۔ ان دنوں میں جن میں اس وقت تم ہو، ان دنوں کے لیے جو ابھی تک نہیں آئے، غمزدہ نہ ہو!

تم جان لو کہ تم مال میں سے اپنی قوت سے زیادہ جمع نہیں کرو سوائے اس کے کہ وہ دوسروں کے لیے خزانہ ہوگا۔

دنیا کے مالِ حلال پر حساب، مالِ حرام پر عذاب اور مشکوک مال پر سرزنش ہوگی۔ اس لیے دنیا کو مُردار کی طرح سمجھو اور اس میں سے ضرورت کے مطابق لو۔ اگر اتنی مقدار جو تمہاری ضرورت کے مطابق ہے، لی ہے تو اگر وہ حلال ہوگا تو تم دنیا میں زاہد اور پرہیزگار سمجھے جاؤ گے اور اگر حرام ہوگا تو تم پر کوئی مسئولیت نہیں ہوگی کیونکہ کہا جائے گا ضرورت کے مطابق مُردار سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اور اگر اس کام میں سرزنش ہوگی تو وہ بہت آسان ہوگی۔

دنیا کے لیے اس طرح کام کرو گے کہ گویا ہمیشہ اسی میں رہو گے اور آخرت کے لیے اس طرح اعمال انجام دو گویا کل مر جاؤ گے۔

اگر تم بغیر ہیبت اور قدرت کے عزت کے طلبگار ہو تو گناہوں سے دُور رہو اور اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار بندوں میں شامل ہو جاؤ۔

اگر تم کسی مرد سے دوستی کرنا چاہو تو اس سے دوستی کرو جو تمہارے لیے باعثِ زینت ہو۔ اگر اس کے لیے خدمت انجام دو تو وہ تمہارا نگہدار ہو اور اگر اس سے مدد

طلب کرو تو تمہارا یار و مددگار رہو۔ اگر کوئی بات کہو تو تمہاری تصدیق کرے اور اگر تم دشمن پر حملہ آور ہو تو وہ تمہاری حفاظت کرے۔ اگر تم احسان کے لیے ہاتھ بڑھاؤ تو وہ بھی ہاتھ بڑھائے اور کوئی تمہارے کام میں ناسازگار دن آجائیں تو وہ انہیں دفع کرے۔ اگر تم سے کوئی نیکی محسوس کرے تو اسے قبول کرے۔ اگر تم اس سے کسی چیز کا تقاضا کرو تو وہ تمہیں عطا کرے۔ اگر تم خاموش ہو جاؤ تو وہ بولنا شروع کرے۔ اگر اس پر کوئی مصیبت آجائے تو تم ناراحت ہو جاؤ۔

ایسا شخص بن جاؤ کہ جس کی وجہ سے تم پر کوئی گناہ وارد نہ ہو جائے اور اس کی وجہ سے تم کسی مصیبت اور بلا میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ مصیبت کے وقت میں تمہیں تنہا نہ چھوڑ دے اور اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو تم کو خود پر مقدم رکھے۔

اچانک امامؑ کی سانس منقطع ہو گئی اور رنگ اس طرح زرد ہو گیا کہ میں سمجھا آپ شہید ہو جائیں گے۔ اسی وقت امام حسینؑ اور اسود بن ابوالاسود داخل ہوئے۔

امام حسین علیہ السلام نے آپ کو اپنی آغوش میں لیا، آپؑ کے سر مقدس اور دونوں آنکھوں کی درمیانی جگہ کا بوسہ لیا، پھر آپؑ کے پاس بیٹھ گئے اور آپس میں بہت ساری راز کی باتیں کرنے لگے۔

ابوالاسود نے انا اللہ کہا اور کہنے لگا: امام حسنؑ نے اپنی موت کی خبر دے دی ہے۔ امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو اپنا وصی و جانشین مقرر فرمایا۔ آپؑ جمعرات کے دن، ماہ صفر کے آخری ایام میں، سن پچاس ہجری، ۴۷ سال کی عمر میں شہید ہوئے اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ (بحار الانوار، ۴۴/۱۳۸، حدیث ۶)

## آپؑ کی طبیعت کیسی ہے؟

"عیون المعجزات" للمرتضیٰ:

كان مولده بعد مبعث رسول الله ﷺ بخمسة

عشر سنة وأشهر ، وولدت فاطمة أبا محمد عليه السلام ولها أحد عشر سنة كاملة، وكانت ولادته مثل ولادة جده وأبيه صلى الله عليهم وكان طاهراً مطهراً يسبح ويهلل في حال ولادته ، ويقرأ القرآن على ما رواه أصحاب الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وآله : "أن جبرئيل ناغاه في مهده" وقبض رسول الله صلى الله عليه وآله وكان له سبع سنين وشهور.

وكان سبب مفارقة أبي محمد الحسن عليه السلام دار الدنيا وانتقاله إلى دار الكرامة على ما وردت به الأخبار: أن معاوية بذل لجعدة بنت محمد بن الأشعث زوجة أبي محمد عليه السلام عشرة آلاف دينار و إقطاعات كثيرة من شعب سوراً ، وسواد الكوفة ، وحمل إليها سماً فجعلته في طعام.

فلما وضعته بين يديه قال: إنا لله و إنا اليه راجعون، والحمد لله على لقاء محمد سيد المرسلين ، وأبي سيد الوصيين ، و أمي سيدة نساء العالمين ، وعمي جعفر الطيار في الجنة ، وحمزة سيد الشهداء صلوات الله عليهم أجمعين.

ودخل عليه أخوه الحسين صلوات الله عليه فقال: كيف تجد نفسك؟

قال: أنا في آخر يوم من الدنيا وأول يوم من الآخرة

على كره منّي لفراقك وفراق إخوتي.
ثمّ قال : أستغفر الله على محبّة منّي للقاء رسول الله ﷺ وأمير المؤمنين وفاطمة وجعفر وحمزة عليهم السلام.
أوصى إليه وسلم إليه الاسم الأعظم ، ومواريث الأنبياء عليهم السلام التي كان أمير المؤمنين عليه السلام سلّمها إليه.
ثمّ قال: يا أخي! إذيا (أنا) متّ فغسّلني وحنّطني وكفّني واحملني إلى جدّي ﷺ حتّى تلحدني إلى جانبه ، فإن منعت من ذلك فبحق جدّك رسول الله ﷺ وأبيك أمير المؤمنين وأمّك فاطمة الزهرا عليهم السلام أن لا تخاصم أحداً ، واردد جنازتي من فورك إلى البقيع حتّى تدفني مع أمّي.
فلمّا فرغ من شأنه وحمله ليدفنه مع رسول الله ﷺ ركب مروان بن الحكم طريد رسول الله بغلة وأتى عائشة فقال لها: يا أمّ المؤمنين! الحسين يريد أن يدفن أخاه الحسن مع رسول الله. والله إن دفن معه ليذهبن فخر أبيك وصاحبه عمر إلى يوم القيامة.
قالت : فما أصنع يا مروان؟
قال: الحقي به وامنعيه من أن يدفن معه.
قال: وكيف الحقه؟
قال: اركبي بغلتي هذه.
فنزل من بغلته وركبتها وكانت تؤز الناس وبني

أميّة على الحسين عليه السلام وتحرضهم على منعه ممّا هم به ، فلمّا قربت من قبر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وكان قد وصلت جنازة الحسن عليه السلام فرمت بنفسها عن البغلة وقالت: والله لا يدفن الحسن هاهنا أبداً أو تجز هذه، وأومت بيدها إلى شعرها.

فأراد بنوهاشم المجادلة ، فقال الحسين عليه السلام : الله الله ، لا تضيعوا وصيّة أخي ، واعدلوا به إلى البيقع فانّه أقسم على إن أنا منعت من دفنه مع جدّه صلى الله عليه وآله وسلم أن لا اخاصم فيه أحداً وان أدفنه بالبقيع مع أمّه.

فعدلوا به ودفنوه بالبقيع معها.

فقام ابن عبّاس وقال: ياحميراء! ليس يومنا منك بواحد ، يوم على الجمل ويوم على البغلة؟! أما كفاك أن يقال: "يوم الجمل" حتّى يقال: "يوم البغل" يوم على هذا ويوم على هذا ، بارزة عن حجاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تريدين إطفاء نور الله ، والله متمّ نوره ولو كره المشركون ، إنّا لله وَإنّا إليه راجعون.

فقالت له: إليك عنّي واف لك ولقومك.

...... وقال ابن أبي الحديد : روى أبو الحسن المدائني : أنّ مروان لما منع الحسن عليه السلام أن يدفن عند جدّه فاجتمع بنوهاشم وبنو أُميّة واعان هؤلاء قوم وهؤلاء قوم ، وجاؤا بسلاح.

فقال أبوهريرة لمروان : أتمنع الحسن أن يدفن في هذا الموضوع ، وقد سمعت رسول الله ﷺ يقول: الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنّة.

سید مرتضٰی کتاب ''عیون المعجزات'' میں لکھتے ہیں:

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی ولادت، بعثت پیغمبرؐ کے چندرہ سال اور کچھ مہینے بعد ہوئی۔ جس وقت حضرت فاطمہؑ نے امام حسنؑ کو متولد فرمایا اس وقت بی بی کی عمر مبارک پورے گیارہ سال تھی۔ امام حسنؑ کی ولادت بھی اپنے آباء واجداد کی طرح ہوئی۔ آپؑ پاک و پاکیزہ متولد ہوئے (ولادت کے وقت) آپؑ خدا کی تسبیح وتجلیل اور قرأت قرآن میں مشغول تھے۔

جیسا کہ احادیث کے راویوں نے بیان کیا ہے: جبٰ امام حسنؑ گہوارے میں ہوتے تو جنابِ جبرئیلؑ آپؑ سے باتیں کرتے اور ذکرِ خواب کہتے تھے۔ جس وقت رسولؐ خدا نے رحلت فرمائی اس وقت آپؑ کی عمر مبارک صرف سات سال اور کچھ مہینے تھی۔ امام حسن علیہ السلام کی شہادت کا سبب جیسا کہ روایات میں مذکور ہے اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

معاویہ نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی اہلیہ جعدہ کے لیے مبلغ دس ہزار اشرفیاں بھیجیں اور وعدہ کیا کہ اگر تم امام حسنؑ کو شہید کرو گی تو ''سورا'' اور اطراف کوفہ کی زرخیز زمین تجھے دوں گا۔ اس کے بعد اس نے جعدہ کے لیے زہر بھیج دیا۔ جعدہ نے وہ زہر امام حسنؑ کے کھانے میں ڈالا اور آپؑ کے پاس لے کر آئی۔ آپؑ نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا اور فرمانے لگے:

میں پیغمبروں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اوصیاء کے سردار اپنے بابا علیؑ، دنیا کی عورتوں کی سردار اپنی ماں، اپنے چچا جعفر طیارؓ، اور حمزہ سید الشہداءؑ

کے دیدار کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں۔

اتنے میں آپؑ کے بھائی امام حسینؑ حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے: آپؑ کا حال کیسا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں خود کو دنیا کے آخری اور آخرت کے پہلے دنوں میں دیکھ رہا ہوں لیکن آپؑ اور دوسرے بھائیوں کی جدائی میرے لیے ناگوار ہے۔ پھر استغفراللہ کہنے لگے اور فرمایا:

اس کے عوض جس وقت مر جاؤں گا تو رسولؐ خدا، امیرالمومنینؑ، فاطمہ زہراؑ، جعفر اور حمزہ (سلام اللہ علیہم اجمعین) سے ملاقات کروں گا۔ پھر آپؑ نے امام حسینؑ کو اپنا وصی اور جانشین مقرر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم اور پیغمبروں کی میراث جو امیرالمومنینؑ نے آپ کو عطا فرمائی تھی، سب امام حسینؑ کے حوالے کیا اور فرمایا:

"اے میرے بھائی! جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو میرے بدن کو غسل دینا اور حنوط و کفن کے بعد رسولؐ خدا کے پاس لے جا کر وہیں دفن کرنا اور اگر کوئی مانع ہو تو تجھے، تیرے جد امجد رسولؐ خدا، تیرے بابا علی مرتضیٰؑ اور تیری ماں فاطمہ زہراؑ کی قسم دیتا ہوں کہ کسی سے بھی جنگ نہ کرنا، بلکہ فوراً میرے جنازے کو بقیع کی جانب لے جا کر میری ماں کے پاس سپرد خاک کرنا۔

جس وقت امام حسنؑ شہید ہوئے تو امام حسینؑ آپ کا جنازہ مبارک رسولؐ خدا کی قبر کے پاس لے گئے تا کہ وہیں دفن کریں۔ اتنے میں وہی مروان بن حکم جسے رسولؐ خدا نے شہر سے باہر نکالا تھا، خچر پر سوار ہوا اور حضرت عائشہ کے پاس آ کر کہنے لگا:

اے ام المومنین! حسینؑ اپنے بھائی حسنؑ کو رسولؐ خدا کے پاس دفن کرنا چاہتا ہے، خدا کی قسم! اگر یہ کام کیا گیا تو قیامت تک تمہارے باپ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا جوار پیغمبرؐ میں رہنے کا افتخار ختم ہو جائے گا۔

بی بی عائشہ نے کہا: اے مروان اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

مروان نے کہا: اٹھو اور جا کر اس کام کو روک لو۔

بی بی عائشہ نے کہا: کس طرح ان کے پاس جاؤں۔

مروان نے کہا: میرے خچر پر سوار ہو کر جاؤ۔

مروان اپنے خچر سے اترا اور بی بی عائشہ اس پر سوار ہو کر چل پڑی۔ وہ بنو اُمیہ اور دوسرے لوگوں کو امام حسینؑ کے خلاف کر رہی تھی اور انہیں کہہ رہی تھی کہ امام حسینؑ کو ان کے بھائی کا جنازہ رسولؐ خدا کے پاس دفن ہونے نہ دیا جائے۔

جب بی بی عائشہ رسولؐ خدا کی قبر کے نزدیک پہنچی تو اس وقت امام حسنؑ کا جنازہ مبارک بھی پہنچ چکا تھا تو اس نے خود کو خچر سے نیچے گرایا اور کہنے لگی: امام حسنؑ کے جنازے کو یہاں پر دفن نہ کیا جائے مگر یہ کہ میرے سر کے بال نوچ لیے جائیں!!

بنوہاشم نے تلوار سے بی بی عائشہ کو جواب دینا چاہا لیکن امام حسینؑ نے فرمایا: میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ میرے بھائی کی وصیت کو ضائع نہ کرو اور میرے بھائی کا جنازہ بقیع کی جانب لے کر چلو، کیونکہ آپؑ نے قسم دی تھی کہ اگر اس کام کے لیے کوئی مانع ہو تو کسی سے بھی جنگ نہ کرو اور ان کا جنازہ مقدس بقیع میں والدہ ماجدہ کے پاس سپرد خاک کر دینا۔ بنوہاشم آپؑ کا جنازہ بقیع کی جانب لے کر گئے اور آپؑ کو آپؑ کی ماں کے نزدیک دفن کیا گیا۔

اچانک ابنِ عباس کھڑے ہو گئے اور حضرت عائشہ سے کہنے لگے: اے حمیرا! تمہاری ہمارے ساتھ ایک دن کی جنگ نہیں ہے، کبھی اُونٹنی اور کبھی خچر پر سوار ہو کر آتی ہو؟ کیا تمہارے لیے یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ تم نے جنگِ جمل کو شروع کروایا اور اب جنگِ استر (خچر) کو بھی شروع کروا دیا؟

ایک دن اس پر اور دوسرے دن اُس پر سوار ہو کر آتی ہو؟ تم پیغمبر خدا کے حرم

سے خارج ہو جاتی ہو اور چاہتی ہو کہ "نورِ الٰہی" کو خاموش کر دو، خدا اپنے نور کو خود آخر تک پہنچائے گا اگرچہ مشرکوں کو یہ بات ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

بی بی عائشہ نے ابن عباسؓ سے کہا: مجھ سے دُور ہو جاؤ، تم پر اور تمہاری قوم پر افسوس ہے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں: ابن ابی الحدید معتزلی نے ابوالحسن مدائنی سے اس طرح نقل کیا ہے:

جس وقت مروان نے امام حسنؑ کو رسولؐ خدا کے پاس دفن ہونے سے روکنا چاہا تو بنوہاشم اور بنوامیہ ایک دوسرے سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے اور ہر قبیلہ جنگ کے لیے مسلح ہو گیا۔

ابوہریرہ نے مروان سے کہا: کیا تم امام حسنؑ کو اس جگہ پر دفن ہونے نہیں دے رہے ہو حالانکہ میں نے خود رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ آپؐ فرما رہے تھے: "حسنؑ و حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں"۔ (بحارالانوار، ۴۴/۱۴۰، حدیث ۷)

## ابنِ عباسؓ کی روایت

وحدّثنا عبيد الله بن الفضل الطائي عن الحسين بن عليّ بن الحسين بن عليّ بن عمر بن عليّ الحسين بن عليّ بن أبي طالب عليهم السلام ، عن محمّد بن سلام الكوفي، عن أحمد بن محمّد الواسطي عن محمّد بن صالح ، ومحمّد بن الصلت قالا: حدّثنا عمر بن يونس اليمامي ، عن الكلبي عن أبي صالح ، عن ابن عبّاس قال:

دخل الحسين بن علي عليهما السلام على أخيه الحسن بن علي عليهما السلام في مرضه الّذي توفّي فيه فقال له : كيف

تجدك يا أخي؟

قال: أجدني في أوّل يوم من أيّام الآخرة وآخر يوم من أيّام الدنيا، واعلم أنّي لا أسبق أجلي ، وأنّي وارد على أبي وجدّي ﷺ على كره منّي لفراقك وفراق إخوتك ، وفراق الأحبّة.

وأستغفر الله من مقالتي هذه وأتوب إليه ، بل على محبّة منّي للقاء رسول الله ﷺ وأمير المؤمنين عليّ بن أبي طالب ؑ و أمّي فاطمة ، وحمزة ، وجعفر، وفي الله عزّوجل خلف من كلّ هالك ، وعزاء من كلّ مصيبة ، ودرك من ما فات. رأيت يا أخي! كبدي في الطشت ، ولقد عرفت من دهاني ومن أين أتيت فما أنت صانع به يا أخي؟

فقال الحسين ؑ : أقتله والله.

قال : فلا اخبرك به أبداً حتّى نلقى رسول الله ﷺ ولكن اكتب يا أخي: هذا ما أوصى به الحسن بن علي إلى أخيه الحسين بن علي:

أوصى أنّه يشهد أنّ لا اله إلّا الله وحده لا شريك له ، وأنّه يعبده حق عبادته ، لا شريك له في الملك ، ولا ولي له من الذل و انّه خلق كلّ شيئ فقدّره تقديراً ، و إنّه أولى من عبد ، وأحق من حمد ، من أطاعه رشد ، ومن عصاه غوى ، ومن تاب إليه اهتدى.

فانی اوصیك یاحسین! بمن خلفت من أهلی وولدی وأهل بیتك أن تصفح عن مسیئهم ، وتقبل من محسنهم ، وتکون لهم خلفاً ووالدًا ، وأن تدفننی مع رسول الله ﷺ فانی أحق به وببیته ممّن أدخل بیته بغیر إذنه ، ولا کتاب جاء هم من بعده. قال الله فیما أنزله علی نبیّه ﷺ فی کتابه: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ".

فوالله ، ما أذن لهم فی الدخول علیه فی حیاته بغیر إذنه ، ولا جاء هم الاذن فی ذٰلك من بعد وفاته ، ونحن مأذون لنا فی التصرّف فیما ورثناه من بعده.

فان أبت علیك الامرأة فأنشدك الله بالقرابة الّتی قرب الله عزّوجلّ منك والرحم الماسة من رسول الله ﷺ أن تهریق فی محجمة من دم ، حتّی نلقی رسول الله ﷺ فنختصم إلیه ونخبره بما کان من الناس إلینا بعده ، ثمّ قبض.

قال ابن عبّاس : فدعانی الحسین بن علی علیه السلام وعبدالله بن جعفر وعلیّ بن عبدالله بن العبّاس فقال: اغسلوا ابن عمّکم.

فغسّلناه وحنّطناه وألبسناه أکفانه ، ثمّ خرجنا به حتّی صلّینا علیه فی المسجد ، و إنّ الحسین علیه السلام أمر أن یفتح البیت ، فحال دون ذٰلك مروان بن الحکم وآل

أبي سفيان ، ومن حضر هناك من ولد عثمان بن عفان وقالوا: يدفن أمير المؤمنين الشهيد القتيل ظلماً بالبقيع بشرّ مكان ، ويدفن الحسن مع رسول الله؟ لا يكون ذلك أبداً حتّى تكسر السيوف بيننا ، وتنقصف الرماح وينفد النبل.

فقال الحسين عليه السلام : أما والله الّذي حرم مكّة ، للحسن بن علي وابن فاطمة أحق برسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وببيته ممّن ادخل بيته إذنه وهو والله أحقّ به من حمّال الخطايا مسير أبي ذر ، الفاعل بعمّار ما فعل ، وبعبد الله ما صنع ، الحامي الحمى ، المؤوى لطريد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لكنكم صرتم بعده الأمراء ، وتابعكم على ذلك الأعداء وأبناء الأعداء.

قال: فحملناه فأتينا به قبر أمّه فاطمة فدفناه إلى جنبها رضي الله عنه وأرضاه.

قال ابن عبّاس: وكنت أوّل من انصرف ، فسمعت اللغط وخفت أن يعجل الحسين عليه السلام على قد أقبل ، ورأيت شخصاً علمت الشرّ فيه ، فأقبلت مبادراً فاذا أنا بعائشة في أربعين راكباً على بغل مرحل تقدمهم وتأمرهم بالقتال.

فلمّا رأتني قالت: إليّ إليّ يا ابن عبّاس! لقد اجترأتم على في الدنيا تؤذونني مرّة بعد أخرى؟! تريدون أن

تدخلوا بيتي من لا أهوى ولا احب؟!

فقلت: واسوأتاه! يوم على بغل ، ويوم على جمل ، تريدين أنّ تطفئي نور الله ، وتقاتلي أولياء الله ، وتحولي بين رسول الله وبين حبيبه أن يدفن معه ، ارجعي فقد كفى الله عزّوجلّ المؤنة.

ودفن الحسن عليه السلام إلى جنب أمّه ، فلم يزدد من الله تعالى إلاّ قرباً ، وما ازددتم منه والله بعداً ، ياسوأتاه! انصرفي فقد رأيت ما سرك.

قال: فقطبت في وجهي ، ونادت بأعلى صوتها: أو ما نسيتم الجمل؟ يابن عبّاس! إنكم لذوو أحقاد.

فقلت: أم والله ما نسيته أهل السماء ، فكيف تنساه أهل الأرض ، فانصرفت وهي تقول:

فألقت عصاها واستقرت بها النوى

كما قرّ عينا بالاياب المسافر

ابن عباسؓ کہتے ہیں: امام حسن علیہ السلام کی زندگی کے آخری لمحات میں امام حسینؑ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمانے لگے: آپؑ کی طبیعت کیسی ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا: میں خود کو آخرت میں پہلے اور دنیا میں آخری دن کا محسوس کر رہا ہوں۔ میں اپنی موت سے پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ میں آپؑ کی اور دیگر محبوں کی جدائی پسند نہیں کرتا اور اسی حالت میں اپنے بابا اور جدامجدؐ کے پاس جاؤں گا۔

اس کے بعد کہنے لگے: یہ جو باتیں میں نے کہی ہیں ان کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں آموزش کا طلبگار رہوں اور اسی کی طرف لوٹ کے جا رہا ہوں بلکہ مجھے رسولؐ خدا، بابا

علیؑ، اپنی ماں زہراؑ، حمزہؓ اور جعفرؓ کی ملاقات عزیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر جابی کا جبران، ہر مصیبت پر تعزیت اور ہر مرنے والے کو درک کرتا ہے۔

اے بھیا! میں اپنا جگر طشت میں دیکھ چکا ہوں۔ میں جانتا ہوں کس نے میرے ساتھ ایسا کیا ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ بھائی! آپؑ ان کے ساتھ کیا کریں گے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں اسے قتل کروں گا۔

امام حسنؑ نے فرمایا: میں تجھے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتاؤں گا جب تک رسولؐ خدا کا دیدار نہ کرلوں۔ اے میرے بھائی! ابھی میرا وصیت نامہ تحریر کرو۔

آپؑ نے وصیت کی کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور جس طرح اس کی عبادت اور بندگی کرنی چاہیے اسی طرح اس کی عبادت کرتا ہوں۔ وہ اپنی سلطنت میں کوئی شریک نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کی کوئی دوستی ذلت کے لحاظ سے ہے؟

بلکہ خدا وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خاصیت کے ساتھ خلق فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندگی اور عبادت کے لیے سب سے زیادہ شائستہ عبادت ہے۔ جو بھی خدا کا مطیع و فرمانبردار ہوگا اس کی ہدایت ہوگی اور جو خدا کی نافرمانی کرے گا وہ گمراہ ہوگا اور جو اس کی طرف لوٹ کر آنا چاہے اسے راستہ مل جاتا ہے۔

اے حسینؑ!

میں اپنی اہلِ بیتؑ، فرزندوں اور آپؑ کے اہلِ بیتؑ اور فرزندوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کی لغزش اور خطا کو درگزر کرنا اور ان کی نیکی کو قبول کرنا اور ان کے لیے میرا جانشین اور مثالی باپ بن کر رہنا۔ مجھے پیغمبرؐ خدا کی قبر اقدس کے پاس دفن کرنا، کیونکہ میں آنحضرتؐ اور ان کے گھر کے لیے ان افراد سے زیادہ مناسب ہوں جو بغیر اجازت ان کے گھر میں داخل ہوئے ہیں، کیونکہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی اور کتاب

نازل نہیں ہوئی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ وہ چیز جو اپنے پیغمبر پر نازل فرمائی ہے اسی قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ

"اے مومنو! پیغمبرؐ کے گھر میں بدون اجازت داخل نہ ہو"۔

خدا کی قسم! رسولؐ خدا کی زندگی میں انہیں بغیر اجازت کے ان کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی اور آپؐ کی رحلت کے بعد بھی ان کے لیے کوئی اجازت نامہ نہیں آیا ہے لیکن ہم چونکہ پیغمبرؐ خدا کے بعد ان کے وارث ہیں، ہمیں حق تصرف حاصل ہے۔ لیکن اگر وہ عورت تمہارے اس کام میں مانع ہو تو تجھے خدا اور وہ قربت جو خدا نے تجھے اپنے رسولؐ کے ساتھ دی ہے، اس کی قسم دیتا ہوں کہ میرے لیے حتیٰ کہ حجامت کے ایک خون کی مقدار کے برابر بھی، خونریزی نہ کرنا یہاں تک کہ ہم رسولؐ خدا سے ملاقات کریں اور ان ظلم وستم کے بارے میں ان کو بتائیں جو آپؐ کے بعد ہم پر وارد کیے گئے۔

آپؑ نے یہ فرمایا اور شہید ہو گئے۔

ابن عباس کہتے ہیں:

امام حسینؑ نے مجھے، عبداللہ جعفرؓ اور علی ابن عبداللہ کو طلب کیا اور فرمانے لگے: اپنے چچازاد کو غسل دو۔

ہم نے امام حسنؑ کے جسد اطہر کو غسل وحنوط انجام دینے اور کفن پہنانے کے بعد آپؑ کے جنازہ شریف کو مغتسل خارج کیا اور پھر مسجد میں داخل ہو کر اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے گھر کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا لیکن مروان ابن حکم، آل ابوسفیان اور عثمان بن عفان کی اولاد میں سے جو وہاں موجود تھے انہوں نے ممانعت کی اور کہنے لگے: عثمان بدترین جگہ بقیع میں دفن ہو اور حسنؑ رسولؐ خدا کے پاس

دفن ہو؟ یہ کام ہرگز نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ ہمارے نیزے اور تلواریں ٹوٹ جائیں اور ہمارے تیر ختم ہو جائیں۔

امام حسینؑ فرمانے لگے: جی ہاں، اس خدا کی قسم! جس نے مکہ کو محترم کیا ہے، حسنؑ ابن علیؑ جو کہ فاطمہ زہراؑ کا فرزند ارجمند ہے، رسولؐ خدا کے ساتھ ان افراد سے زیادہ مناسب ہے جو بغیر اجازت کے آپؐ کے گھر میں داخل ہوئے ہیں۔

خدا کی قسم! امام حسنؑ اس شخص سے جس نے بہت سی غلطیاں کیں اور ابوذرؓ کی جلاوطنی کا باعث بنا، رسولؐ خدا سے زیادہ نزدیک اور سب سے زیادہ مناسب ہے۔

وہی شخص جس نے عمار اور عبداللہؓ کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا جو نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہی کہ جس نے رسولؐ خدا کے تبعید شدہ (مروان بن حکم) کو پناہ دی لیکن تم لوگ ان کے (رسولؐ خدا) کے بعد امیر بن بیٹھے اور ان کے دشمنوں اور دشمنوں کے بیٹوں نے تمہاری پیروی کرنا شروع کر دی۔ پھر ہم امام حسنؑ کا جنازہ شریف اُٹھا کر لائے اور آپؑ کی والدہ ماجدہ (فاطمہ بنت اسد) کے پاس دفن کر دیا۔

ابن عباس کہتا ہے: میں واپس لوٹنے والوں میں سب سے پہلا آدمی تھا۔ اچانک میں نے بہت سی آوازیں سنیں۔ میں ڈر گیا کہ کہیں امام حسینؑ لڑنے کے لیے واپس تو نہیں جا رہے ہیں؟ اتنے میں، ایسے شخص کو دیکھا جس سے فتنہ اور شر کو محسوس کر رہا تھا۔ جب وہ سب سے آگے آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ بی بی تھیں جو چالیس سواروں کے ہمراہ آ رہی تھی۔ وہ سب سے پہلے خچر پر سوار تھی اور لوگوں کو جنگ کا حکم دے رہی تھی۔

جب بی بی کی نگاہ مجھ پر پڑی تو وہ کہنے لگی: اے ابن عباس! میرے پاس آؤ۔ تم لوگوں نے دنیا میں بہت زیادہ جرأت پیدا کر لی ہے اور یکے بعد دیگرے مجھے اذیت دے رہے ہو۔ تم چاہتے ہو ایک ایسے آدمی کو میرے گھر میں داخل کرو جسے میں پسند نہیں کرتی۔

میں نے اس کے جواب میں کہا: تم پر افسوس ہے! ایک دن اُونٹ پر اور ایک دن خچر پر سوار ہو کر آتی ہو! کیا تم نورِ خدا کو خاموش کرنا چاہتی ہو؟ رسولِؐ خدا کے دوستوں سے جنگ کر رہی ہو، رسولؐ خدا اور اس کے حبیب (امام حسنؑ) کے درمیان حائل ہو رہی ہو، اور ان کا جنازہ، ان کے جدامجد کے پاس دفن ہونے نہیں دے رہی ہو۔ واپس لوٹ جاؤ! کیونکہ خدا نے کام درست کر لیا ہے۔ امام حسنؑ کے جسد اطہر کو ان کی ماں (فاطمہ بنت اسد) کے پاس دفن کیا گیا ہے۔ خدا کی قسم! امام حسینؑ لطفِ خدا سے نزدیک اور تم لطفِ خدا سے دُور ہو گئی ہو! تمہاری رسوائی پر افسوس ہے! واپس لوٹ جاؤ جو تجھے پسند ہے وہ تو تم نے دیکھ ہی لیا۔

ابن عباس کہتے ہیں: بی بی غصے سے میری طرف دیکھنے اور زور زور سے کہنے لگی: اے عباس کے بیٹے! کیا تم نے جنگِ جمل کو فراموش کر دیا ہے، تم کینہ رکھنے والے شخص ہو!

میں نے کہا: جی ہاں، جب اہلِ آسمان نے جنگِ جمل کو نہیں بھلایا تو اہلِ زمین کس طرح اسے فراموش کر سکتے ہیں؟!

اس کے بعد بی بی یہ شعر پڑھتے ہوئے واپس لوٹ گئی:

فالقت عصاها واستقرت بها النوی
کما قرّ عینا بالایاب المسافر

یعنی "اس نے اپنے عصا کو پھینک دیا اور مسافرت پر نہ گئیں۔ جس طرح آمدِ سفر کے ذریعے اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں"۔ (بحارالانوار، ۴۴/۱۵۱، حدیث ۲۲

## حصہ پنجم

# لوگوں کے سوالات
# اور
# امام حسینؑ کے جوابات

## فصل اوّل

# امامت وولایت کے بارے میں سوالات

### اگر آپؑ نہ ہوں تو کس کی پیروی کریں؟

محمّد بن وهبان ، عن أحمد بن محمّد الشرقي ، عن أحمد بن الأزهر عن عبدالرزاق ، عن معمر ، عن الزهري ، عن عبيد الله بن عبدالله بن عتبة. قال: كنت عند الحسين بن علي عليه السلام إذ دخل عليّ بن الحسين الأصغر ، فدعاه الحسين عليه السلام وضمّه إليه ضمّاً، وقبّل ما بين عينيه ثمّ قال: بأبي أنت ما أطيب ريحك؟ وأحسن خلقك؟ فتداخلني من ذلك.

فقلت: بأبي أنت و أمي يابن رسول الله! ان كان ما نعوذ بالله أن نراه فيك فالى من؟

قال: علي ابني هذا هو الامام أبو الأئمّة.

قلت: يامولاي! هو صغير السن؟

قال: نعم ، إنّ ابنه محمّد يؤتمّ به وهو ابن تسع سنين ثمّ يطرق.

قال: ثمّ يبقر العلم بقراً.

قال العلّامة المجلسي: قوله عليه السلام "إنّ ابنه محمّد" أي

لیس بصغیر ، وله الآن ولد مسمّی بمحمّد یؤتم به،
وهو ابن تسع سنین بیان لحال الابن. والمراد به
الائتمام به قبل الامامة ، ولعلّه إشارة إلی قصّة
جابر......
ثمّ یطرق ، أی یسکت ولا یتکلّم حتّی یصیر إماماً
وبعده یبقر العلم بقراً.

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کہتے ہیں: میں ایک دن امام حسین علیہ السلام کے پاس موجود تھا۔ اچانک علیؑ بن الحسینؑ داخل ہوئے، امام حسینؑ نے آپ کو اپنے پاس بلایا اور مضبوطی سے آپؑ سے بغل گیر ہو گئے اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسے دیے اور فرمانے لگے:

"تمہارے باپ تم پر قربان ہوں، تمہاری کتنی اچھی خوشبو ہے اور تم کتنے خوبصورت ہو!"

آپؑ کی ان باتوں سے میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا اور عرض کرنے لگا: اے فرزندِ رسولؐ! میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں! خدانخواستہ اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، اگر ایک دن آپ نہ ہوں تو ہم کس کی پیروی کریں؟

آپؑ فرمانے لگے: میرے اس فرزند علیؑ کی جو کہ خود بھی امامؑ ہے اور اماموں کا باپ بھی ہے۔ میں نے عرض کیا: آقا! یہ تو ابھی چھوٹے ہیں!

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، ان کے فرزند محمد (۹) سال کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہوں گے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک سکوت رہے گا۔

امامؑ نے فرمایا: اسی دور میں وہ علم و دانش کے خزانے کشف کریں گے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اس ارزشمند روایت کی وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھتے

ہیں: امام حسینؑ کا اس جملے "ان کا ایک فرزند محمدؐ ہے" سے مقصد ان کا حال بیان کرتا ہے کہ وہ (امام زین العابدینؑ) چھوٹے نہیں ہیں کیونکہ ان کا ایک فرزند محمدؐ ہوگا جو صرف نو سال کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ منصب امامت سے پہلے ہی اس کی پیروی کی جائے گی اور شاید رسولؐ خدا کے صحابی جابر بن عبداللہ انصاریؓ کے قصہ کی جانب اشارہ ہو...... اس کے بعد ساکت ہو جائیں گے اور کوئی بات نہیں کہیں گے یہاں تک کہ آپ مقامِ امامت پر فائز ہو کر علم و دانش کے خزانے کشف کریں گے۔ (کفایۃ الاثر، ۳/۱۸۔ متن میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ۔ بحار الانوار، ۳۶/۱۹، حدیث ۸)

## صاحب امر آپ ہیں؟

أبي ، عن محمّد بن يحيى العطّار ، عن جعفر بن محمّد بن مالك ، عن حمدان بن منصور ، عن سعد بن محمّد ، عن عيسى الخشاب قال: قلت للحسين بن علي عليهما السلام : أنت صاحب هذا الأمر؟

قال: لا ، ولكن صاحب هذا الامر الطريد الشريد الموتور بأبيه المكنّى بعمّه يضع سيفه على عاتقه ثمانية أشهر.

عیسیٰ خشاب کہتا ہے: میں نے امام حسین علیہ السلام سے پوچھا: صاحب امر آپ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی نہیں! اس امر کا صاحب وہ ہے جو اپنے وطن اور خاندان سے دور ہے، اس کے باپ کو قتل کیا گیا ہے اور اس نے خون خواہی نہیں کی ہے۔ اس کی اور اس کے جد امجد کی کنیت ایک ہی ہے اور (دنیا کو ظالموں سے نجات دلانے کے

لیے) آٹھ ماہ تک اس نے اپنی شمشیر اپنے کندھوں پر رکھی ہے۔ (بحارالانوار، ۱۳۳/۵۱، حدیث۶)

## کہاں جا رہے ہو؟

وکان الحسین بن علی علیہ السلام لمّا خرج من مکّۃ اعترضہ یحیی بن سعید بن العاص، ومعہ جماعۃ أرسلھم إلیہ عمرو بن سعید، فقالوا لہ: انصرف أین تذھب؟ فأبی علیھم ومضی، وتدافع الفریقان واضطربوا بالسیاط، فامتنع الحسین علیہ السلام وأصحابہ منھم امتناعاً قویًّا وسار حتّی أتی التنعیم، فلقی عیراً قد أقبلت من الیمن فاستأجر من أھلھا جمالًا لرحلہ وأصحابہ، وقال لأصحابھا:

من أحبّ أن ینطلق معنا إلی العراق وفیناہ کراہ وأحسنا صحبتہ، ومن أحبّ أن یفارقنا فی بعض الطریق أعطیناہ کراہ علی قدر ما قطع من الطریق.

فمضی معہ قوم وامتنع آخرون.

جس وقت امام حسین علیہ السلام مکہ سے خارج ہوئے تو عمرو بن سعید (حاکم مکہ) کے حکم سے یحییٰ ابن سعید بن عاص نے کچھ اور لوگوں کے ساتھ آپؑ کا راستہ روک لیا اور کہنے لگا: واپس لوٹ آؤ! کہاں جا رہے ہو؟

امام حسین علیہ السلام نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی اور آگے بڑھنے لگے۔ بالآخر دونوں سپاہ تازیانہ کے ساتھ ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ امام حسینؑ اور آپؑ کے صحابہ نے بڑی ہمت اور طاقت سے اپنا دفاع کیا اور آگے بڑھنے لگے یہاں تک کہ

آپ مقام تنعیم میں پہنچ گئے۔

تنعیم میں امامؑ نے ایک کارواں سے ملاقات کی جو یمن سے آئے تھے۔ امامؑ نے کاروان سے اپنے سامان اور صحابہ کے لیے کچھ اونٹ کرایہ پر لیے اور ان کے مالکوں سے فرمانے لگے:

جو ہمارے ساتھ عراق جانا چاہے ہمارے ساتھ چلے ہم اس کو کرایہ دیں گے اور اس سے خوش اسلوبی سے پیش آئیں گے اور جو کوئی راستے میں واپس لوٹنا چاہے گا اتنی مقدار کے مطابق جتنا وہ ہمارے ساتھ آیا ہوگا ہم کرایہ دیں گے۔ کچھ آپؑ کے ساتھ آئے اور کچھ واپس لوٹ گئے۔ (بحار الانوار، ۴۴/۳۶۵ و ۳۶۶)

## کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

وقال السيّد: توجّه الحسين عليه السلام من مكّة لثلاث مضين من ذي الحجّة سنة ستّين قبل أن يعلم بقتل مسلم، لأنّه عليه السلام خرج من مكّة في اليوم الّذي قتل فيه مسلم. رضوان الله عليه.

وروي أنّه ، صلوات الله عليه ، لمّا عزم على الخروج إلى العراق ، قام خطيبا فقال:

الحمد لله ، وما شاء الله ، ولا حول ولا قوّة إلاّ بالله وصلّى الله على رسوله وسلّم خطّ الموت على ولد آدم مخطّ القلادة على جيد الفتاة، وما أولهني إلى أسلافي اشتياق يعقوب إلى يوسف ، وخير لي مصرع أنا لاقيه ، كأنّي بأوصالي يتقطّعها عسلان الفلوات ، بين النواويس وكربلا ، فيملأن منّي أكراشا جوفا وأجربة

سغبا لا محيص عن يوم خط بالقلم ، رضى الله رضانا أهل البيت ، نصبر على بلائه ، ويوفينا أجور الصابرين ، لن تشذ عن رسول الله لحمته ، وهي مجموعة له في حظيرة القدس تقربهم عينه ، وتنجز لهم وعده.

من كان فينا باذلًا مهجته ، موطنا على لقاء الله نفسه فليرحل معنا فاني راحل مصبحا إن شاء الله.

قال السيّد وابن نما: ثم سار حتّى مر بالتنعيم ، فلقي هناك عيراً تحمل هدية قد بعث بها بحير بن ريسان الحميرى عامل اليمن إلى يزيد بن معاوية وكان عامله على اليمين وعليها الورس والحلل ، فأخذها عليه السلام لأنّ حكم أمور المسلمين إليه.

وقال لأصحاب الابل : من أحبّ منكم أن ينطلق معنا إلى العراق وفيناه كراه واحسنا صحبته ، ومن أحبّ أن يفارقنا من مكاننا هذا أعطيناه من الكرى بقدر ما قطع من الطريق.

فمضى قوم وامتنع آخرون.

ثمّ سار عليه السلام : حتّى بلغ "ذات عرق" فلقي بشر بن غالب وارداً من العراق، فسأله عن أهلها.

فقال: خلفت القلوب معك ، والسيوف مع بني أُميّة.

فقال : صدق أخو بنَي أسد ، انّ الله يفعل ما يشاء ،

ويحكم ما يريد.

قال : ثمّ سار صلوات الله عليه حتّى نزل الثعلبية وقت الظهيرة فوضع رأسه فرقد ثمّ استيقظ. فقال: قد رأيت هاتفا يقول: أنتم تسرعون ، والمنايا تسرع بكم إلى الجنّة.

فقال له ابنه علي : يا أبه! أفلسنا على الحق؟

فقال: بلى يابني! والّذي إليه مرجع العباد.

فقال : يا أبه! اذن لانبالي بالموت.

فقال له الحسين عليه السلام : جزاك الله يابني خير ما جزا ولداً عن والد ثمّ بات عليه السلام في الموضع.

سید ابن طاؤس لکھتے ہیں: امام حسین علیہ السلام ۳ ذوالحجہ ۶۰ ہجری کے دن، حضرت مسلمؑ کی خبر شہادت سے باخبر ہونے سے پہلے، مکہ سے عراق کی جانب عازمِ سفر ہوئے کیونکہ جس دن آپ مکہ سے روانہ ہوئے اسی دن حضرت مسلمؑ کی شہادت واقع ہوئی تھی۔

روایات میں ہے کہ جس وقت امام حسینؑ نے عراق جانا چاہا آپؑ کھڑے ہوکر یہ خطبہ دینے لگے:

''تمام تعریفیں خدا کے لیے ہیں جو بھی خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، جو بھی قدرت اور طاقت ہے صرف خدا کے وسیلے سے ہے۔ اللہ کے درود و سلام اس کے رسولؐ پر ہوں۔ یقیناً تمام اولادِ آدمؑ کی گردنوں پر موت ایک گردن بند ہے۔ جس طرح عورتوں کی گردنوں میں لٹکا ہوا ہوتا ہے۔ جس طرح یعقوبؑ یوسفؑ

کے مشتاق تھے، میں بھی اپنے نیک گذشتگان کے دیدار کا مشتاق ہوں۔خداوند عالم نے میرے دفن کے لیے ایک جگہ (ممتاز زمین) کا انتخاب فرمایا ہے اور میں عنقریب اس تک پہنچ جاؤں گا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کربلا کے صحرا پر بکھرے پڑے ہوں گے۔ جو دن میرے لیے مقدر ہو چکا ہے اسے پاؤں گا اور اس سے ہرگز گریز نہیں کروں گا۔ہم اہل بیتؑ اللہ کی قضاوت پر راضی ہیں اور ان کی مصیبتوں کے مقابلے میں صابر ہیں یہاں تک کہ وہ ہمیں صابر لوگوں کی بہترین جزا عطا فرمائے گا۔

عنقریب میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے رسولؐ خدا کی جنت میں جمع ہوں گے۔ خدا اپنے رسولؐ کی آنکھوں کو روشن کرے گا اور اپنے وعدہ پر عمل فرمائے گا۔ جو بھی شہادت کی آرزو رکھتا ہو، اور ہماری راہ میں اپنی جان قربان کرنا چاہے تاکہ ابدی سعادت حاصل کر سکے۔ اسے چاہیے ہمارے ساتھ چلے، ہم ان شاء اللہ کل روانہ ہو جائیں گے"۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ اور ابن نما لکھتے ہیں:

امام حسین علیہ السلام مقام تنعیم تک آئے وہاں آپ نے ایک کارواں سے ملاقات کی جو کہ یزید ابن معاویہ کی جانب سے معین یمن کے حاکم بصیر بن ریسان حمیری کی طرف سے یزید بن معاویہ کے لیے تحائف لے کر آ رہے تھے۔ ان تحائف میں خاص قسم کا کپڑا اور یمن میں پیدا ہونے والی ایک مخصوص گھاس شامل تھی۔ امام حسینؑ نے وہ تمام تحائف ان سے لے لیے کیونکہ مسلمانوں کے تمام امور کی حاکمیت آپؑ کے

پاس تھی۔ اس کے بعد اُونٹوں کے مالکان سے فرمانے لگے: تم میں سے جو بھی ہمارے ساتھ عراق جانا چاہے ہم اس کا کرایہ دیں گے اور اس کے ساتھ خوش اسلوبی سے پیش آئیں گے اور جو وسط راہ میں واپس لوٹنا چاہے تو جتنا وہ ہمارے ساتھ راہ طے کرے گا اسی مقدار سے اسے کرایہ دیا جائے گا۔

کچھ لوگ آپؑ کے ساتھ روانہ ہوئے اور باقی آپؑ سے جدا ہو گئے۔ بعدازاں امام حسینؑ نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ آپ مقام "ذات عرق" پر پہنچ گئے۔ وہاں آپؑ کی ملاقات بشر بن غالب سے ہوئی جو کہ عراق سے آ رہا تھا۔ آپؑ نے اس سے عراق کے حالات کا پوچھا تو اس نے جواب دیا: لوگوں کے دل آپؑ کے ساتھ اور تلواریں بنواُمیہ کے ساتھ ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: برادر بنواسد نے صحیح کہا۔ خدا جو بھی عمل چاہے انجام دیتا ہے اور جو بھی ارادہ کرے اسے پورا کرتا ہے۔

اس کے بعد آپ "ذاتِ عرق" سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے۔ ظہر کے وقت آپ کا قافلہ "ثعلبیہ" کے مقام پر پہنچا۔ آپؑ وہاں اُترے اور زمین پر سو گئے۔ جب آپؑ بیدار ہوئے تو فرمانے لگے: میں نے ایک ہاتف غیبی کو دیکھا ہے جو کہہ رہا تھا: "آپؑ لوگ جلدی سے جا رہے ہیں اور موت بھی آپؑ کو بہت جلد بہشت بریں میں لے کر جائے گی"۔

آپؑ کے فرزند ارجمند علیؑ نے پوچھا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

امامؑ نے جواب دیا: کیوں نہیں بیٹے! اس خدا کی قسم! تمام مخلوقات جس کی طرف لوٹ کر جائے گی ہم حق پر ہیں۔

اس نے کہا: پدر جان! تو ہمیں موت سے کوئی ڈر نہیں ہے۔

امامؑ نے فرمایا: پسر جان! خدا بہترین جزا جو باپ اپنے بیٹے کو دیتا ہے آپ کو عطا

فرمائے۔اس کے بعد آپؑ نے وہیں رات بسر کی۔ (بحارالانوار،۴۴/۳۶۶ اور ۳۶۷)

## آپؑ کو کس چیز نے حرمِ خدا سے باہر نکلنے پر مجبور کیا؟

فلمّا أصبح إذا برجل من أهل الكوفة يكنى أبا هرّة الأزدى ، قد أتاه فسلم عليه ثمّ قال : يابن رسول الله! ما الّذى أخرجك عن حرم الله وحرم جدّك محمّد ﷺ.

فقال الحسين : ويحك أبا هرّة! إنّ بنى أُميّة أخذوا ما لى فصبرت وشتموا عرضى فصبرت ، وطلبوا دمى فهربت.

وأيم الله لتقتلنى الفئة الباغية ، وليلبسنهم الله ذلا شاملا ، وسيفاً قاطعاً ، وليسلّطن عليهم من يذلّهم حتّى يكونوا أذلّ من قوم سبأ إذ ملكتهم امرأة منهم ، فحكمت فى أموالهم ودمائهم.

وقال محمّد بن أبى طالب: واتّصل الخبر بالوليد بن عتبة أمير المدينة بأنّ الحسين ؑ توجّه إلى العراق فكتب إلى ابن زياد:

أمّا بعد، فانّ الحسين قد توجّه إلى العراق وهو ابن فاطمة ، وفاطمة بنت رسول الله. فاحذر يا ابن زياد! أن تأتى إليه بسوء فتهيج على نفسك وقومك أمرا فى هذه الدنيا لا يصدّه شيئ ، ولا تنساه الخاصّة والعامّة أبدا ما دامت الدنيا.

قال: فلم یلتفت ابن زیاد إلی کتاب الولید.

جب صبح ہوئی تو وہاں پر اہلِ کوفہ میں سے ایک شخص جس کی کنیت ابوھیرہ ازدی تھی، موجود تھا۔ وہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کہنے کے بعد عرض کرنے لگا: اے فرزند رسولؐ! آپ کو کس چیز نے حرمِ خدا اور آپ کے جدامجد (حضرت) محمدؐ کے حرم سے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اے ابوھیرہ! آپ پر افسوس ہے! بنوامیہ نے میرا مال لوٹ لیا، میں نے صبر کیا، مجھے گالیاں دی، میں نے صبر کیا لیکن اب وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں اسی لیے میں وہاں سے عازمِ سفر ہوا ہوں۔

خدا کی قسم! ستم گر لوگ مجھے شہید کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بھی انھیں ذلت میں مبتلا کرے گا اور کاٹنے والی تلواریں انھیں کاٹ ڈالیں گی۔ خداوند توانا ان پر کسی ایسے حکمران کو مسلط کرے گا جو انھیں ملکِ سبا کی قوم سے زیادہ ذلیل و رسوا کرے گا۔ وہی قومِ سبا جن پر ایک عورت حکمرانی کرتی تھی اور ان کے مال اور خون پر تصرف رکھتی تھی۔

محمد بن ابوطالب لکھتے ہیں: جس وقت امام حسین علیہ السلام کے عراق جانے کی خبر حاکمِ مدینہ ولید بن عتبہ کو دی گئی تو اس نے ابن زیاد کو لکھا: حسینؑ جو کہ فاطمہؑ کا بیٹا اور پیغمبرِ خدا کا نواسا ہے، عراق آنا چاہتا ہے۔ اے زیاد کے بیٹے! حسینؑ پر سوءِ ظن نہ رکھنا، کیونکہ یہ کام تمہارے اور تمہاری قوم کے درمیان اضطراب اور پریشانی پیدا کرے گا جسے خاص اور عام کوئی بھی شخص جب تک دنیا قائم و دائم ہے فراموش نہیں کر پائے گا۔

(بحارالانوار، ۴۴/ ۳۶۷ اور ۳۶۸)

راوی کہتا ہے: ابن زیاد نے ولید کے خط پر کوئی توجہ نہ دی۔

## آپؑ اس خشک بیابان میں کیوں آئے ہیں؟

وفی کتاب تاریخ عن الریاشی باسنادہ عن راوی

حديثه قال : حججت فتركت أصحابي وانطلقت أتعسف الطريق وحدي ، فبينما أنا أسير إذ رفعت طرفي إلى أخبية وفساطيط ، فانطلقت نحوها حتّى أتيت أدناها فقلت : لمن هذه الأبنية؟

فقالوا: للحسين عليه السلام.

قلت: ابن علي ، وابن فاطمة عليهما السلام؟

قالوا: نعم.

قلت : في أيّها هو؟

قالوا: في ذلك الفسطاط.

فانطلقت نحوه ، فاذا الحسين عليه السلام متك على باب الفسطاط يقرأ كتابا بين يديه فسلمت فرد علي ، فقلت: يا ابن رسول الله بأبي أنت وأمي ما أنزلك في هذه الأرض القفراء الّتي فيها ريف ولا منعة.

قال: إنّ هؤلاء أخافوني وهذه كتب أهل الكوفة ، وهم قاتلي ، فاذا فعلوا ذلك ولم يدعوا الله محرماً إلّا انتهكوه ، بعث الله إليهم من يقتلهم حتّى يكونوا أذلّ من قوم الأمة.

ریاشی اپنے راوی حدیث سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا: جب میں نے حج انجام دیا اور اپنے دوستوں سے جدا ہو کر "بیراہہ" کے مقام پر تنہا جانے لگا تو اچانک میں نے وسطِ راہ میں کچھ چادریں اور خیمے دیکھے۔ میں ان خیموں کی جانب جانے لگا اور نزدیک جا کر پوچھا: یہ کس کے خیمے ہیں؟

کہا گیا: حسینؑ کے (خیمے ہیں)
میں نے کہا: وہی حسینؑ جو علیؑ و فاطمہؑ کا بیٹا ہے؟
کہا گیا: جی ہاں (اسی حسینؑ کے خیمے ہیں)
میں نے پوچھا: حسینؑ کس خیمے میں موجود ہیں؟

کہا گیا: اس خیمہ میں ـــــ میں اس خیمے کی جانب روانہ ہوا۔ دیکھا کہ امام حسینؑ خیمہ کو تکیہ دیئے ایک خط پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپؑ کو سلام کیا، آپؑ نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں، آپؑ اس خشک صحرا میں کیوں آئے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ان لوگوں نے مجھے ڈرایا دھمکایا ہے اور یہ کوفہ کے لوگوں کے خطوط ہیں اور یہی میرے قاتل ہیں۔ جب اس کام (قتلِ حسینؑ) کو عملی کیا جائے گا تو یہ لوگ ہر وہ کام جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، انجام دیں گے۔ خداوند ان پر ایسے شخص کو مسلط کر دے گا جو ان کو اس طرح قتل کرے گا کہ یہ ذلیل وخوار قوم کہے جائیں گے۔
(بحارالانوار، ۴۴/۳۶۸)

## اے فرزندِ رسولؐ! اس شہر میں کیوں آئے ہو؟

ثمّ قال المفيد: ثمّ أقبل الحسين عليه السلام من الحاجز يسير نحو العراق فانتهى إلى ماء من مياه العرب، فاذا عليه عبدالله بن مطيع العدوي، وهو نازل به ، فلمّا رآه الحسين عليه السلام قام إليه فقال: بأبي أنت و امّي يابن رسول الله! ما أقدمك واحتمله وأنزله؟

فقال له الحسين عليه السلام : كان من موت معاوية ما قد بلغك ، وكتب إلي أهل العراق يدعونني إلى أنفسهم.

فقال له عبدالله بن مطيع : اذكرك الله يابن رسول الله! وحرمته الاسلام أن تنهتك! أنشدك الله في حرمة قريش! أنشدك الله في حرمة العرب! فوالله لئن طلبت ما في أيدي بني أمية ليقتلنك، ولئن قتلوك لا يهابوا بعدك أحداً أبداً ، والله إنّها لحرمة الاسلام تنهتك ، وحرمة قريش وحرمة العرب ، فلا تفعل ، ولا تأت الكوفة ولا تعرض نفسك لبني أمية.

فأبى الحسين عليه السلام إلاّ أن يمضي.

شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام مقام "حاجز" سے عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی انہوں نے تھوڑا ہی سفر طے کیا تھا کہ ایک جگہ عرب کے پانی کے پاس پہنچ گئے۔ اچانک آپؑ کی ملاقات عبداللہ بن مطیع عدوی سے ہوئی جو کہ اسی پانی پر اترا تھا۔ جب امام حسینؑ کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

اے فرزندِ رسولؐ! میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں، آپؑ اس وطن میں کیوں تشریف لائے ہیں؟

اس نے امام حسینؑ کو بھی (سواری سے) اُتارا۔ امام حسینؑ نے اس سے فرمایا: یقیناً آپ کو معاویہ کی موت کا علم ہوگا؟ اور یہ بھی جانتے ہو گے کہ اہلِ عراق نے میری جانب بہت سارے خطوط لکھ کر مجھے اپنی طرف آنے کی دعوت دی ہے؟

عبداللہ بن مطیع کہنے لگا: اے فرزندِ رسولؐ! میں آپ کو خدا کی یاد دلاتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ حرمتِ اسلام پامال ہو جائے، میں آپ کو حرمتِ قریش کے سلسلے میں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ آپؑ کو حرمتِ عرب کے سلسلے میں خدا کی قسم دیتا ہوں، خدا کی قسم! اگر

آپؑ اس چیز کا مطالبہ کریں گے جو اس وقت بنو اُمیہ کے پاس ہے تو وہ لوگ آپؑ کو قتل کردیں گے، آپؑ کو شہید کرنے کے بعد وہ سب کو قتل کردیں گے۔ اس طرح حرمتِ اسلام، حرمتِ قریش اور حرمتِ عرب پامال ہوجائے گی۔ آپؑ کوفہ نہ جائیں، خود کو بنواُمیہ کے درمیان نہ قرار دیں۔

امام حسینؑ اپنی راہ کو ادامہ دیتے ہوئے چلتے گئے۔ (بحار الانوار، ۴۴/۳۷۰ اور ۳۷۱)۔

## اے بھائی! کیا آپ کو ایک بات بتاؤں؟

وفی "المناقب" ولمّا نزل علیہ السلام الخزیمیة أقام بها یوماً ولیلة، فلمّا أصبح أقبلت إلیه اخته زینب، فقالت: یاأخی! ألا اخبرك بشیٔ سمعته البارحة؟

فقال الحسین علیہ السلام: وما ذاك؟

فقالت: خرجت فی بعض اللیل لقضاء حاجة فسمعت هاتفاً یهتف، وهو یقول:

ألا یاعین فاحتفلی بجهد
ومن یبکی علی الشهداء بعدی
علی قوم تسوقهم المنایا
بمقدار إلی إنجاز وعد

فقال لها الحسین علیہ السلام: یا أختاه! کل الّذی قضی فهو کائن.

کتاب مناقب میں مذکور ہے کہ جس وقت امام حسین علیہ السلام مقام خزیمیہ پر اترے تو ایک دن اور رات آپؑ نے وہیں پر بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو آپ کی بہن

زینبؑ آپ کے پاس آ کر کہنے لگیں: اے برادر! کیا آپ کو اس بات کے بارے میں نہ بتاؤں جو میں نے کل شب سنی ہے؟

امام حسینؑ فرمانے لگے: آپ نے کیا سنا ہے؟

جنابِ زینب عالیہؑ نے کہا: کل آدھی رات کو میں کسی کام سے باہر نکلی تو میں نے ہاتف غیبی سے یہ اشعار سنے:

ألا یاعین فاحتفلی بجهد
ومن یبکی علی الشهداء بعدی
علی قوم تسوقهم المنایا
بمقدار إلی إنجاز وعد

"یعنی اے آنکھ کوشش کرو اور زیادہ سے زیادہ آنسو بہاؤ!
میرے بعد ان شہیدوں پر کون گریہ کرے گا؟
اس گروہ کے لیے گریہ کرو جنہیں موت وعدہ گاہ شہادت کی جانب لے کر جا رہی ہے"۔

امام حسین علیہ السلام نے جناب زینب عالیہؑ سے فرمایا: اے بہن! جو تقدیر ہو چکا ہے وہ ضرور عملی صورت اختیار کرے گا۔ (بحار الانوار، ۴۴/۳۷۲)

## اگر آپ مناسب سمجھیں تو سب کے سامنے کہہ دیں؟

قال المفید: وروی عبد الله بن سلیمان والمنذر بن المشمعل الأسدیان قالا:

لما قضینا حجّتنا، لم تکن لنا همة إلّا اللحاق بالحسین علیه السلام فی الطریق لننظر ما یکون من أمره فاقبلنا ترقل بنا ناقتنا مسرعین، حتّی لحقناه

"زرود".

فلمّا دنونا منه إذا نحن برجل من أهل الكوفة قد عدل عن الطريق حتّى رأى الحسين عليه السلام فوقف الحسين عليه السلام كأنّه يريده ثمّ تركه ومضى ، ومضينا نحوه ، فقال أحدنا لصاحبه: اذهب بنا إلى هذا لنسأله ، فانّ عنده خبر الكوفة.

فمضينا حتّى انتهينا إليه فقلنا : السلام عليك.

فقال: وعليكما السلام.

قلنا : ممّن الرجل؟

قال: أسدي.

قلنا له : ونحن أسديان فمن أنت؟

قال: أنا بكر بن فلان.

فانتسبنا له ثمّ قلنا له: أخبرنا عن الناس وراءك؟

قال: نعم ، لم أخرج من الكوفة حتّى قتل مسلم بن عقيل وهانئ بن عروة ، ورأيتهما يجرّ ان بأرجلهما في السوق.

فأقبلنا حتّى لحقنا بالحسين عليه السلام فسايرناه، حتّى نزل الثعلبية ممسياً فجئناه حين نزل فسلّمنا عليه ، فردّ علينا السلام.

فقلنا له : يرحمك الله! إنّ عندنا خبراً إن شئت حدّثناك به علانية و إن شئت سرّاً فنظر إلينا و إلى

أصحابه ، ثمّ قال : ما دون هؤلاء سرّ.
فقلنا له: رأيت الراكب الّذى استقبلته عشى أمس؟
فقال : نعم ، قد أردت مسألته.
فقلنا : قد والله استبرء نا لك خبره ، وكفيناك مسألته ، وهو امرء منّا ذو رأى وصدق وعقل ، وانه حدّثنا أنّه لم يخرج من الكوفة حتّى قتل مسلم وهانئ ورآهما يجران في السوق بأرجلهما.
فقال : إنّا لله و إنّا إليه راجعون ، رحمة الله عليهما. يردد ذٰلك مراراً.
فقلنا له : ننشدك الله في نفسك وأهل بيتك إلّا انصرفت من مكانك هذا و إنّه ليس لك بالكوفة ناصر ولا شيعة ، بل نتخوف أن يكونوا عليك.
فنظر إلى بني عقيل فقال: ما ترون؟ فقد قتل مسلم؟
فقالوا: والله ، ما نرجع حتّى نصيب ثأرنا أو نذوق ماذاق.
فأقبل علينا الحسين عليه السلام فقال: لا خير في العيش بعد هؤلاء.
فعلمنا أنّه قد عزم رأية على المسير.
فقلنا له : خار الله لك.
فقال: يرحمكم الله.
فقال له أصحابه : إنّك والله ما أنت مثل مسلم بن

عقیل ، ولو قدمت الكوفة لكان أسرع الناس إليك.

فسكت.

شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

عبداللہ بن سلیمان اسدی اور منذر بن مشمعل اسدی کہتے ہیں کہ جس وقت ہم اعمالِ حج سے فارغ ہوئے تو ہمارا صرف ایک ہی کام تھا وہ یہ کہ امام حسینؑ کے پاس جائیں اور دیکھیں کہ آپؑ کا کام کہاں تک پہنچا ہے۔ اسی مقصد کے لیے ہم نے اپنے اُونٹوں کو تیزی سے دوڑانا شروع کر دیا یہاں تک کہ ہم مقامِ ''زرود'' میں امام حسینؑ سے آ کر مل گئے۔

جس وقت ہم امام حسینؑ کے نزدیک ہوئے تو ہم نے اہلِ کوفہ میں سے ایک شخص کو دیکھا جو امام حسینؑ کو دیکھنے کے بعد وہاں سے فرار ہو رہا تھا۔ امام حسینؑ کا شاید اس شخص سے کوئی کام تھا، اس لیے آپؑ وہاں ٹھہر گئے؟ لیکن پھر وہاں سے آگے بڑھنے لگے۔ ہم اس شخص کی جانب متوجہ ہوئے۔ ہم میں سے ایک نے کہا: اس شخص سے کوفہ کے حالات کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ ہم اس کے پیچھے چلنے لگے۔ جب اس کے پاس پہنچے تو اسے سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا۔

ہم نے کہا: تم کون سے قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟

اس نے کہا: میں اسدی ہوں۔

ہم نے کہا: ہم بھی اسدی ہیں تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں بکر بن فلاں ہوں۔

ہم نے بھی اسے اپنا حسب نسب بتا دیا اور پوچھا: ہمیں کوفہ کے حالات کے بارے میں بتاؤ۔

اس نے کہا: جی ہاں، جس وقت میں کوفہ سے خارج ہوا، حضرت مسلم بن عقیلؑ اور

ہانی بن عروہؓ کو شہید کر کے بازار کوفہ میں اس کے پاؤں سے گھسیٹ کر لے جا رہے تھے!

ہم آگے بڑھے اور جب امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچے تو ان کے ہمراہ ہو گئے۔ امام حسینؑ مقام ثعلبیہ میں اترے۔ ہم بھی وہیں پر اترے۔ ہم نے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ آپؑ نے ہمیں سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد ہم امامؑ سے کہنے لگے: خدا آپؑ کو مورد رحمت قرار دے، ہمارے پاس ایک خاص خبر ہے۔ اگر آپؑ کہیں تو سب کے سامنے ورنہ تنہائی میں آپؑ کو باخبر کریں۔

امام حسین علیہ السلام ہماری اور اپنے صحابہ کی جانب دیکھنے اور فرمانے لگے: ہم ان دوستوں سے کوئی بھی بات پوشیدہ نہیں رکھتے۔

ہم نے عرض کیا: کل رات جس سوار کے آپؑ روبرو ہوئے تھے کیا اسے دیکھا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، میں اس سے کوئی بات پوچھنا چاہتا تھا۔

ہم نے کہا: خدا کی قسم! آپؑ کے لیے ہم نے اس سے ایک خبر لے کر آپؑ کو اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔ وہ شخص ہمارے ہی قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے، وہ صاحب نظر، راست گو اور عاقل مرد ہے۔

اس نے ہمیں بتایا کہ جب وہ کوفہ سے نکلا تو مسلمؑ اور ہانیؓ شہید ہو چکے تھے۔ اس نے دیکھا کہ لوگ ان دونوں کے پاؤں کو پکڑ کر بازار کوفہ میں گھسیٹ رہے تھے (یہ خبر سن کر) آپؑ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور فرمانے لگے: ''خدا مسلمؑ اور ہانیؓ پر اپنی رحمت نازل فرمائے''۔

ہم نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: ہم آپؑ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اپنی اور اپنے اہل بیتؑ کی جان کو خطرے میں مت ڈالیں اور یہیں سے واپس لوٹ جائیں، کیونکہ کوفہ میں آپؑ کا کوئی بھی حامی و ناصر نہیں ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں کوفہ کے لوگ

آپؑ سے نہ لڑیں۔

امام حسینؑ عقیلؑ کے فرزندوں کی جانب دیکھ کر فرمانے لگے: آپ کا کیا نظریہ ہے؟ مسلمؑ شہید ہو گئے ہیں۔

انہوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم واپس لوٹ کر ہرگز نہیں جائیں گے یہاں تک کہ اپنے خون کا انتقام لیں یا مسلمؑ کی طرح شہید ہو جائیں۔

امام حسینؑ ہماری جانب مخاطب ہو کر فرمانے لگے: ایسے جوانوں کے بعد جینے کا کیا فائدہ؟۔۔۔ ہم آپؑ کی بات سے سمجھ گئے کہ امامؑ کا اس راستے پر جانے کا پختہ ارادہ ہے۔

اسی لیے ہم نے کہا: خار اللّٰہ لک، "یعنی خدا آپؑ کے لیے خیر چاہے"۔

امامؑ نے فرمایا: خدا آپ پر رحمت کرے۔

امامؑ کے صحابہ آپؑ سے کہنے لگے: آپ مسلمؑ بن عقیلؑ کی طرح نہیں ہیں، جب آپؑ کوفہ میں پہنچیں گے تو لوگ دوڑ کر آپؑ کے پاس آجائیں گے۔

امام حسینؑ خاموش ہی رہے اور کچھ بھی نہ بولے۔ (بحار الانوار، ۴۴/۳۷۲)

## آپؑ کس طرح کوفیوں پر اعتماد کر رہے ہیں؟

وقال السيّد: أتاه خبر مسلم في زبالة ثمّ إنّه سار فلقيه الفرزدق فسلم عليه ثمّ قال: يابن رسول الله! كيف تركن إلى أهل الكوفة وهم الّذين قتلوا ابن عمّك مسلم بن عقيل وشيعته؟

قال: فاستعبر الحسين ؑ باكياً، ثمّ قال: رحم الله مسلماً فلقد صار إلى روح الله وريحانه، وتحيّته ورضوانه، أما إنّه قد قضى ما عليه، وبقي ما علينا.

ثمّ أنشأ يقول:

فانْ تكن الدنيا تعدّ نفيسة
فدار ثواب الله أعلى وأنبل
وإن تكن الأرزاق قسماً مقدّراً
فقلّة حرص المرء في الرزق أجمل
وإن تكن الأموال للترك جمعها
فما بال متروكٌ به الحرّ يبخل

وقال المفيد: ثمّ انتظر حتّى إذا كان السحر ، فقال لفتيانه وغلمانه : أكثروا من الماء فاستقوا وأكثروا. ثمّ ارتحلوا فسار حتّى انتهى إلى "زبالة" فأتاه خبر عبدالله بن يقطر. وقال السيّد: فاستعبر باكياً ثمّ قال: اللهم اجعل لنا ولشيعتنا منزلًا كريماً ، واجمع بيننا وبينهم في مستقر من رحمتك ، إنّك على كُلّ شئٍ قدير.

سید ابن طاؤوس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

مقامِ زبالہ میں امام حسین علیہ السلام کو حضرت مسلمؑ کی خبر شہادت بتائی گئی۔ جب آپؑ وہاں سے آگے بڑھے تو فرزدق نے آپؑ سے ملاقات کی (فرزدق خدمت امامؑ میں) سلام کے بعد کہنے لگا:

اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کوفہ والوں پر کس طرح یقین واعتماد رکھتے ہیں حالانکہ انہوں نے آپؑ کے چچازاد (مسلمؑ بن عقیلؑ) اور ان کے ساتھیوں کو شہید کیا ہے؟

(یہ سن کر) امامؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپؑ رونے لگے اور پھر فرمایا: اللہ مسلمؑ پر رحمت کرے، وہ خدا کی بہشت بریں کی جانب روانہ ہو گئے ہیں۔ مسلمؑ نے

اپنے فریضے پر عمل کیا لیکن ہمارا فریضہ ابھی باقی ہے۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھنے لگے:

فانّ تکن الدنیا تعدّ نفیسة
فدار ثواب اللّٰہ أعلی وأنبل
وان تکن الابدان للموت انشئت
فقتل امرء بالسیف فی اللّٰہ أفضل
وان تکن الأرزاق قسماً مقدّراً
فقلّة حرص المرء فی الرزق أجمل
وان تکن الأموال للترک جمعها
فما بال متروکٌ بہ الحرّ یبخل

"یعنی اگر دنیا پرستوں کی نگاہ میں دنیا ایک نفیس چیز ہے تو جہان آخرت اس سے زیادہ نفیس ہے۔
اگر بدن مرنے کے لیے ایجاد کیے گئے ہیں تو راہ خدا میں تلوار کے ساتھ قتل ہونا سب سے زیادہ بہتر ہے۔
اگر انسان کا رزق تقدیر میں تقسیم ہو چکا ہے تو مرد کے لیے بہتر ہے کہ اس کے حصول کے لیے تھوڑا حرص کرے۔
اگر تمام مال و ملکیت جمع کرنے اور خرچ کرنے کے لیے ہے تو آزاد مرد کے لیے ترک ہونے والی چیز کی ارزش کیا ہے جس میں وہ بخل اور کنجوسی کرے"۔

عظیم دانشمند شیخ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

امام حسین علیہ السلام سحر کے وقت تک وہیں منتظر رہے اور پھر اپنے جوانوں اور غلاموں سے فرمانے لگے: بہت زیادہ پانی اٹھاؤ اور جتنا پینا چاہو پی لو۔ اس کے بعد

آپؑ کا کاروان روانہ ہو گیا، یہاں تک کہ آپ مقام زبالہ پر پہنچے۔ اسی مقام پر آپؑ عبداللہ بن یقطر کی خبر شہادت سے باخبر ہوئے۔

سید ابن طاؤوس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

یہ خبر سن کر امام حسین علیہ السلام نے گریہ کیا اور فرمانے لگے:

اللهم اجعل لنا ولشيعتنا منزلاً كريماً ، واجمع بيننا وبينهم في مستقر من رحمتك ، إنّك على كُلّ شيء قدير.

"پروردگار! ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لیے بہت عظیم مقام و منزلت مقرر فرما، ہمیں اور ہمارے شیعوں کو اپنی رحمت کے زیر سایہ جگہ عنایت فرما، کیونکہ تم ہر چیز پر قادر ہو"۔ (بحار الانوار، ۳۷۴/۴۴)

## آپؑ کو خدا کا واسطہ واپس لوٹ جاؤ!

وقال المفيد : فأخرج للناس كتاباً فقرأ عليهم فاذا فيه:

بسم الله الرحمٰن الرحيم

أمّابعد، فانّه قد أتانا خبر فظيع قتل مسلم بن عقيل ، وهانئ ابن عروة ، وعبدالله بن يقطر ، وقد خذلنا شيعتنا فمن أحبّ منكم الانصراف فلينصرف ، في غير حرج ، ليس عليه ذمام.

فتفرّق الناس عنه ، وأخذوا يميناً وشمالاً حتّى بقي في أصحابه الّذين جاؤا معه من المدينة ، ونفر يسير ممّن انضمّوا إليه.

و إنّما فعل ذلك لأنّه ؑ علم أنّ الأعراب الّذين

اتّبعوه إنّما اتّبعوه وهم يظنّون أنّه يأتي بلداً استقامت له طاعة أهلها ، فكره أن يسيروا معه إلّا وهم يعلمون على ما يقدمون.

فلمّا كان السحر أمر أصحابه : فاستقوا ماء وأكثروا، ثمّ سار، حتّى مرب "بطن العقبة" ، فنزل عليها ، فلقيه شيخ من بني عكرمة يقال له: عمر بن لوذان قال له: أين تريد؟

قال له الحسين عليه السلام : الكوفة.

فقال له الشيخ : أنشدك الله لما انصرفت ، فوالله ما تقدم إلّا على الأسنة ، وحدّ السيوف ، و إنّ هؤلاءِ الّذين بعثوا إليك لو كانوا كفوك مؤنة القتال ووطأوا لك الأشياء فقدمت عليهم ، كان ذلك رأياً ، فأمّا على هذه الحال الّتي تذكر فانّي لا أرى لك أن تفعل.

فقال له: يا عبدالله ليس يخفى على الرأى ولكن الله تعالٰى لا يغلب على أمره. ثمّ قال عليه السلام :

والله لا يدعونني حتّى يستخرجوا هذه العلقة من جوفي ، فاذا فعلوا سلّط الله عليهم من يذلّهم حتّى يكونوا أذلّ فرق الأمم.

شیخ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس کے بعد امام حسین علیہ السلام ایک خطبہ پڑھ کر آئے اور اسے لوگوں کے لیے پڑھنے لگے، خطبہ کا متن یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ایک جاں سوز خبر ہم تک پہنچی ہے وہ مسلمؓ بن عقیلؓ، ہانیؓ بن عروہ اور عبداللہ بن یقطرؓ کے قتل کی خبر ہے۔ ہمارے ہمدردوں نے ہمیں تنہا چھوڑ دیا ہے۔ تم میں سے جو بھی واپس جانا چاہے وہ بغیر کسی پریشانی کے چلا جائے، ہماری طرف سے اس کی گردن پر کوئی عہد و پیمان نہیں ہے"۔

لوگ منتشر ہو کر دائیں اور بائیں جانب جانے لگے۔ صرف وہ احباب جو مدینہ سے آپؑ کے ساتھ آئے تھے اور چند وہ بزرگوار جو بعد میں آپؑ سے ملے تھے، باقی رہ گئے۔

امام حسین علیہ السلام نے یہ بات اس لیے کہی کہ آپؑ جانتے تھے کہ وہ لوگ جو آپؑ کے پیچھے آ رہے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ امام حسینؑ کسی بھی شہر میں داخل ہو جائیں گے تو اس شہر کے باشندے فوراً آپؑ کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں گے۔ آپؑ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ ان کو پتہ نہ ہو کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔

سحر کے وقت امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ بہت زیادہ پانی لے کر چلیں۔ اس کے بعد آپؑ آگے بڑھنے لگے یہاں تک کہ مقام 'بطن عقبہ' میں پہنچ گئے۔ آپؑ کا قافلہ وہیں پر اُترا۔ وہاں قبیلہ بنی عکرمہ میں سے ایک پیر مرد نے جس کا نام عمرو بن لوذان تھا۔ امام حسینؑ سے ملاقات کی۔ اس نے امامؑ سے پوچھا: آپؑ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: کوفہ۔

اس نے کہا: میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں، آپؑ واپس لوٹ جائیں۔ خدا کی قسم! آپؑ لوگ نیزہ اور تلواروں کے پاس جا رہے ہیں۔ اگر یہ لوگ جنہوں

نے آپ کو بلایا ہے جنگ کے لیے کافی ہوتے اور آپؑ کے لیے راستہ ہموار کرتے اور آپؑ ان کے پاس جاتے تو یہ بنیادی کام ہوگا۔ لیکن یہ صورت حال جو آپؑ خود دیکھ رہے ہیں اس میں آپؑ کے لیے سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔

امام حسینؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: اے بندۂ خدا! آپؑ کا یہ نظریہ مجھ سے پوشیدہ نہیں اور خدا اپنے کسی بھی کام میں مغلوب نہیں ہوتا۔

اس کے بعد فرمانے لگے: خدا کی قسم! جب تک وہ مجھے قتل نہ کر دیں نہیں چھوڑیں گے۔ اور جب وہ لوگ مجھے قتل کر لیں گے تو خداوند عالم ان پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو ان کو اتنا ذلیل و خوار کرے گا کہ یہ ذلیل ترین اُمت بن جائیں گے۔

(بحارالانوار،۴۴/۳۷۴)

## میرے آقا! آپ کون ہیں؟

ومن طريق أصحابنا حدّثني عليّ بن حبشي بن قوني عن جعفر بن محمّد الفزاري عن الحسين المنقري عن الحسن بن محبوب عن الثمالي عن زر بن حبيش عن عبدالله بن خبّاب عن سلمان والبراء قالا: قالت أمّ سليم: كنت امرأة قد قرأت التوراة والانجيل فعرفت أوصياء الأنبياء واحببت أن أعلم وصيّ محمّد صلى الله عليه وآله.

فلمّا قدمت ركابنا المدينة أتيت رسول الله وخلفت الركاب مع الحي فقلت: يارسول الله! ما من نبي الاّ وكان له خليفتان. خليفة يموت قبله ، وخليفة يبقى بعده، وكان خليفة موسى في حياته هارون عليه السلام

فقبض قبل موسٰی ، ثم کان وصیه بعد موته یوشع بن نون ، وکان وصی عیسٰی علیہ السلام فی حیاته کالب بن یوفنا فتوفّی کالب فی حیاة عیسٰی ، ووصیّه بعد وفاته شمعون بن حمون الصفا ابن عمّة مریم ، وقد نظرت فی الکتب الاُولی فما وجدت لك إلّا وصیًّا واحداً فی حیاتك وبعد وفاتك فبیّن لی بنفسی أنت یارسول الله! من وصیّك؟

فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم : انّ لی وصیًّا واحداً فی حیاتی وبعد وفاتی.

قلت له: من هو؟

فقال: ایتینی بحصاة.

فرفعت إلیه حصاة من الأرض فوضعها بین کفّیه ثمّ فرکها بیده کسحیق الدقیق ثمّ عجنها فجعلها یاقوتة حمراء ختمها بخاتمه فبدا النقش فیها للناظرین ثمّ أعطانیها وقال: یاأُمّ سلیم! من استطاع مثل هذا فهو وصیی.

قالت: ثمّ قال لی: یا أُمّ سلیم! وصیّی من یستغنی بنفسه فی جمیع حالاته کما أنا مستغن.

فنظرت إلی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وقد ضرب بیده الیمنی إلی السقف وبیده الیسری إلی الأرض قائماً لا ینحنی فی حالة واحدة إلی الأرض ولا یرفع نفسه

بطرف قدميه.

قالت : فخرجت فرأيت سلمان يكنف عليًا عليه السلام ويلوذ بعقوته دون من سواه من أسرة محمّد صلى الله عليه وآله وسلم وصحابته على حداثة من سنه ، فقلت في نفسي: هذا سلمان صاحب الكتب الأُولى قبلي ، صاحب الأوصياء ، وعنده من العلم ما لم يبلغني فيوشك أن يكون صاحبي.

فأتيت عليًا عليه السلام فقلت : أنت وصيّ محمّد صلى الله عليه وآله وسلم ؟

قال: نعم ، ما تريدين؟

قلت : وما علامة ذلك؟

فقال: ايتيني بحصاة.

قالت : فرفعت إليه حصاة من الأرض فوضعها بين كفّيه ، ثمّ فركها بيده فجعلها كسحيق الدقيق ثمّ عجنها فجعلها ياقوتة حمراء ثمّ ختمها فبدا النقش فيها للناظرين ، ثمّ مشى نحو بيته فاتبعته لأسأله عن الّذي صنع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فالتفت إليّ ففعل مثل الّذي فعله ، فقلت : من وصيّك يا أبا الحسن؟

فقال: من يفعل مثل هذا.

قالت أمّ سليم: فلقيت الحسن بن علي عليه السلام فقلت: أنت وصيي أبيك هذا؟

وأنا أعجب من صغره وسؤالي إيّاه مع أنّي كنت

عرفت صفتهم الاثنی عشر إماماً وأبوهم سيّدهم وأفضلهم ، فوجدت ذلك فی الكتب الأُولی.

فقال لی: نعم أنا وصيي أبی.

فقلت : وما علامة ذلك؟

فقال : ايتينی بحصاة.

قالت : فرفعت إليه حصاة فوضعها بين كفّيه ثمّ سحقها كسحيق الدقيق ثمّ عجنها فجعلها ياقوتة حمراء ثمّ ختمها فبدا النقش فيها ثمّ دفعها إلیّ.

فقلت له: فمن وصيّك؟

قال: من يفعل مثلَ هذا الّذی فعلت ، ثمّ مدّ يده اليمنی حتّی جازت سطوح المدينة وهو قائم ثمّ طأطأ يده اليسری فضرب بها الأرض من غير أن ينحنی أو يتصعد فقلت فی نفسی: من يری وصيه؟

فخرجت من عنده فلقيت الحسين عليه السلام وكنت عرفت نعته من الكتب السالفة بصفته وتسعة من ولده أوصياء بصفاتهم غيرَ أنّی أنكرت حليته لصغر سنّه ، فدنوت منه وهو علی كسرة رحبة المسجد فقلت له: من أنت ياسيّدی؟

قال: أنا طلبتك يا أُمّ سليم! أنا وصیّ الأوصياء وأنا أبو التسعة الأئمّة الهادية وأنا وصیّ أخی الحسن وأخی وصی أبی علی ، وعلی وصیّ جدّی رسول الله.

فعجبت من قوله فقلت : ما علامة ذلك؟

فقال : ايتيني بحصاة.

فرفعت إليه حصاة من الأرض؟

قالت أمّ سليم: فلقد نظرت إليه وقد وضعها بين كفّيه فجعلها كهيئة السحيق من الدقيق ثمّ عجنها فجعلها ياقوتة حمراء فختمها بخاتمه فثبت النقش فيها ثمّ دفعها إلي وقال لي: انظري فيها يا أمّ سليم! فهل ترين فيها شيئًا؟

قالت أمّ سليم : فنظرت فاذا فيها رسول الله ﷺ وعلي والحسن والحسين وتسعة أئمّة صلوات الله عليهم أوصياء من ولد الحسين عليه السلام قد تواطئت أسماؤهم إلّا اثنين منهم ، أحدهما جعفر والآخر موسٰى ، وهكذا قرأت في الانجيل.

فعجبت وقلت في نفسي: قد أعطاني الله الدلائل ولم يعطها من كان قبلي فقلت: ياسيّدي! أعد على علامة أُخرى؟

قال: فتبسّم وهو قاعد ثمّ قام فمدّ يده اليمنى إلى السماء ، فوالله لكأنها عمود من نار تخرق الهواء حتّى توارى عن عيني وهو قائم لايعبأ بذلك ولا يتحفز فأسقطت وصعقت فما أفقت إلّا ورأيت في يده طاقة من آس يضرب بها منخري.

فقلت في نفسي : ماذا أقول له بعد هذا؟
وقمت وأنا والله أجد إلى ساعتي رائحة هذه الطاقة من الآس ، وهي والله عندي لم تذو ولم تذبل ولا انتقص من ريحها شيء ، وأوصيت أهلي أن يضعوها في كفني ، فقلت : يا سيّدي من وصيّك؟
قال : من فعل مثل فعلي.
قالت: فعشت إلى أيّام عليّ بن الحسين عليه السلام .
قال زرّ بن حبيش خاصة دون غيره: وحدّثني جماعة من التابعين سمعوا هذا الكلام من تمام حديثها ، منهم مينا مولى عبدالرحمٰن بن عوف وسعيد بن جبير مولى بني أسد سمعاها تقول هذا.
وحدّثني سعيد بن المسيّب المخزومي ببعضه عنها قالت: فجئت إلى عليّ بن الحسين عليه السلام وهو في منزله قائماً يصلّي ، وكان يطول فيها ولا يتحوز فيها ، وكان يصلّي ألف ركعة في اليوم والليلة فجلست مليًّا فلم ينصرف من صلاته فأردت القيام فلما هممت به حانت منّي التفاته إلى خاتم في اصبعه عليه فص حبشي ، فاذا هو مكتوب : مكانك يا أُمّ سليم آتيك بما جئت له.
قالت: فأسرع في صلاته فلمّا سلّم قال لي: يا أُمّ سليم! ايتيني بحصاة ، من غيره أن أساله عمّا جئت

له.

فدفعت إليه حصاة من الأرض فأخذها فجعلها بين كفّيه فجعلها كهيئة الدقيق ثمّ عجنها فجعلها ياقوتة حمراء ، ثمّ ختمها فثبت فيها النقش ، فنظرت والله إلى القوم بأعيانهم كما كنت رأيتهم يوم الحسين عليه السلام

فقلت له: فمن وصيّك جعلني الله فداك؟

قال: الّذي يفعل مثل ما فعلت ولا تدركين من بعدي مثلي.

قالت اُمّ سليم: فأنسيت أن أسأله أن يفعل مثل ما كان قبله من رسول الله وعلي والحسن والحسين صلوات الله عليهم، فلمّا خرجت من البيت ومشيت شوطاً ناداني، يااُمّ سليم!

قلت: لبيك.

قال: ارجعي.

فرجعت فإذا هو واقف في صرحة داره وسطاً مشى فدخل البيت وهو يتبسّم ثمّ قال: اجلسي يااُمّ سليم! فجلست فمدّ يده اليمنى فانخرقت الدور والحيطان وسك المدينة وغابت يده عنّي.

ثمّ قال : خذي يا اُمّ سليم!

فناولني والله كيساً فيه دنانير وقرط من ذهب وفصوص كانت لي من جزع في حق لي في منزلي ،

فقلت : یا سیّدی! أمّا الحق فأعرفه ، و أمّا ما فیه فلا أدری ما فیه غیر أنّی أجدها ثقیلاً.

قال: خذیها وامضی لسبیلك.

قالت: فخرجت من عنده ودخلت منزلی وقصدت نحو الحق فلم أجد الحق فی موضعه ، فاذا الحق حقی.

قالت: فعرفتهم حق معرفتهم بالبصیرة والهدایة فیهم من ذٰلك الیوم والحمد للّٰه ربّ العالمین.

قال ابن عیّاش: سألت أبابکر محمّد بن عمر الجعابی عن هذه أمّ سلیم وقرأت علیه إسناد الحدیث للعامة واستحسن طریقها وطریق أصحابنا فیه فما عرفت أبا صالح الطرسوسی القاضی فقال : کان ثقة عدلاً حافظًا. وأمّا أُمّ سلیم فهی امرأة من النمر بن قاسط معروفة من النساء اللاتی روین عن رسول اللّٰه ﷺ.

قال: ولیست أمّ سلیم الأنصاریّة أمّ أنس بن مالك ، ولا أُمّ سلیم الدوسیّة ، فانّ لها صحبة وروایة ، ولا أُمّ سلیم الخافضة الّتی کانت تخفض الجواری علی عهد رسول اللّٰه ﷺ ، ولا أمّ سلیم الثقفیة وهی بنت مسعود أُخت عروة بن مسعود الثقفی ، فانّها أسلمت وحسن إسلامها وروت الحدیث.

حضرت سلمان فارسیؓ اور براء بن عازبؓ کہتے ہیں:

اُم سلیم کا بیان ہے کہ میں نے توریت اور انجیل پڑھی تھی اور مجھے پیغمبروںؑ کے

اوصیاء کا علم تھا۔ میں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی کے بارے میں جاننا چاہا۔ جب میں مدینہ داخل ہوئی تو اپنی سواری کو قافلہ والوں کے حوالے کیا اور خود حضور اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوگئی اور عرض کرنے لگی: (یارسولؐ اللہ!) ہر پیغمبرؑ کے دو وصی ہوتے ہیں، ان میں سے ایک اس پیغمبرؑ کی زندگی میں ہی فوت ہو جاتا ہے اور دوسرا آئندہ زمانے کے لیے باقی رہتا ہے۔ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں ان کے جانشین وخلیفہ تھے اور حضرت موسیٰؑ سے پہلے فوت ہو گئے۔ لیکن یوشع بن نون حضرت موسیٰؑ کی رحلت کے بعد ان کے وصی و جانشین مقرر ہوئے۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ حیات میں کالب بن یوفنا ان کے زمانے میں وصی اور جانشین تھے اور ان کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے اور حضرت عیسیٰؑ کی رحلت کے بعد ان کی پھوپھی کا بیٹا شمعون بن حمون صفا ان کا جانشین مقرر ہوا۔

(اس نے کہا) میں نے کتابوں میں تحقیق و بررسی کی ہے کہ آپ کی زندگی اور بعد از مرگ صرف ایک ہی خلیفہ ہوگا۔

اے رسولؐ خدا! میری جان آپؐ پر قربان ہو، میرے لیے وضاحت بیان فرمائیں کہ آپ کا وصی و جانشین کون ہے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: میرا صرف ایک وصی ہے زندگی میں بھی اور زندگی کے بعد بھی ــــــ

میں نے عرض کیا: وہ کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا: میرے لیے کچھ سنگریزے لے کر آؤ۔ میں نے کچھ سنگریزے آپ کی خدمت میں پیش کر دیے۔ آپؐ نے انھیں اپنے ہاتھوں میں لیا اور تھوڑا سا دبایا تو وہ آٹے کی طرح ہو گئے۔ آپؐ نے انھیں خمیر کیا تو وہ سرخ یاقوت بن گئے۔ پھر آپؐ نے (اس یاقوت پر) اپنی انگوٹھی سے ایک نشان بنا لیا جو سب کو بآسانی نظر آ رہا تھا۔ وہ

آپؐ نے مجھے دیا اور فرمانے لگے:

اے اُم سلیم! جو بھی اس طرح عمل کرنے کی طاقت رکھتا ہو، وہی میرا وصی اور جانشین ہوگا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: میرا وصی وہ ہے جو تمام حالات میں لوگوں سے بے نیاز ہوگا، جیسا کہ میں بے نیاز ہوں۔

اسی دوران میں نے دیکھا کہ آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ کمرے کی چھت پر اور بایاں ہاتھ زمین پر رکھا جیسا کہ کھڑے ہوئے تھے بغیر زمین پر جھکنے اور بغیر بلند ہونے کے۔

اُم سلیم کہتی ہیں: میں رسولؐ خدا کی خدمتِ اقدس سے باہر نکلی، راستے میں مجھے سلمان فارسیؓ نظر آئے جو حضرت علیؑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حالانکہ علیؑ کی عمر اس وقت بہت کم تھی۔ اس کے باوجود (سلمان فارسیؓ علیؑ کے سوا) حضور اکرمؐ کے کسی بھی صحابہ یا رشتہ دار کی جانب متوجہ نہیں تھے۔

میں نے اپنے آپ سے کہا: یہ سلمانؓ ہے جو کہ مجھ سے پہلے کتابوں سے وابستہ رہا اور انبیائے کرامؑ کے اوصیاءؑ کے ساتھ بیٹھا ہے جو کچھ یہ جانتا ہے وہ میں نہیں جانتی۔ شاید یہی شخص (حضرت علیؑ) پیغمبرؐ اسلام کا وصی ہے۔ میں فوراً حضرت علی مرتضیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی: کیا تم حضرت محمدؐ کے وصی ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں، آپ کا مقصد کیا ہے؟

میں نے کہا: آپؑ کے وصی ہونے کی نشانی کیا ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: کچھ سنگریزے لے کر آؤ۔ میں نے زمین سے کچھ سنگریزے اٹھائے اور آپؑ کے حوالے کر دیے۔ آپؑ نے انھیں اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور آٹے کی طرح کر دیا اور سرخ یاقوت بنا لیا۔ پھر آپؑ نے اپنی انگوٹھی سے اس پر نشان بنایا جو تمام دیکھنے والوں کے لیے آشکار تھا۔ اس کے بعد آپؑ اپنے گھر کی جانب

جانے لگے۔ میں بھی آپؑ کے پیچھے چل پڑی تاکہ جو کچھ حضور اکرمؐ نے کیا تھا اس کے بارے میں سوال کروں۔ آپؑ نے میری جانب رُخ کر کے اسی طرح عمل انجام دیا جس طرح رسولؐ خدا نے انجام دیا تھا۔

پھر میں نے پوچھا: اے ابوالحسنؑ! آپ کا جانشین کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جو بھی میری طرح عمل انجام دے سکے۔

اُم سلیم کہتی ہیں: کچھ عرصے بعد میں نے حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کی اور پوچھا: کیا آپؑ ہی اپنے والد گرامی کے جانشین ہیں؟

میں خود اپنے اس سوال سے متعجب تھی کیونکہ ابھی امام حسنؑ چھوٹے تھے۔ میں تمام بارہ اماموں کے اوصاف جانتی تھی کہ ان میں سے ہر ایک کا باپ ان سے افضل ہوگا۔ یہ تمام باتیں میں نے گذشتہ کتابوں میں پڑھی تھیں۔

امام حسنؑ نے فرمایا: جی ہاں، میں ہی اپنے والد گرامی قدر کا جانشین ہوں۔

میں نے پوچھا: اس کی نشانی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: سنگریزے لے کر آؤ؟

میں نے کچھ سنگریزے آپؑ کے ہاتھ میں دیئے۔ آپؑ نے انھیں آٹے کی طرح کر دیا۔ اس کے بعد آپؑ نے اسے مخلوط کیا تو اس نے یاقوت کی شکل اختیار کر لی۔ آپؑ نے اس پر اپنی انگوٹھی سے نشان لگایا اور پھر میرے حوالے کر دیا۔

میں نے پوچھا: مولا! آپؑ کا جانشین کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ کام جو میں نے کیا ہے جو بھی یہ کام انجام دے سکے وہ میرا جانشین ہوگا۔ اس کے بعد آپؑ نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کیا یہاں تک کہ وہ مدینہ کے تمام گھروں کی چھتوں سے اُوپر چلا گیا۔ حالانکہ امامؑ اسی طرح کھڑے ہوئے تھے۔ پھر آپؑ نے اپنا بایاں ہاتھ زمین پر مارا، بغیر جھکنے اور بغیر بلند ہونے کے۔

پھر میں نے اپنے آپ سے کہا: امام حسنؑ کا جانشین کون ہو سکتا ہے؟

امام حسنؑ کی خدمت سے جیسے ہی باہر نکلی تو میری نظر امام حسینؑ پر پڑ گئی۔ میں، امام حسینؑ اور ان کے نو فرزند جو سب کے سب وصی ہوں گے، کے فضائل سابقہ کتابوں میں پڑھ چکی تھی چونکہ امامؑ اس وقت بہت چھوٹے تھے اس لیے وہ فضائل ان پر منطبق نہیں کر سکتی تھی۔ میں امام حسینؑ کے نزدیک گئی جو کہ صحن مسجد کے پاس کھڑے تھے۔

میں نے پوچھا: آپؑ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اے اُم سلیم! جو تجھے چاہیے میں وہی ہوں۔ میں اوصیاء خدا کا وصی اور نو ہدایت گر اماموںؑ کا والد گرامی ہوں۔ میں اپنے بھائی حسنؑ کا وصی ہوں، حسنؑ میرے بابا علیؑ کے وصی ہیں اور میرا بابا علیؑ، میرے جدامجد رسولؐ خدا کے وصی و جانشین ہیں۔

میں امامؑ کے اس کلام سے بہت حیرت زدہ ہوئی اور پوچھا: آپؑ کی ان باتوں کی نشانی کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: کچھ سنگریزے لے کر آؤ۔ میں نے زمین سے کچھ سنگریزے اُٹھائے اور آپ کی خدمت میں پیش کر دیے۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ نے ان سنگریزوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور انھیں آٹے کی طرح بنا لیا۔ پھر آپؑ نے انھیں آپس میں مخلوط کیا تو وہ سرخ یاقوت بن گئے۔

پھر آپؑ نے اپنی انگوٹھی سے اس پر مہر لگائی تو اس یاقوت پر نشان بن گیا۔ آپؑ نے وہ یاقوت میرے حوالے کیا اور فرمانے لگے:

اُم سلیم! دیکھو کیا تجھے اس میں کچھ نظر آ رہا ہے؟

میں نے جب نگاہ کی تو مجھے اس انگوٹھی میں حضرت محمدؐ، حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد میں سے نو افراد کے نام جو کہ ایک دوسرے کے شبیہ

اور مکرر ہیں، نظر آئے۔ ان میں سے دو نام جو کہ مکرر نہیں ہیں۔

جعفرؑ اور موسیٰؑ میں نے بالکل اسی طرح انجیل میں پڑھے تھے۔ میں حیران ہوگئی اور اپنے آپ سے کہنے لگی: خداوند عالم نے مجھے ایسی دلیلیں دکھائی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی اور کو نہیں دکھائیں۔

میں نے عرض کیا: اے آقا! ایک اور نشانی میرے لیے بیان فرمائیں؟

امامؑ مسکرانے لگے اور کھڑے ہوکر اپنا دایاں ہاتھ آسمان کی جانب بلند کیا، خدا کی قسم! امامؑ کا ہاتھ ستون کی طرح آسمان کو چیرتا ہوا میری نظروں سے غائب ہوگیا۔ آپؑ بالکل اسی طرح کھڑے ہوئے تھے، نہ زمین پر بیٹھے اور نہ ہی کوئی پرواہ کی۔

(یہ دیکھ کر) میں زمین پر گر پڑی اور بے ہوش ہوگئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ آپؑ کے ہاتھ میں درخت آس کا ایک پتا ہے اور آپ وہ میرے دماغ پر مار رہے ہیں۔ میں نے اپنے آپ سے کہا: اس دلیل کے بعد اور کیا کہوں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھی۔ خدا کی قسم! میں آج تک اس درخت آس کے پتے کی خوشبو محسوس کرتی ہوں۔ میں نے اس پتے کو اپنے پاس محفوظ رکھا۔ نہ وہ پتا خشک ہوا، نہ اس کی حالت تبدیل ہوئی اور نہ ہی اس کی خوشبو میں کوئی فرق آیا۔ میں نے اپنے اہل خانہ کو وصیت کردی کہ اس پتے کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ پھر میں نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ کا جانشین کون ہے؟

آپؑ نے جواب دیا: جو بھی اس طرح عمل انجام دے سکے۔

امِ سلیم کہتی ہیں: میں حضرت علی ابن الحسینؑ کے زمانے تک زندہ رہی۔

زربن حبیش کہتا ہے: میں نے اور کچھ تابعین نے (آخری جملے کے علاوہ) یہ تمام باتیں خود اسی سے سنی ہیں۔

من جملہ عبدالرحمٰن بن عوف کا غلام میثا، سعید بن جبیر اور بنی اسد کے دیگر افراد

نے کہا ہے کہ ہم نے خود اسی (اُم سلیم) سے یہ ساری باتیں سنی ہیں۔

اُم سلیم کہتی ہیں: میں علی ابن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں مشغول نماز تھے۔ آپؑ طولانی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؑ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ کچھ وقت وہیں بیٹھی رہی لیکن امام نماز سے فارغ نہ ہوئے۔ بالآخر میں نے واپس جانے کا ارادہ کیا۔ جیسے ہی اٹھنا چاہا اچانک میری نگاہ امامؑ کی انگوٹھی پر پڑی جس کے حبشی نگینے پر لکھا تھا: اے اُم سلیم! یہیں رک جاؤ تاکہ جو کچھ تم چاہتی ہو تمہارے لیے انجام دوں۔

امامؑ نے جلدی سے نماز ختم کی اور بغیر اس کے کہ میں کچھ کہوں فرمانے لگے: اے اُم سلیم! کچھ سنگریزے لے کر آؤ؟ میں نے کچھ سنگریزے زمین سے اٹھا کر آپؑ کی خدمت میں پیش کیے۔ امامؑ نے ان سنگریزوں کو ہاتھوں میں لے کر دبایا تو وہ آٹے کی طرح ہو گئے۔ جب امامؑ نے انھیں مخلوط کیا تو وہ سرخ یاقوت بن گئے۔ پھر آپؑ نے اپنی انگوٹھی سے ان پر مُہر لگائی تو مُہر کا نشان اس سرخ یاقوت پر بن گیا۔ اس یاقوت میں مجھے وہی اسماء جو میں نے امام حسینؑ کے دور میں دیکھے تھے، نظر آنے لگے۔

میں نے خدمت امامؑ میں عرض کیا:

مولا! آپ کا جانشین کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو بھی میری طرح عمل انجام دے سکے لیکن تم اب میری طرح عمل انجام دینے والے کو نہیں پاؤ گی۔

اُم سلیم کہتی ہیں: وہ کام جو رسولؐ خدا، حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ نے کیا تھا میں اس کے بارے میں پوچھنا بھول گئی۔ جب گھر سے باہر نکل کر چند قدم آگے بڑھی تو آپؑ نے پیچھے سے صدا دی: اے اُم سلیم؟

میں نے عرض کیا: جی مولا!

آپؑ نے فرمایا: واپس لوٹ آؤ۔ جب میں واپس گئی تو دیکھا کہ آپ گھر کے صحن میں موجود تھے۔ اس کے بعد گھر میں گئے اور واپس آ کر مسکرانے لگے اور پھر فرمایا:

اے اُم سلیم! بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گئی۔ آپؑ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بلند فرمایا۔ وہ مدینے کے گھروں، دیواروں اور بازاروں کو چیرتا ہوا میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

اتنے میں آپؑ نے فرمایا:

اے اُم سلیم! یہ لو۔

خدا کی قسم! امامؑ نے مجھے ایک تھیلا دیا جس میں دینار، سونے کے زیورات اور میری ہی کچھ انگوٹھیاں تھیں جنہیں گھر میں ایک الماری کے اندر میں نے محفوظ کر رکھا تھا۔

میں عرض کرنے لگی: مولا! میں اس تھیلی کو پہچان رہی ہوں لیکن معلوم نہیں اس کے اندر کیا ہے؟ البتہ یہ ہے بہت وزنی۔

آپؑ نے فرمایا: یہ لے کر چلی جاؤ۔

اُم سلیم کہتی ہیں: میں امامؑ کی خدمت سے اُٹھ کر سیدھی گھر چلی آئی، گھر میں آ کر تھیلا ڈھونڈنے لگی لیکن تھیلا اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا۔ یہ وہی میرا اپنا تھیلا تھا۔

تب میں نے آئمہ طاہرین علیہم السلام کے بارے میں حقیقی معرفت حاصل کر لی تھی۔ جس کے لیے میں تمام جہانوں کے پروردگار کی بے حد شکر گزار ہوں۔

ابن عیاش کہتے ہیں: میں نے ابوبکر محمد بن عمر جعابی سے اُم سلیم کے بارے میں دریافت کیا اور اس حدیث کے تمام راویوں کا تذکرہ ان سے کیا تو انہوں نے کہا: ہماری اور عامہ کی تمام اسناد کو پسند کیا اور ابوموسیٰ طرسوی قاضی کے بارے میں کہنے لگے: وہ مورد اعتماد، عادل اور حافظ شخص تھے۔

اُم سلیم! نمر بن قاسط نامی قبیلہ کی ایک خاتون ہیں جنہوں نے رسولؐ خدا سے بھی بہت سی روایتیں نقل کی ہیں۔ نیز انہوں نے کہا: یہ اُم سلیم انصاری اُم سلیم نہیں ہے

جو انس بن مالک کی والدہ تھیں اور نہ ہی یہ اُم سلیم دوسری ہے کیونکہ وہ روایت بیان کرنے والی صحابی خاتون ہے۔ اسی طرح یہ وہ اُم سلیم بھی نہیں ہے جو رسولؐ خدا کے دور میں لڑکیوں کا ختنہ کیا کرتی تھی۔ نیز یہ عروہ بن مسعود کی بہن اُم سلیم ثقفی بنت مسعود بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مسلمان ہوئیں اور بہترین مسلمان خاتون تھیں۔ نیز احادیث میں روایت کیا کرتی تھیں۔ (منتخب الاثر، ۴۱-۸۸۔ بحارالانوار، ۲۵/۱۸۵، حدیث ۶)

## یہ کس طرح کا خواب تھا؟

والحقه عبدالله بن جعفر بابنیه عون و محمّد و کتب علی أیدیهما کتابا یقول فیه:

أمّابعد، فانّی أسألك بالله لمّا انصرفت حین تنظر فی کتابی هذا ، فانّی مشفق علیك من هذا التوجّه الّذی توجهت له ، أن یکون فیه هلاکك واستئصال أهل بیتك إن هلکت الیوم طفیٔ نور الأرض ، فانّك علم المهتدین ، ورجاء المؤمنین ، ولا تعجل بالسیر ، فانّی فی أثر کتابی ، والسلام.

وصار عبدالله إلی عمرو بن سعید وسأله أن یکتب إلی الحسین علیه السلام أمانًا ویمنیه لیرجع عن وجهه ، وکتب إلیه عمرو بن سعید کتاباً یمنّیه فیه الصلة ، ویؤمنه علی نفسه ، وأنفذه مع یحیی بن سعید.

فلحقه یحیی و عبدالله بن جعفر بعد نفوذ ابنیه ، ودفعا إلیه الکتاب وجهدا به فی الرجوع.

فقال: إنّی رأیت رسول الله صلی الله علیه وآله فی المنام وأمرنی

بما أنا ماض له.

فقالوا له : ما تلك الرؤيا؟

فقال : ما حدّثت أحداً بها ولا أنا محدّث بها أحداً حتّى ألقى ربّي عزّوجلّ.

فلمّا يئس منه عبد الله بن جعفر أمر ابنيه عوناً ومحمّداً بلزومه ، والمسير معه ، والجهاد دونه ، ورجع مع يحيى بن سعيد إلى مكّة. وتوجّه الحسين عليه السلام إلى العراق مغذّاً لا يلوي إلى شيئ حتّى نزل ذات عرق.

اس واقعہ کے بعد عبداللہ ابن جعفر نے اپنے دونوں فرزندوں عونؑ ومحمدؑ کو امام حسینؑ کے نام ایک خط لکھ کر روانہ کیا۔ خط کا متن یہ تھا:

"میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرا خط پڑھنے کے بعد واپس لوٹ آؤ۔ میں ڈرتا ہوں کہ یہ سفر جسے آپؑ نے اختیار کیا ہے اس میں آپ کو شہید کیا جائے گا اور آپ کی اہل بیتؑ کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر ان دنوں میں آپؑ شہید ہو گئے تو زمین کی نورانیت ختم ہو جائے گی کیونکہ آپؑ ہی ان لوگوں کے لیے پناہ گاہ ہیں جو ہدایت کے طلبگار ہیں۔ آپؑ اس سفر میں جلد بازی نہ کرو ورنہ اس خط کے بعد میں خود آپ کے پاس آؤں گا"۔

عبداللہ ابن جعفر، عمرو بن سعید کے پاس گئے اور اس سے کہنے لگے: امام حسینؑ کے لیے امان نامہ لکھو اور ان سے وعدہ کرو کہ آپ لوگ ان کے ساتھ خوش اسلوبی سے پیش آئیں گے۔

عمرو بن سعید نے امام حسینؑ کے لیے ایک خط لکھا جس میں آپؑ کے لیے امن وامان اور خوش اخلاقی سے پیش آنے کا ذکر کیا گیا تھا اور یہ خط یحییٰ بن سعید کے ذریعے

امام عالی مقام کے پاس بھیجا گیا۔

امام حسینؑ سے عبداللہ بن جعفر کے دونوں فرزندوں کے ملنے کے بعد یحییٰ بن سعید اور خود عبداللہ ابن جعفر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ خط آپؑ کی خدمت میں پیش کیا اور بہت کوشش کی کہ آپؑ واپس لوٹ آئیں۔

امام حسینؑ نے ان کے جواب میں فرمایا: میں نے رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس سفر پر جاؤں۔

انہوں نے کہا: یہ خواب کس طرح تھا؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے یہ خواب اس سے پہلے بھی کسی سے ذکر نہیں کیا تھا اور بعد میں بھی کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کروں گا یہاں تک کہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرلوں۔

جب عبداللہ بن جعفر امام حسینؑ کے واپس جانے سے مایوس ہوگئے تو آپؑ نے اپنے دونوں فرزندوں عونؑ و محمدؑ کو حکم دیا کہ وہ امام حسینؑ کے ساتھ رہیں اور آپؑ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں۔

اس کے بعد عبداللہ بن جعفر، یحییٰ بن سعید کے ساتھ مدینہ کی طرف واپس لوٹ گئے اور امام حسینؑ عراق کی جانب روانہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ مقام "ذات عرق" میں آپ کا قافلہ آ کر اترا۔ (الارشاد: ۲۰۱ اور ۲۰۲۔ بحارالانوار ۴۴/۳۶۶)

## ہمارے دوست معاویہ کے پاس چلے گئے ہیں!

وقال أبو عبدالله عليه السلام : وفد إلى الحسين صلوات الله عليه وفد فقالوا: يابن رسول الله! إنّ أصحابنا وفدوا إلى معاوية ووفدنا نحن إليك.

فقال : اذن اجيزكم بأكثر ممّا يجيزهم.

فقالوا: جعلنا فداك ، إنّما جئنا لدينتا.
قال: فطأطأ رأسه ونكت في الأرض وأطرق طويلاً ثمّ رفع رأسه فقال:
قصيرة من طويلة ، من أحبّنا لم يحبّنا لقرابة بيننا وبينه ولا لمعروف أسديناه إليه إنّما أحبّنا لله ورسوله جاء معنا يوم القيامة كهاتين وقرن بين سبابتيه.

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: کچھ لوگ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: ہمارے کچھ دوست معاویہ کے پاس چلے گئے ہیں اور ہم آپؑ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں تمھیں ان سے زیادہ انعام دوں گا۔

انھوں نے کہا: ہم آپؑ پر قربان جائیں، ہم صرف اپنے دین کی خاطر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

امام حسینؑ نے تھوڑی دیر کے لیے اپنا سر مبارک زمین کی جانب جھکا لیا اور زمین پر کچھ خطوط کھینچے۔ بڑی مدت تک آپؑ خاموش ہی رہے اور پھر آپؑ نے اپنا سر مبارک بلند کیا اور فرمانے لگے:

ہم جس سے بھی محبت کرتے ہیں وہ محبت ہمارے اور اس نیکی کے ساتھ رشتہ کی وجہ سے نہیں ہوتی جو نیکی ہم اس کے ساتھ کرتے ہیں بلکہ ہم صرف خدا اور پیغمبر کی خاطر اس سے محبت کرتے ہیں۔ ایسا شخص قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح ہمارے ساتھ ہوگا۔ (بحارالانوار، ۲۷/ ۱۲۷، حدیث ۱۱۸)

## آئمہ اہلِ بیتؑ کی تعداد کتنی ہے؟

المعافا بن زكريا ، عن ابن عقدة ، عن أحمد بن

الحسن بن سعيد ، عن أبيه عن جعدة بن الزبير ، عن عمران بن يعقوب بن عبدالله ، عن يحيى بن جعدة بن هبيرة ، عن الحسين بن علي صلوات الله عليه وسأله رجل عن الأئمة.

فقال: عدد نقباء بني اسرائيل تسعة من ولدي آخرهم القائم ، ولقد سمعت رسول الله ﷺ يقول: أبشروا ثمّ أبشروا ، ثلاث مرات ، إنّما مثل أهل بيتي كمثل حديقة أطعم منها فوج عاماً ثمّ اطعم منها فوج عاماً ، آخرها فوجاً يكون أعرضها بحراً واعمقها طولاً وفرعاً واحسنها جنى.

وكيف تهلك أمّة أنا أوّلها واثنا عشر من بعدي من السعداء اولي الألباب والمسيح بن مريم آخرها؟ ولكن يهلك فيما بين ذلك ثبج الهرج ليسوا منّي ولست منهم.

یحیٰی ابن جعدہ کہتا ہے: ایک شخص نے امام حسین علیہ السلام سے آئمہ اہل بیتؑ کی تعداد کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

بنی اسرائیل کے سرداروں کی تعداد کے برابر ان کی تعداد ہے۔ ان میں سے نو میرے فرزندوں میں سے ہوں گے جن میں سے آخری قائم (آل محمدؐ) ہوں گے۔ میں نے رسولؐ خدا سے یہ فرماتے ہوئے سنا، آپؐ نے فرمایا:

یہ خوشخبری سنا دو! یہ خوشخبری سنا دو! ہمارے اہل بیتؑ ایک باغ کی طرح ہیں جن کے میوے سے ایک سال ایک گروہ استفادہ کرے گا اور دوسرے

سال دوسرا گروہ۔ اور آخری گروہ کے وقت اس باغ میں بہت بڑی اور گہری نہریں، بہترین راستے اور بہترین میوے ہوں گے۔ یہ اُمت کس طرح نابود ہو سکتی ہے، کیونکہ اس اُمت کا پہلا رہبر میں ہوں اور میرے بعد نیک بخت اور عقلمند بارہ شخصیتیں آئیں گی اور حضرت مسیح بن مریم (ان کے بعد) سب سے آخر میں آئیں گے۔ لیکن ان (اُمت) میں سے شروع سے آخر تک جو بھی فتنہ انگیز ہوگا وہ ہلاک ہو جائے گا کیونکہ وہ مجھ سے نہیں ہیں اور میں بھی ان سے نہیں ہوں۔ (کفایۃ الاثر، ۳۰۔ بحار الانوار، ۳۶/۳۸۳، حدیث ۴)

## بھائی جان! کیا آپ یہ آوازیں سن رہے ہیں؟

نهض عمر بن سعد لعنة الله إلى الحسين عليه السلام عشيّة الخميس لتسع مضين من المحرّم...... فركب النّاس ثمّ زحف نحوهم بعد العصر والحسين عليه السلام جالس أمام بيته محتبئ بسيفه ، إذ خفق برأسه على ركبتيه ، وسمعت أخته الصيحة ، فدنت من أخيها وقالت : ياأخي! أما تسمع هذه الأصوات قد اقتربت؟

فرفع الحسينُ رأسه فقال : إنّي رأيت رسول الله صلى الله عليه وآله الساعة في المنام ، وهو يقول لي: إنّك تروح إلينا.

فلطمت اخته وجهها ، ونادت بالويل.

فقال لها الحسين عليه السلام : ليس لك الويل ياأُختاه! اسكتي رحمك الله. وفي رواية السيّد قال:

ياأختاه! إنّي رأيت الساعة جدّي محمّداً وأبي عليًا وأُمّي فاطمة وأخي الحسن وهم يقولون : ياحسين!

إنك رائح إلينا عن قريب وفي بعض الروايات: غداً.
قال: فلطمت زينب على وجهها وصاحت.
فقال لها الحسين عليه السلام: مهلًا لا تشمتي القوم بنا.
قال المفيد: فقال له العبّاس بن علي عليهما السلام: ياأخي! أتاك القوم.
فنهض ثمّ قال: اركب أنت ياأخي! حتّى تلقاهم وتقول لهم: مالكم؟ وما بدا لكم؟ وتسألهم عمّا جاء بهم.
فأتاهم العبّاس عليه السلام في نحو من عشرين فارساً، فيهم زهير بن القين وحبيب بن مظاهر، فقال لهم العبّاس: ما بدا لكم وما تريدون؟
قالوا: قد جاء أمر الأمير أن يعرض عليكم أن تنزلوا على حكمه أو نناجزكم.
قال: فلا تعجلوا حتّى أرجع إلى أبي عبد الله عليه السلام فأعرض عليه ما ذكرتم.
فوقفوا فقالوا: القه وأعلمه ثمّ القنا بما يقول لك.
فانصرف العبّاس عليه السلام راجعاً يركض إلى الحسين عليه السلام يخبره الخبر، ووقف أصحابه يخاطبون القوم، ويعظونهم ويكفونهم عن قتال الحسين عليه السلام. فجاء العبّاس إلى الحسين عليه السلام وأخبره بما قال القوم.
فقال: ارجع إليهم فإن استطعت أن تؤخّرهم إلى غد، وتدفعهم عنّا العشيّة لعلّنا نصلّي لربّنا الليلة وندعوه

ونستغفره ، فهو يعلم أني كنت قد احبّ الصلاة له،
وتلاوة كتابه ، وكثرة الدعاء والاستغفار.
فمضى العبّاس إلى القوم ، ورجع من عندهم ، ومعه
رسول من قبل عمر بن سعد يقول : إنّا قد أجلناكم
إلى غد ، فان استسلمتم سرحنا بكم إلى عبيدالله بن
زياد وإن أبيتم فلسنا بتاركيكم.

۹ محرم الحرام بروز جمعرات عصر کے وقت عمر سعد ملعون امام حسین علیہ السلام کے خیموں پر حملہ آور ہوا۔ اس وقت امام حسینؑ اپنے خیموں کے باہر اپنے سر مبارک کو اپنے زانو اور شمشیر پر تکیہ دیئے سو رہے تھے۔ جب آپؑ کی بہن (جناب زینبؑ) نے یہ صدائیں سنیں تو فوراً آپؑ کے پاس آ کر کہنے لگیں:

بھائی جان! کیا آپؑ یہ صدائیں نہیں سن رہے جو ہمارے نزدیک ہوتی جا رہی ہیں؟

امام حسینؑ نے اپنا سر مبارک بلند کیا اور فرمانے لگے: ابھی ابھی میں نے خواب میں رسولؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا: آپؑ "عنقریب ہمارے پاس آ جائیں گے"۔

حضرت زینب کبریٰؑ نے اپنے منہ پر طمانچے مار کر واویلا کرنے لگیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا: اے بہن! یہ مصیبت آپؑ کے لیے نہیں ہے، خاموش ہو جاؤ، آپ پر اللہ رحمت فرمائے۔

ابن طاؤس علیہ الرحمہ اس کے بعد لکھتے ہیں:

امام حسین علیہ السلام نے جناب زینب کبریٰؑ سے فرمایا: میں نے ابھی ابھی اپنے جدامجد حضرت محمدؐ، اپنے بابا علیؑ، اپنی ماں حضرت زہراؑ، اپنے بھائی حضرت امام حسنؑ کو عالم خواب میں دیکھا۔ وہ فرما رہے تھے: اے حسینؑ! تم عنقریب ہمارے پاس آ جاؤ

گے۔

بعض روایات میں ہے کہ امام حسینؑ سے ان بزرگوں نے فرمایا: آپ کل ہمارے پاس آجائیں گے۔ (یہ سن کر) اچانک حضرت زینبؑ کبریٰ نے اپنے چہرہ پر طمانچہ مارا اور رونے لگیں۔

امام حسینؑ فرمانے لگے: خاموش ہو جاؤ، آپؑ کی یہ حالت دیکھ کر دشمن اور یہ گروہ خوش حال ہوں گے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: عباسؑ ابن علیؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا:

بھائی جان! یہ لوگ آپؑ کے پاس آئے ہیں۔

امام حسینؑ نے اپنا سر بلند کیا اور عباسؑ سے فرمایا: سوار ہو کر ان کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کون سا تازہ ارادہ رکھتے ہو، ان سے پوچھو! یہاں کیوں آئے ہو؟

قمر بنی ہاشم حضرت ابوالفضل العباسؑ بیس سواروں کے ہمراہ جن میں زہیر بن قینؓ اور حبیبؓ بن مظاہر بھی شامل تھے، اس خونخوار گروہ کے پاس گئے اور ان سے کہنے لگے: کون سا تازہ ارادہ کیا ہے؟ تمہارا مقصد کیا ہے؟

انہوں نے کہا: ہمیں اپنے امیر کی جانب سے حکم دیا گیا ہے کہ آپ لوگوں سے کہیں: اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرو یا ہم تم سے جنگ کریں گے۔

حضرت عباسؑ نے فرمایا: جلد بازی سے کام مت لو تاکہ میں ابا عبداللہ الحسینؑ کے پاس جا کر انہیں تم لوگوں کا پیغام سناؤں۔

انہوں نے کہا: کوئی بات نہیں آپ امام حسینؑ کو جا کر ہماری بات بتائیں اور ان سے جواب لے کر واپس لوٹ آئیں۔

جب حضرت عباسؑ، حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس گئے تاکہ انہیں

دشمنوں کے ارادہ سے آگاہ فرمائیں۔ آپؑ کے ساتھی دشمن کے سپاہیوں کو مخاطب کر کے وعظ و نصیحت کرنے لگے کہ امام حسینؑ سے ہرگز جنگ نہ کرنا۔

حضرت عباسؑ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں دشمنوں کے ارادے سے آگاہ فرمایا۔

امام حسینؑ نے عباسؑ سے فرمایا: اگر آپ جاسکتے ہیں تو ان کے پاس واپس جا کر کل تک کے لیے ان کے ارادے کو ملتوی کر کے آئیں۔ آج کی رات بھی ان کو ہم سے دُور کر دو شاید ہم آج کی رات اللہ کے لیے نماز پڑھیں اور (اس کی بارگاہ میں) دعا اور استغفار کریں۔

حضرت عباسؑ ان لوگوں کے پاس واپس لوٹ کر گئے اور ابن سعد کے بھیجے ہوئے آدمی سے ملاقات فرمائی۔

ابن سعد کے آدمی نے کہا: ہم آپ کو کل تک کے لیے مہلت دیتے ہیں۔ اگر آپ لوگوں نے سر تسلیم خم کر دیا تو ہم آپ کو ابن زیاد کے دربار میں لے کر جائیں گے ورنہ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ (بحارالانوار، ۴۴/۳۹۱)

## ایمان اور یقین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

عن یحیی بن عقیل عن یحیی بن نعمان قال: کنت عند الحسین علیہ السلام إذ دخل علیه رجل من العرب متلثما أسمر شدید السمرة ، فسلّم ، فردّ علیه الحسین علیہ السلام.

فقال: یابن رسول الله! مسألة.

فقال: هات.

قال: کم بین الایمان والیقین؟

قال: أربع أصابع

قال: كيف؟

قال: الايمان ما سمعناه واليقين ما رأيناه ، وبين السمع والبصر أربع أصابع.

قال : فكم بين السماء والأرض.

قال: دعوة مستجابة.

قال: فكم بين المشرق والمغرب؟

قال: مسيرة يوم للشمس.

قال: فما عزّ المرء؟

قال: استغناؤه عن الناس.

قال: فما أقبح شيئ؟

قال: الفسق في الشيخ قبيح ، والحدّة في السلطان قبيحة ، والكذب في ذي الحسب قبيح ، والبخل في ذي الغناء ، والحرص في العالم.

قال: صدقت يابن رسول الله! فأخبرني عن عدد الأئمة بعد رسول الله ﷺ؟

قال اثنا عشر عدد نقباء بني اسرائيل.

قال: فسمّهم لي.

قال: فأطرق الحسين عليه السلام ثمّ رفع رأسه فقال:

نعم ، اخبرك يا أخا العرب! الامام والخليفة بعد رسول الله ﷺ أبي أمير المؤمنين عليّ بن طالب

ﷺ والحسن وأنا وتسعة من ولدی ، منهم علی ابنی ، وبعده محمّد ابنه ، وبعده جعفر ابنه ، وبعده موسٰی ابنه ، وبعده علی ابنه وبعده محمّد ابنه وبعده علی ابنه ، وبعده الحسن ابنه ، وبعد الخلف المهدی ، هو التاسع من ولدی يقوم بالدين فی آخر الزمان.

قال: فقام الأعرابی وهو يقول:

مسح النبی جبينه فله بريق فی الخدود
أبواه من أعلا قريش وجده خير الجدود

یحیٰی بن نعمان کہتا ہے کہ ایک دن میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک عرب چہرے پر نقاب لگائے آپؑ کے پاس آیا۔ سلام اور جواب سلام کے بعد کہنے لگا:

اے فرزند رسولؐ! میرا ایک سوال ہے؟

آپؑ نے فرمایا: پوچھو۔

اس نے کہا: ایمان اور یقین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

آپؑ نے جواب دیا: ایمان وہ ہے جسے تم سنتے ہو اور یقین وہ ہے جسے تم دیکھتے ہو۔ آنکھ اور کان کے درمیان چار انگشت جتنا فاصلہ ہے۔

اس نے کہا: زمین اور آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ایک مستجاب دعا جتنا فاصلہ ہے۔

اس نے کہا: مشرق اور مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: سورج کے دن کی مسافت طے کرنے جتنا فاصلہ ہے۔

اس نے پوچھا: انسان کی عزت کس چیز میں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: انسان کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے۔

اس نے پوچھا: سب سے بُرا کام جو انسان انجام دیتا ہے کون سا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بوڑھے آدمی کا فاسق ہونا، بادشاہ کا جلد باز ہونا، شریف انسان کا جھوٹ بولنا، مالدار انسان کا بخیل ہونا اور عالم انسان کا حریص ہونا سب سے بُرا کام ہے۔

اس نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے درست فرمایا۔ مجھے بتائیں کہ رسولؐ خدا کے بعد آئمہ اہلِ بیتؑ کی تعداد کتنی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بارہ، بنی اسرائیل کے سرداروں کی تعداد کے برابر۔

اس نے کہا: مجھے ان کے نام بتائیں؟

راوی کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے چند لمحات کے لیے اپنا سر مبارک نیچے کیا اور پھر سر بلند کر کے فرمانے لگے:

ہاں اے عرب بھائی! آپ کو ابھی ان کے نام بتاتا ہوں۔ میرے بابا حضرت علیؑ، رسولؐ خدا کے بعد امام اور ان کے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد امام حسنؑ اور پھر میں اور پھر میری اولاد میں سے نو امامؑ ہوں گے۔ میرا بیٹا علیؑ، ان کے بعد ان کا فرزند محمدؑ، ان کے بعد ان کا فرزند جعفرؑ، ان کے بعد ان کا فرزند موسیٰؑ، ان کے بعد ان کا فرزند علیؑ، ان کے بعد ان کا فرزند محمدؑ، ان کے بعد ان کا فرزند علیؑ، ان کے بعد ان کا فرزند حسنؑ، اور ان کے بعد ان کا فرزند مہدیؑ ہوگا۔ یہی میرا نواں فرزند ہے جو بقاءِ دین کے لیے آخری زمانے میں قیام فرمائے گا۔

یہ سن کر وہ عرب اُٹھ کھڑا ہوا اور یہ اشعار پڑھنے لگا:

مسح النبی جبینه   فله بریق فی الخدود

أبواه من أعلا قریش   وجده خیر الجدود

یعنی ''پیغمبر نے اس کی پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھا اور اس کے حُسن و جمال کا نور اس کے رخساروں پر چمکنے لگا، اس کے ماں باپ قریش میں سب سے زیادہ بہترین ہیں اور ان کے جداجد تمام اجداد سے بہتر ہیں''۔ (کفایۃ الاثر، ۳۱۔ بحارالانوار، ۳۶/۳۸۳، حدیث ۵)

## حیوانات کی آوازوں کے معنی کیا ہیں؟

روی أن الحسين عليه السلام سئل في حال صغره عن أصوات الحيوانات لأنّ من شرط الامام أن يكون عالماً بجميع اللغات حتّى أصوات الحيوانات ، فقال: على ما روى محمّد بن ابراهيم بن الحارث التميمي عن الحسين عليه السلام أنه قال:

إذا صاح النسر فانّه يقول: يا ابن آدم! عش ما شئت فآخره الموت.

و إذا صاح البازي يقول: ياعلم الخفيات ويا كاشف البليات!

و إذا صالح الطاووس يقول: مولاي ظلمت نفسي واغتررت بزينتي فاغفرلي.

و إذا صالح الدراج يقول : الرحمٰن على العرش استوى.

و إذا صالح الديك يقول: من عرف الله لم ينس ذكره.

و إذا قرقرت الدجاجة تقول: يا إله الحق! أنت الحق

وقولك الحق ياالله ياحق.

و إذا صاح الباشق يقول: آمنت بالله واليوم الآخر.

و إذا صاحت الحداء تقول: توكل على الله ترزق.

و إذا صاح العقاب يقول: من أطاع الله لم يشق.

و إذا صاح الشاهين يقول: سبحان الله حقًا حقًا.

و إذا صاحت البومة يقول: البعد من الناس انس.

و إذا صاح الغراب يقول: يا رزاق! ابعث الرزق الحلال.

و إذا صاح الكركي يقول : اللّهم احفظني من عدوي.

و إذا صاح اللقلق يقول: من تخلى عن الناس نجا من أذاهم.

و إذا صاح البطة تقول: غفرانك يا الله.

و إذا صاح الهدهد يقول: ما أشقى من عصى الله.

و إذا صالح القمري يقول: ياعلم السر والنجوى! ياالله!

و إذا صاح الدبسي يقول: أنت الله لا إله سواك يا الله!

و إذا صاح العقعق يقول: سبحان من لا يخفى عليه خافية.

و إذا صاح الببغاء يقول: من ذكر ربه غفر ذنبه.

و إذا صاح العصفور يقول: استغفر الله مما يسخط الله.

و إذا صاح البلبل يقول: لا اله الا الله حقًا حقًا.

و إذا صاح القبجة تقول: قرب الحق قرب.

و إذا صاحت السمانات يقول: يا ابن آدم! ما أغفلك

عن الموت.

و إذا صاح السوذنيق يقول: لا اله الا الله محمّد رسول الله وآله خيرة الله.

و إذا صاحت الفاختة يقول: ياواحد! يا أحد! يا فرد! ياصمد!

و إذا صاح الشقراق يقول: مولاي أعتقني من النار.

و إذا صاحب القنبرة تقول: مولاي تب على كلّ مذنب من المذنبين.

و إذا صاح الورشان يقول: إن لم تغفر ذنبي شقيت.

و إذا صاح الشفنين يقول: لا قوّة إلاّ بالله العلي العظيم.

و إذا صاحب النعامة تقول: لا معبود سوى الله.

و إذا صاحت الخطافة ، فانّها تقرأ سورة الحمد وتقول: ياقبل توبة التوابين! ياالله لك الحمد!

و إذا صاحت الزرافة تقول: لا إله الا الله وحده.

و إذا صاح الحمل يقول: كفى بالموت واعظا.

و إذا صاح الجدي يقول: عاجلني الموت ثقل ذنبي وازداد.

و إذ صاح الأسد يقول أمر الله مهم مهم.

و إذا صاح الثور يقول: مهلا مهلا يا ابن آدم! أنت بين يدي من يرى ولا يرى وهو الله.

و إذا صاح الفيل يقول: لا يغني عن الموت قوة ولا حيلة.

و إذا صاح الفهد يقول: يا عزيز! يا جبار! يا متكبر! يا الله!
و إذا صاح الجمل يقول: سبحان مذل الجبارين سبحانه.
و إذا صهل الفرس يقول: سبحان ربنا سبحانه.
و إذا صاح الذئب يقول: ما حفظ الله لن يضيع أبدا.
و إذا صاح ابن آوى يقول: الويل الويل للمذنب المصر.
و إذا صاح الكلب يقول: كفى بالمعاصي ذلا.
و إذا صاح الأرنب يقول: لا تهلكني يا الله لك الحمد.
و إذا صاح الثعلب يقول: الدنيا دار غرور.
و إذا صاح الغزال يقول: نجني من الاذى.
و إذا صاح الكركدن يقول: اغثني و الا هلكت يا مولاى.
و إذا صاح الايل يقول: حسبي الله ونعم الوكيل حسبي الله.
و إذا صاح النمر يقول: سبحان من تعزز بالقدرة سبحانه.
و إذا سبحت الحيّة تقول: ما أشقى من عصاك يا رحمن.
و إذا سبحت العقرب تقول: الشر شيئ وحش.
ثم قال ﷺ: ما خلق الله من شئ إلّا وله تسبيح يحمد به ربه، ثمّ تلاهذه الآية: ﴿وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ﴾
ایک روایت میں ہے کہ جس وقت امام حسین علیہ السلام کا بچپن تھا تو آپؑ سے

حیوانوں کی آواز کے بارے میں سوال پوچھا گیا، کیونکہ امامت کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ تمام حیوانات کی زبان سمجھ سکتا ہو۔ امامؑ سے پوچھا گیا: حیوان اپنی آواز میں کیا کہتے ہیں تو بنا بر روایت محمد بن ابراہیم تمیمی، آپؑ نے فرمایا:

کرگس (وہ پرندہ جو جانوروں کی لاش کھاتا ہے) کہتا ہے: اے فرزند آدمؑ! جس طرح چاہو زندگی گزارو، لیکن جان لو کہ بالآخر مرنا ضرور ہے۔

باز کہتا ہے: اے پوشیدہ چیزوں کے جاننے والے! اے بلاؤں کو دور کرنے والے!

مور کہتا ہے: اے خدا! میں نے اپنی خوبصورتی پر غرور و تکبر کرکے خود پر ظلم کیا ہے مجھے معاف کردو۔

سیہ کہتی ہے: خدائے رحمٰن اپنے عرش پر موجود ہے۔

مرغا کہتا ہے: جس نے خدا کو پہچان لیا، اسے فراموش نہیں کرے گا۔

مرغی کہتی ہے: اے خدا! جو برحق ہے، تو برحق اور تمہاری باتیں سچی ہیں، اے اللہ! اے حق!

شکرا کہتا ہے: میں خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہوں۔

بجو کہتا ہے: خدا پر توکل کرو وہی رزق دیتا ہے۔

عقاب کہتا ہے: جو اللہ کی اطاعت کرے اسے تکلیف نہیں ہوگی۔

شاہین کہتا ہے: اللہ تعالیٰ پاک و پاکیزہ اور برحق ہے۔

اُلو کہتا ہے: لوگوں سے دوری میں راحت ہے۔

کوا کہتا ہے: اے رزق دینے والے، ہمیں رزق حلال عطا فرما۔

کونج کہتا ہے: اے اللہ! مجھے دشمنوں کے شر سے محفوظ فرما۔

بگلا کہتا ہے: جو لوگوں سے دور رہے گا وہ راحت میں رہے گا۔

مرغابی کہتی ہے: اے اللہ! میں تجھ سے معافی کی طلب گار ہوں۔

ہد ہد کہتا ہے: بد بخت وہ ہے جو گناہ انجام دیتا ہے۔
قمری کہتا ہے: اے اللہ! اے پوشیدہ (اُمور) کا جاننے والا۔
کبوتر کہتا ہے: آپ ہی اللہ ہیں، آپ کے سوا کوئی بھی خدا نہیں۔
کوا کہتا ہے: پاک ہے وہ جس سے کوئی بھی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں۔
طوطا کہتا ہے: خدا کی یاد گناہوں کی معافی کا باعث بنتی ہے۔
چڑیا کہتی ہے: وہ گناہ جن سے خدا غضب ناک ہو، ان کی آمرزش چاہتا ہوں۔
بلبل کہتا ہے: یقیناً اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔
چکور کہتا ہے: قیامت نزدیک ہے۔
بٹیرا کہتا ہے: اے فرزند آدم! کس چیز نے تمھیں موت سے غافل کیا ہے۔
شکاری پرندہ کہتا ہے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور ان کی اہلِ بیتؑ اللہ کی برگزیدہ ہیں۔
فاختہ کہتی ہے: یا واحد، یا احد، یا فرد، یا صمد!
دارکوب کہتا ہے: اے میرے اللہ، مجھے آگ سے بچا۔
(واضح رہے کہ یہ فاختہ سے کچھ بڑا پرندہ ہوتا ہے جس میں سفید سرخ اور سبز رنگ ہوتے ہیں)
چنڈول کہتا ہے: اے خدا! مومنوں کے گناہ معاف فرما۔
صحرائی کبوتر کہتا ہے: اے خدا! اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا تو بد بخت ہو جاؤں گا۔
مرغ عشق کہتا ہے: خدائے بزرگ کے سوا کوئی بھی طاقت نہیں۔
(یہ کبوتر کی مخصوص قسم ہوتی ہے جسے عربی میں "شفنین" اور فارسی میں "مرغ عشق" کہتے ہیں)۔

شتر مرغ کہتا ہے: اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں۔

ابابیل آواز نکالتے وقت سورۂ حمد پڑھتا ہے اور کہتا ہے: اے توبہ قبول کرنے والے خدا! حمد و ثنا صرف آپ کے لیے ہے۔

زرافہ کہتا ہے: ایک اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں۔

بھینس کہتی ہے: موت، بہترین نصیحت کرنے والی ہے۔

بکری کا بچہ کہتا ہے: اے اللہ! مجھے جلدی موت دے، تاکہ میرے گناہ کم ہوں۔

شیر غراتے وقت کہتا ہے: خدا کا امر سب سے زیادہ اہم ہے، اہم ہے۔

بیل کہتا ہے: اے فرزند آدم! صبر سے کام لو، کیونکہ تم ایسی ہستی کے سامنے ہو جو تجھے دیکھتا ہے لیکن دیکھا نہیں جاتا وہ اللہ ہے۔

ہاتھی کہتا ہے: موت سے کوئی بھی نہیں بھاگ سکتا۔

تیندوا کہتا ہے: یا عزیز، یا جبار، یا متکبر، یا اللہ!

اونٹ کہتا ہے: پاک ہے وہ خدا جو ظالموں کو ذلیل و خوار کرنے والا ہے۔

گھوڑا کہتا ہے: ہمارا پروردگار! پاک اور پاکیزہ ہے۔

بھیڑیا کہتا ہے: جس کی خدا حفاظت کرے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

گیدڑ کہتا ہے: افسوس ہے، افسوس ہے اس گناہگار پر جو اپنے گناہ پر اصرار کرتا ہے۔

کتا کہتا ہے: گناہ ذلت اور خواری کا باعث بنتے ہیں۔

خرگوش کہتا ہے: خدایا! مجھے ہلاک نہ کرنا، تمام تعریفیں صرف تمہارے لیے ہیں۔

لومڑی کہتی ہے: دنیا خانۂ غرور ہے۔

ہرن کہتا ہے: خدایا! مجھے آزار اور اذیت سے نجات عطا فرما۔

گینڈا کہتا ہے: اے خدا! میری فریاد قبول فرما ورنہ ہلاک ہو جاؤں گا۔

گوزن (ہرن کی ایک قسم) کہتا ہے: میرے لیے اللہ ہی کافی ہے، وہ بہترین

وکیل ہے۔

چیتا کہتا ہے: پاک و پاکیزہ ہے وہ خدا جو اپنی قدرت کی وجہ سے بے عیب ہے۔

سانپ کہتا ہے: اے خدا! کتنا بدبخت ہے وہ جو تمہاری معصیت کرتا ہے۔

بچھو کہتا ہے: بدی کرنا ایک وحشت ناک چیز ہے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: تمام مخلوقات اللہ کی تسبیح و تہلیل بیان کرتی ہیں اور پھر یہ آیت کریمہ تلاوت کرنے لگے:

﴿وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ﴾

یعنی "تمام مخلوقات اللہ کی تسبیح کرتے ہیں لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے"۔ (سورۂ اسراء، آیت ۴۴)۔ (بحار الانوار، ۹۳/۲۷-۲۹، حدیث ۸)

## تجھے یہ باتیں کس نے سکھائی ہیں؟

روی أنّ عمر بن الخطّاب کان یخطب الناس علی منبر رسول الله ﷺ، فذکر فی خطبته أنّه أولی بالمؤمنین من أنفسهم.

فقال له الحسین علیه السلام – من ناحیة المسجد: انزل أیّها الکذّاب عن منبر أبی رسول الله ﷺ لا منبر أبیك!

فقال له عمر: فمنبر أبیك لعمری یاحسین! لا منبر أبی من علّمك هذا أبوك علیّ بن أبی طالب؟

فقال له الحسين عليه السلام :

إن اطع أبي فيما أمرني فلعمري أنه لها وأنا مهتد به ، وله في رقاب الناس البيعة على عهد رسول الله، نزل بها جبرئيل من عند الله تعالى لا ينكرها إلا جاحد بالكتاب، قد عرفها الناس بقلوبهم وأنكروها بألسنتهم وويل للمنكرين حقّنا أهل البيت ، ماذا يلقاهم به محمّد رسول الله صلى الله عليه وآله من ادامة الغضب وشدّة العذاب!!

فقال عمر: ياحسين! من أنكر حقّ أبيك فعليه لعنة الله ، أمرنا الناس فتأمرنا ولو أمروا أباك لأطعنا.

فقال له الحسين:

يابن الخطّاب! فأيّ الناس أمرك على نفسه قبل أن تؤمر أبابكر على نفسك ليؤمرك على الناس ، بلاحجّة من نبي ولا رضا من آل محمّد ، فرضاكم كان لمحمّد صلى الله عليه وآله رضا؟ أو رضا أهله كان له سخطاً؟!

أما والله ، لو أن للسان مقالاً يطول تصديقه ، وفعلًا يعينه المؤمنون ، لما تخطأت رقاب آل محمد ، ترقى منبرهم ، وصرت الحاكم عليهم بكتاب نزل فيهم ، لا تعرف معجمه ، ولا تدري تأويله ، إلّا سماع الأذان ، المخطئ والمصيب عندك سواء ، فجزاك الله جزاك ، وسألك عمّا أحدثت سؤالًا حفياً.

قال : فنزل عمر مغضباً ، فمشى معه اناس من أصحابه حتّى أتى باب أمير المؤمنين عليه السلام فاستأذن عليه فاذن له ، فدخل فقال : يا أبا الحسن! ما لقيت اليوم من ابنك الحسين ، يجهرنا بصوت في مسجد رسول الله ويحرض على الطغام وأهل المدينة.

فقاله له الحسن عليه السلام : على مثل الحسين بن النبي صلى الله عليه وآله وسلم يشخب بمن لا حكم له ، أو يقول بالطغام على أهل دينه؟ أما والله ، ما نلت إلّا بالطغام ، فلعن الله من حرض الطغام.

فقال له أمير المؤمنين عليه السلام : مهلًا يا أبا محمّد! فانّك لن تكون قريب الغضب ولا لئيم الحسب ، ولافيك عروق من السودان ، اسمع كلامي ولا تعجل بالكلام.

فقال له عمر: يا أبا الحسن! إنّهما ليهمان في أنفسهما بما لا يرى بغير الخلافة.

فقال أمير المؤمنين عليه السلام : هما أقرب نسبا برسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من ان يهما ، أما فارضهما يابن الخطّاب بحقّهما يرض عنك من بعدهما.

قال: وما رضاهما يا أبا الحسن؟

قال: رضاهما الرجعة عن الخطيئة ، والتقية عن المعصية بالتوبة.

فقال له عمر: أدّب يا أبا الحسن ابنك أن لا يتعاطى

السلاطين الّذين هم الحكماء في الأرض.

فقال له أمير المؤمنين ﷺ : أنا اؤدّب أهل المعاصي على معاصيهم ، ومن أخاف عليه الزلّة والهلكة ، فامّا من والده رسول الله ﷺ لا يحلّ أدبه ، فانّه لا ينتقل إلى أدب خير له منه ، أما فارضهما يابن الخطّاب!

قال: فخرج عمر فاستقبله عثمان بن عفان ، وعبدالرحمٰن بن عوف.

فقال له عبدالرحمٰن : يا أبا حفص! ما صنعت فقد طالت بكما الحجّة؟

فقال له عمر: وهل حجّة مع ابن أبي طالب وشبليه؟!

فقال له عثمان : يابن الخطّاب! هم بنوعبد مناف، الأسمنون والناس عجاف.

فقال له عمر: ما اعدّ ما صرت إليه فخراً فخرت به بحمقك؟

فقبض عثمان على مجامع ثيابه ثمّ نبذ به ورده.

ثمّ قال له : يابن الخطّاب ، كأنّك تنكر ما أقول؟

فدخل بينهما عبدالرحمٰن وفرق بينهما ، وافترق القوم.

روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب منبر رسولؐ پر بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے اور دوران خطبہ اس نے کہا کہ میں مومنوں سے ان کی جان سے زیادہ افضل ہوں۔ یہ بات سن کر امام حسین علیہ السلام جو کہ مسجد کے اندر ایک کونے میں بیٹھے ہوئے

تھے (کھڑے ہوکر) فرمانے لگے:

اے شخص! منبر سے نیچے اتر آؤ، کیونکہ رسولؐ خدا میرے جد ہیں تمہارے جد نہیں۔

حضرت عمر کہنے لگے: مجھے اپنی جان کی قسم! یہ آپؑ کے والد کا منبر ہے، میرے والد کا نہیں۔ آپ کو یہ باتیں کس نے سکھائی ہیں۔ آپؑ کے بابا علی ابن ابی طالبؑ نے؟

امام حسینؑ فرمانے لگے: اگر اس کام میں اپنے بابا کی اطاعت کی ہے تو وہ ہدایت کرنے والے اور میں ان کا پیروکار ہوں اور وہ رسولؐ خدا کے عہد و پیمان کے مطابق لوگوں کی گردن پر حق بیعت رکھتے ہیں۔ ایسی بیعت کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے جبرائیلؑ نازل ہوئے، جس کا انکار صرف منکر قرآن ہی کر سکتے ہیں۔ تمام لوگوں نے اپنے دل سے اسے قبول کیا اور زبان سے اس کا انکار کر دیا۔

ہم اہل بیتؑ کے حق کے منکروں پر افسوس ہے کیا محمد رسولؐ اللہ، ان (منکر) کے ساتھ غیض و غضب کے علاوہ کسی اور طرح سے ملاقات فرمائیں گے!!

حضرت عمر کہنے لگے: اے حسینؑ! جو بھی آپؑ کے بابا کے حق کا منکر ہو، خدا اس پر لعنت کرے، مجھے لوگوں نے حکومتوں کے لیے منتخب کیا اور میں نے اسے قبول کر لیا۔ اگر آپؑ کے بابا کو منتخب کیا جاتا تو ہم بھی ان کی اطاعت کرتے!!

اے خطاب کے بیٹے! وہ کون سے لوگ تھے جنہوں نے حضرت ابوبکر کو رسولؐ اللہ کی طرف سے، آل محمدؐ کی رضایت کے بغیر خلافت کے لیے منتخب کیا؟ کیا تمہاری رضایت وہی محمدؐ کی رضایت ہے، یا ان کے آل کی رضایت، ان کی ناراضگی اور غصہ کا باعث ہے۔

اگر زبان کے پاس کہنے کو کچھ ہوتا اور مومنوں کی جانب سے تصدیق شدہ کوئی کردار ہوتا تو ہرگز آپ آل محمدؐ کی گردن پر سوار ہونے کی غلطی نہ کرتے کہ انہی کے منبر کو زینہ بناتے ہوئے جو قرآن ان کے گھر میں نازل ہوا ہے، اسے بہانہ بنا کر ان پر حکومت

کرتے، وہ کتاب کہ جس کی مشکل آیات سمجھ میں آتی ہیں اور نہ تاویل سے باخبر ہو، سوائے سننے کے، اور تم اچھے برے میں تمیز بھی نہیں رکھتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تجھے تیرے اعمال کا بدلہ دے وہ جو بدعتیں تم نے ایجاد کی ہیں اس کا تم سے حساب وکتاب لے۔

راوی کہتا ہے: یہ باتیں سن کر حضرت عمر بہت غضبناک ہو کر منبر سے نیچے اترے اور کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت علیؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔ داخل ہونے کی اجازت طلب کی اور گھر میں داخل ہو کر کہنے لگے:

اے ابوالحسنؑ! آج آپؑ نے اپنے بیٹے کو کیا سکھایا ہے، رسولؐ خدا کی مسجد میں اس نے میری آواز پر اپنی آواز بلند کی اور لوگوں کو میرے خلاف اُبھارا!

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فرمانے لگے: کیا پیغمبرؐ خدا کے فرزند حسین علیہ السلام نے آپ کو نامناسب بات کہی ہے یا مدینہ کے نااہل لوگوں کو آپ کے خلاف اُبھارا ہے؟ خدا کی قسم! ان نااہل لوگوں کی حمایت کی وجہ سے تم اس مقام تک پہنچے ہو۔ لہٰذا خدا کی اُس پر لعنت ہو جو ایسے لوگوں کو تمہارے خلاف اُبھارے۔

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنے فرزند سے فرمایا: اے ابا محمدؑ! خاموش ہو جاؤ، نہ تم جلد غضبناک ہونے والے ہو، نہ کم حسب نسب والے ہو اور نہ ہی تمہارے جسم میں نااہل لوگوں کی رگ موجود ہے۔ اب میری باتیں سنو اور جلدی نہ کرو۔

عمر کہنے لگے: اے ابوالحسنؑ! آپؑ کے ان دو فرزندوں کے دماغ میں صرف اختلاف کی ہوا بھری ہوئی ہے۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ دونوں بزرگوار رسولؐ خدا کے ساتھ سب سے زیادہ نسبت رکھتے ہیں، لہٰذا خلافت کے دعویدار بن سکتے ہیں۔ اے خطاب کے بیٹے! ان دونوں کے حق کی قسم! ان دونوں کی رضایت حاصل کرلو، تاکہ دوسرے جو ان دونوں کے بعد آئیں گے تم سے راضی ہوں!

حضرت عمر کہنے لگے: رضایت حاصل کرنے سے آپؑ کا مقصد کیا ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: ان دونوں کی خوشنودی غلطی کو چھوڑ دینے میں اور توبہ کے ذریعے گناہوں سے دُوری میں ہے۔

حضرت عمر کہنے لگے: اے ابوالحسنؑ! اپنے فرزندوں کی تربیت اس طرح کرو کہ بادشاہوں کے ساتھ نہ اُلجھیں، وہی بادشاہ جو زمین کے حاکم ہیں۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے گناہ گاروں کی تربیت کرنی چاہیے جن سے غلطی اور خطا کا خطرہ ہے لیکن جن کا باپ اور تربیت دینے والا خود رسولؐ خدا ہو، تربیت میں ان کی طرح کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

اے خطاب کے بیٹے! ان دونوں کی رضایت حاصل کرلو!

راوی کا بیان ہے: حضرت عمر، امیرالمومنین علی علیہ السلام کے گھر سے باہر نکلے تو راستے میں ان کی ملاقات عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف سے ہوئی۔

عبدالرحمٰن کہنے لگا: اے ابوحفص! کیا ہوا آپ کی بحث بہت زیادہ طولانی ہوگئی؟

حضرت عمر نے کہا: کیا ابوطالبؑ کے بیٹے اور ان کے دو فرزندوں کے ساتھ احتجاج کرنا ممکن ہے؟

حضرت عثمان نے کہا: اے عمر! یہ عبدمناف کی اولاد ہیں اور ہر چیز میں افضل ہیں اور دوسرے (لوگ ان کے سامنے) عاجز اور ناتواں ہیں۔

حضرت عمر نے کہا: میں اس حماقت اور بے وقوفی کو قبول نہیں کرتا جس پر تم فخر کر رہے ہو۔ عثمان نے مضبوطی سے عمر کا گریبان پکڑا اور انہیں اپنی جانب کھینچ کر چھوڑ دیا اور پھر کہا: اے خطاب کے بیٹے! لگتا ہے کہ تمہیں ہماری بات قبول نہیں ہے۔

اس صورت حال کو دیکھ کر عبدالرحمٰن بن عوف ان دونوں کے درمیان میں آئے اور انہیں ایک دوسرے سے جدا کیا اور دوسرے لوگ بھی پراگندہ ہو گئے۔ (الاحتجاج ۲،/

۱۳-۱۵)

## فاطمہ زہراؑ نہ ہوتیں تو تم کس چیز پہ فخر کرتے؟

عن محمد بن السائب أنه قال : قال مروان بن الحکم یوماً للحسین بن علی ؑ : لولا فخرکم بفاطمة بما کنتم تفتخرون علینا؟

فوثب الحسین ؑ وکان ؑ شدید القبضة ، فقبض علی حلقه فعصره ولوی عمامته علی عنقه ، حتی غشی علیه ثم ترکه ، وأقبل الحسین ؑ علی جماعة من قریش فقال:

أنشدکم باللّٰه صدقتمونی إن صدقت ، أتعلمون أن فی الأرض حبیبین کانا أحب إلی رسول اللّٰه ﷺ منی ومن أخی؟ أو علی ظهر الأرض ابن بنت نبی غیری وغیر أخی؟

قالوا : لا.

قال: و إنی لا أعلم أن فی الأرض ملعون بن ملعون غیر هذا وأبیه طرید رسول اللّٰه ﷺ.

. واللّٰه ما بین جابرس وجابلق أحدهما بباب المشرق والآخر بباب المغرب رجلان ممن ینتحل الاسلام أعدی للّٰه ولرسوله ولأهل بیته منك ومن أبیك إذ کان وعلامة قولی فیك إنك إذا غضبت سقط رداؤك عن منکبك.

قال : فو الله ما قام مروان من مجلسه حتّی غضب فانتقض ، وسقط رداؤه عن عاتقه.

ایک دن مروان بن حکم نے امام حسین علیہ السلام سے کہا: اگر فاطمہ زہراؑ نہ ہوتیں تو تم لوگ ہم پر کس چیز سے فخر کرتے؟

امام حسینؑ اٹھے اور مروان کے گلے کو پکڑ کر اسے بہت زور سے دبایا۔ آپؑ نے مروان کا عمامہ اس کی گردن میں ڈال دیا اور مروان بے ہوش ہوگیا۔

پھر امام حسینؑ نے قریش کی جانب رُخ کیا اور فرمانے لگے: تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں! اگر میری باتیں درست ہیں تو میری تصدیق کرنا۔

کیا پوری زمین پر آپ کی نگاہ میں دو ایسے محبوب ہیں جن سے رسولؐ خدا، میرے اور میرے بھائی سے زیادہ محبت کرتے ہوں؟ اور کیا تم لوگوں کی نگاہ میں پوری زمین پر میرے اور میرے بھائی کے علاوہ کوئی اور نواسۂ رسولؐ ہے؟

سب نے کہا: نہیں، اس کے بعد فرمانے لگے: میری نگاہ میں بھی پوری زمین پر مروان اور اس کے باپ کے علاوہ کوئی اور ملعون نہیں جسے خود رسولؐ خدا نے شہر بدر کیا تھا۔

خدا کی قسم! مقام جابرس سے لے کر مقام جابلق تک، جن میں سے ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں واقع ہے (اس پورے علاقہ میں) تمہارے (مروان) اور تمہارے باپ کے سوا کوئی ایسا مرد نہیں ہے جو اسلام سے منسوب ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ، رسولؐ خدا اور ان کی اہلِ بیتؑ کے ساتھ تم سے زیادہ بغض رکھتا ہو۔ میری اس بات کی علامت یہ ہے کہ جب تم غصہ کرو گے تمہارے دوش سے عبا گر جائے گی۔

راوی کہتا ہے: مروان بہت زیادہ غضب ناک ہوگیا۔ ابھی اپنی جگہ سے نہیں اٹھا تھا کہ اس کے دوش سے اس کی عبا گر گئی۔ (الاحتجاج، ۱۵۳۔ مناقب آل ابی طالبؑ، ۵۱/۴، بحار الانوار، ۲۰۶/۴۴۔ حدیث ۲)

## اے ابا عبداللہ! آپؑ زمانہ قدیم سے لوگوں کے رہبر ورہنما تھے اور ہیں!

محمّد بن جعفر ، عن خاله ابن أبی الخطّاب ،
وحدّثنی أبی وجماعة عن سعد ومحمّد العطّار معاً
عن ابن أبی الخطّاب ، عن نصر بن مزاحم ، عن عمرو
بن سعید ، عن علیّ بن حمّاد ، عن عمرو بن شمر ،
عن جابر ، عن أبی عبدالله علیه السلام قال:
قال علی للحسین علیه السلام : یا أبا عبدالله ! أُسوة أنت قدماً؟
فقال : جعلت فداك ما حالی؟
قال: علمت ما جهلوا وسینتفع عالم بما علم.
یابنی! اسمع وأبصر من قبل أن یأتیك فو الّذی
نفسی بیده ، لیسفکن بنو أُمیّة دمك ثمّ لا یزیدونك
عن دینك ولا ینسونك. ذکر ربّك.
فقال الحسین علیه السلام : والّذی نفسی بیده حسبی ،
وأقررت بما أنزل الله واصدق نبی الله ولا اکذب
قول أبی.

جابر کہتا ہے: حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک دن امیر المومنین علی علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا:

تم پہلے زمانے سے جوانوں کے رہبر وراہنما تھے اور ہیں۔

امام حسینؑ نے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں، میری حالت کیسی ہوگی؟

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: تم وہ چیزیں جانتے ہو جو دوسرے نہیں جانتے۔ عنقریب عالم شخص اپنے علم سے مستفید ہوگا۔

اے میرے عزیز فرزند! اس دن کے پہنچنے سے قبل تم اپنی آنکھیں اور کان کھول کر رکھو! اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! بنواُمیہ آپؑ کا خون بہائیں گے لیکن تمہیں تمہارے دین سے دُور نہیں کر سکتے اور نہ ہی خدا کی یاد تم سے دُور کر سکتے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اس خدا کی قسم! میری جان جس کے ہاتھ میں ہے! یہ مقام و مرتبہ میرے لیے کافی ہوگا۔ میں اس چیز کا اقرار کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے، میں رسولؐ خدا کی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنے بابا کے کسی بھی قول کی تکذیب نہیں کرتا۔ (بحارالانوار، ۴۴/۲۶۳، حدیث ۱۷)

## یزید کے ساتھ صلح کرلیں!

قال: وجاءه عبد الله بن العبّاس وعبدالله بن الزبير فأشارا عليه بالامساك.

فقال لهما: إنّ رسولَ الله ﷺ قد أمرني بأمر وأنا ماض فيه.

قال: فخرج ابن العبّاس وهو يقول: واحسيناه، ثمّ جاء عبدالله بن عمر فأشار عليه بصلح أهل الضلال وحذّره من القتل والقتال.

فقال: يا أبا عبدالرحمٰن! أما علمت أنّ من هوان الدنيا على الله تعالى أنّ رأس يحيى بن زكريّا أهدي إلى بغي من بغايا بني اسرائيل.

أما تعلم أنّ إسرائيل كانوا يقتلون ما بين طلوع الفجر إلى طلوع الشمس سبعين نبيًّا ثمّ يجلسون في

أسواقهم يبيعون ويشترون كأن لم يصنعوا شيئًا فلم يعجل الله عليهم بل أخذهم بعد ذلك أخذ عزيز ذی انتقام اتق الله يا أبا عبد الرحمٰن! ولا تدع نصرتي.

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اپنی معتبر کتاب بحارالانوار میں لکھتے ہیں: جس وقت امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے جانے کا ارادہ کیا تو عبداللہ ابن عباسؓ اور عبداللہ ابن زبیر آپ کے پاس آ کر اشارتاً آپ کو مکہ میں رہنے کا کہنے لگے۔

آپؑ نے فرمایا: رسولؐ خدا نے مجھے ایک امر پر مامور فرمایا ہے اور میں اسی امر کے پیچھے جا رہا ہوں۔

راوی کہتا ہے: ابن عباس واحسیناہ! واحسیناہ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کے بعد عبداللہ ابن عمر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اشارے سے کہنے لگا: آپ ان گمراہ لوگوں کے ساتھ صلح کر لیں۔ اس نے آپ کو جنگ وجدال اور قتل ہونے سے روکا۔

حضرت امام حسینؑ فرمانے لگے: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا کی پستی اور بے ارزش ہونے کے لیے بس اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا کے سرِ مبارک کو ایک زناکار اور بدکردار عورت کے لیے بطور ہدیہ بھیجا گیا۔

کیا آپ جانتے ہیں: بنی اسرائیل طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک ستر انبیائے کرام کو قتل کرتے اور پھر بازار میں آ کر بیٹھ جاتے تھے اور خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ گویا انہوں نے کوئی غلط کام اور عمل انجام دیا ہی نہیں؟!

اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا میں جلد بازی سے کام نہ لیا بلکہ ان کا مواخذہ کیا، قاہرانہ انداز سے مواخذہ اور صاحبِ انتقام کی طرح۔ اے عبدالرحمٰن خدا سے ڈرو اور میری مدد سے پیچھے نہ رہو۔ (بحارالانوار، ۴۴/۳۶۴ اور ۳۶۵)

## آپ ایسے لوگوں کے پاس جارہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد گرامی کو شہید کیا!

کتاب "الابانة" قال بشر بن عاصم:

سمعت ابن الزبير يقول : قلت للحسين بن علي عليه السلام

إنك تذهب إلى قوم قتلوا أباك وخذلوا أخاك.

فقال: لأن اقتل بمكان كذا وكذا أحبّ إلى من أن

يستحل بي مكّة ، عرّض به.

کتاب الابانہ میں ہے کہ بشر ابن عاصم کہتا ہے: میں نے ابن زبیر سے یہ کہتے سنا، وہ کہہ رہا تھا، میں نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ ایسے لوگوں کے پاس جارہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد گرامی کو شہید اور آپؑ کے برادر بزرگوار کو تنہا چھوڑ دیا۔

آپؑ نے فرمایا: مکہ کی حرمت کا باقی رہنا، فلاں مقام پر مجھے اپنے شہید ہونے سے زیادہ پسند ہے (یعنی میں شہید ہو جاؤں مگر حرمتِ مکہ پامال نہ ہو)۔ (بحارالانوار، ۴۴/۱۸۵، حدیث ۱۲)

## اے ابا عبداللہ! کیوں رو رہے ہو؟

القامي ، عن محمّد الحميري ، عن أبيه ، عن أحمد

بن محمّد بن يحيى ، عن محمّد بن سنان ، عن

المفضّل بن عمر ، عن الصادق جعفر بن محمّد ، عن

أبيه عن جدّه : أن الحسين بن علي عليه السلام دخل يوماً

إلى الحسن عليه السلام فلمّا نظر إليه بكي.

فقال له: ما يبكيك يا أبا عبدالله؟

قال: أبكي لم يصنع بك.

فقال له الحسن عليه السلام:

إنّ الّذي يؤتى إلى سمّ يدسّ إلى فاقتل به ، ولكن لا يوم كيومك يا أبا عبدالله! يزدلف إليك ثلاثون ألف رجل يدعون أنّهم من أمّة جدّنا محمّد صلى الله عليه وآله وسلم وينتحلون دين الاسلام ، فيجتمعون على قتلك وسفك دمك ، وانتهاك حرمتك ، وسبي ذراريك ونسائك ، وانتهاب ثقلك.

فعندها تحل ببني أُميّة اللعنة ، تمطر السماء رماداً ودماً ، ويبكي عليك كلّ شيئ حتّى الوحوش في الفلوات ، والحيتان في البحار.

مفضل بن عمر کہتا ہے حضرت امام صادق علیہ السلام اپنے والد گرامی اور جد بزرگوار سے نقل کرتے ہیں: ایک دن امام حسینؑ، امام حسنؑ کے پاس گئے اور امام حسنؑ کو دیکھ کر رونے لگے۔

امام حسنؑ نے فرمایا: اے ابا عبداللہ! آپ کیوں رو رہے ہو؟

امام حسینؑ نے فرمایا: اس ظلم وستم کی وجہ سے جو آپ پر کیے جائیں گے۔

امام حسنؑ نے فرمایا: مجھے کھانے میں فریب سے زہر دے کر قتل کیا جائے گا لیکن اے ابا عبداللہ! کوئی بھی دن آپؑ کے دن (عاشورا) کی طرح نہیں ہو سکتا کیونکہ تین ہزار ایسے آدمی آپ کے اطراف میں جمع ہوں گے جو خود کو ہمارے جد امجد کی اُمت سے وابستہ اور مسلمان سمجھیں گے۔ وہ لوگ آپ کو قتل کرنے، آپؑ کا خون بہانے، آپؑ کی حرمت پامال کرنے، آپؑ کے فرزندوں اور خواتین کو اسیر بنانے اور آپؑ کا مال

لوٹنے کے لیے جمع ہوں گے۔

ایسی صورت حال میں بنوامیہ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی، آسمان سے خاکستر اور خون برسے گا، آپ کی مظلومیت پر ہر چیز حتیٰ کہ صحرا کے وحشی درندے اور دریا کی مچھلیاں بھی گریہ کریں گے۔ (امالی الصدوق، مجلس ۲۴، حدیث ۳، بحارالانوار، ۴۵/۲۱۸، حدیث ۴۴)

...... ✲ ......

## فصل دوم

# امام حسینؓ کے فضائل و مناقب کے بارے میں سوالات

### کیا یہ روایت صحیح ہے؟

قال أحمد بن يحيى الأودي : فرأيت الحسين بن علي عليه السلام في المنام فقلت: حدثني مخول بن إبراهيم، عن الربيع بن المنذر، عن أبيه، عنك أنك قلت: ما من عبد قطرت عيناه فينا قطرة أو دمعت عيناه فينا دمعة إلا بوأه الله بها في الجنة حقباً؟

قال: نعم.

قلت: سقط الأسناد بيني وبينك.

احمد بن یحییٰ اودی کہتا ہے: میں نے ایک دن عالم خواب میں امام حسین علیہ السلام کو دیکھا اور آپؑ کی خدمت میں عرض کرنے لگا: کیا مخول ابن ابراہیم کی یہ بات جو انھوں نے اپنے باپ سے نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

ما من عبد قطرت عيناه فينا قطرة أو دمعت عيناه فينا دمعةً الا بوّأه اللهُ بها في الجنة

یعنی ''ہر وہ انسان جس کی آنکھ سے میرے لیے ایک آنسو کا قطرہ گرے یا اس کی آنکھ میں آنسو بھر آئے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں جگہ مقدر فرمائے گا''۔

کیا یہ بات آپؑ نے فرمائی ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

احمد بن یحییٰ نے کہا: چونکہ یہ بات میں نے آپؑ سے سنی ہے لہٰذا راوی کے خلاف احتجاج نہیں کروں گا۔ (کتاب المجالس، ۲۷۔ بحارالانوار، ۲۷۹/۴۴، حدیث ۸)

## یا ابا عبداللہ! آپؑ کے چہرے کے بالوں کا رنگ ایسا ہے یا خضاب لگایا ہے؟

عمرو بن قیس المشرقی قال: دخلت علی الحسین صلوات اللہ علیہ أنا وابن عم لی وھو فی قصر بنی مقاتل فسلّمنا علیہ فقال لہ ابن عمّی: یا أبا عبداللہ! ھذا الّذی أری خضاب أو شعرك؟

فقال: خضاب ، والشیب إلینا بنی ھاشم یعجل.

ثم أقبل علینا فقال: جئتما لنصرتی؟

فقلت : إنّی رجل کبیر السن ، کثیر الدین ، کثیر العیال وفی یدی بضایع للناس ولا أدری ما یکون ، وأکرہ أن اضیع أمانتی.

وقال لہ ابن عمّی مثل ذٰلك.

قال لنا : فانطلقا فلا تسمعا لی واعیۃ ولا تریالی سواداً ، فانّہ من سمع واعیتنا أو رأی سوادنا فلم یجبنا ولم یغثنا کان حقًّا علی اللہ عزّوجلّ أن یکبہ علی منخریہ فی النار.

عمرو بن قیس مشرقی کہتا ہے: میں نے اپنے چچازاد کے ہمراہ امام حسینؑ، جس راستے سے آپؑ گزرے تھے اس راہ پر چلتا ہوا قصر بن مقاتل میں ملاقات کی، آپؑ کی

خدمت میں سلام پیش کیا اور میرے چچازاد آپؑ سے عرض کرنے لگے:

یا ابا عبداللہ! آپؑ کے چہرے کے بالوں کا رنگ ایسا ہے یا آپؑ نے خضاب لگایا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: خضاب ہے۔ خاندانِ بنی ہاشم بہت جلد بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد ہماری جانب مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تم لوگ ہماری مدد کے لیے آئے ہو؟

میں نے عرض کیا: میں بوڑھا، مقروض اور عیال دار ہوں، میرے پاس کچھ لوگوں کا مال ہے، معلوم نہیں اس کا کیا ہوگا۔ مجھے پسند نہیں کہ لوگوں کی امانت ان تک نہ پہنچے۔ میرے بعد، میرے چچازاد نے بھی اس طرح کی باتیں کیں۔

ہماری باتیں سن کر امام حسینؑ فرمانے لگے: یہاں سے دُور کہیں چلے جاؤ تاکہ میری مصیبت کی آواز تم لوگوں تک نہ پہنچے اور تم میرے قافلے کو نہ دیکھ سکو، کیونکہ جو بھی میری مصیبت میں مبتلا ہونے کی آواز سنے یا دُور سے میرے قافلے کی سیاہی کو دیکھے اور ہماری مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ ایسے شخص کو منہ کے بل داخل جہنم کرے۔

(ثواب الاعمال، ۲۵۰ و ۲۵۱۔ بحارالانوار، ۲۷/۲۰۳، حدیث ۶)

## اے فرزندِ رسولؐ! کامل دیت کا ضامن بنا ہوں؟

فی أسانید أخطب خوارزم أورده فی کتاب له فی مقتل آل الرسول: أنّ أعرابیًّا جاء إلى الحسین بن علی علیهما السلام فقال: یابن رسول الله! قد ضمنت دیة کاملة وعجزت عن أدائه.

فقلت فی نفسی: أسأل أکرم الناس، وما رأیت أکرم من أهل بیت رسول الله صلى الله عليه وآله.

فقال الحسين ﷺ: يا أخا العرب! أسألك عن ثلاث مسائل ، فان أجبت عن واحدة أعطيتك ثلث المال ، و إن أجبت عن اثنتين أعطيتك ثلثي المال ، و إن أجبت عن الكلّ أعطيتك الكلّ.

فقال الأعرابي : يابن رسول الله ! أمثلك يسأل عن مثلي وأنت من أهل العلم والشرف؟

فقال الحسين ﷺ : بلى سمعت جدّي رسول الله ﷺ ( يقول: ) المعروف بقدر المعرفة.

فقال الأعرابي : سل عمّا بدالك ، فان أجبت و إلّا تعلّمت منك ، ولا قوّة إلّا بالله.

فقال الحسين ﷺ : أيّ الأعمال أفضل؟

فقال الأعرابي: الايمان بالله.

فقال الحسين ﷺ: فما النجاة من المهلكة؟

فقال الأعرابي: الثقة بالله.

فقال الحسين ﷺ: فما يزيّن الرجل؟

فقال الأعرابي : علم معه حلم.

فقال : فان أخطأه ذلك؟

فقال : مال معه مروءة.

فقال : فان أخطأه ذلك؟

فقال: فقر معه صبر.

فقال الحسين ﷺ: فان أخطأه ذلك؟

فقال الأعرابي: فصاعقة تنزل من السماء وتحرقه فانّه أهل لذلك.

فضحك الحسين عليه السلام ورمى بصرة إليه فيه ألف دينار، وأعطاه خاتمه وفيه فص قيمته مائتا درهم وقال: يا أعرابي! أعط الذهب إلى غرمائك واصرف الخاتم في نفقتك.

فأخذ الأعرابي وقال: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَه﴾ (الانعام:۱۲۴)

کتاب "مقتل آلِ رسولؐ" میں اخطب خوارزم لکھتے ہیں:

ایک صحرانشین عرب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: اے فرزندِ رسولؐ! میں ایک کامل دیت کا ضامن بنا ہوں لیکن اسے ادا نہیں کر سکتا۔ یہ سوچا کہ کسی بزرگوار ہستی سے درخواست کروں گا، خاندانِ رسولؐ کے علاوہ کوئی اور بزرگوار ہستی مجھے نظر نہیں آئی۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اے میرے عرب بھائی! میں تین چیزوں کے بارے میں آپ سے سوال کروں گا۔ اگر تم نے ایک سوال کا درست جواب دیا تو دیت کا ایک حصہ میں ادا کروں گا۔ اگر تم نے دو سوالوں کے درست جوابات دیئے تو دو حصے میں ادا کروں گا اور اگر تم نے تینوں سوالوں کے درست جواب دیئے تو تمہارا پورا دیت میں ادا کروں گا۔

عربی شخص کہنے لگا: آپؑ مجھ جیسے عام آدمی سے سوال پوچھیں گے حالانکہ خاندانِ علم وشرف سے آپؑ کا تعلق ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: جی ہاں، میں نے اپنے جد بزرگوار رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: المعروف بقدر المعرفة، یعنی "ہر شخص سے اس کے علم ومعرفت

کے مطابق نیکی اور عطا کرنی چاہیے"۔

عربی شخص کہنے لگا: آپؓ سوال پوچھیں اگر جواب دے سکا تو دوں گا ورنہ آپؓ سے پوچھ لوں گا۔ اللہ کے علاوہ کوئی بھی طاقت نہیں۔

امام حسینؓ نے فرمایا: سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟

عربی شخص نے کہا: خدا پر ایمان رکھنا۔

امام حسینؓ نے پوچھا: ہلاکت سے بچنے کا راستہ کیا ہے؟

عربی نے کہا: خدا پر یقین و اعتماد رکھنا۔

امام حسینؓ نے پوچھا: مرد کے لیے کون سی چیز زینت ہے؟

عربی نے جواب دیا: ایسا علم جو حلم و بُردباری کے ہمراہ ہو۔

امام حسینؓ نے پوچھا: اگر کسی مرد میں یہ صفت نہ ہو تو؟

عربی نے جواب دیا: ایسا مال جو جوان مردی کے ساتھ ہو۔

امام حسینؓ نے پوچھا: اگر یہ بھی نہ ہو تو؟

عربی نے جواب دیا: ایسی فقیری اور تنگدستی ہونی چاہیے جو صبر کے ساتھ ہو۔

امام حسینؓ نے فرمایا: اگر یہ بھی نہ ہو تو؟

عربی نے کہا: ایسے شخص کے لیے آسمان سے بجلی گر کر اسے جلا دے کیونکہ وہ اسی کا حقدار ہے۔

یہ سن کر امام حسینؓ مسکرانے لگے اور پیسوں کا ایک تھیلا جس میں سونے کے ایک ہزار دینار تھے اور اپنی انگوٹھی، جس کا نگینہ دو سو درہم کا تھا، اس شخص کے حوالے کر دیا اور پھر فرمایا: اے عرب! اس سونے کے ایک ہزار دینار سے اپنی دیت ادا کرو اور انگوٹھی کی رقم اپنی زندگی کے خرچ و اخراجات کے لیے رکھ لو۔

عرب یہ تمام عطاءِ حسینؓ لے کر یہ آیہ کریمہ پڑھنے لگا:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (سورۂ انعام، آیہ ۱۲۴)
"یعنی خدا جہاں (جس دل میں) اپنی پیغمبری قرار دیتا ہے، اس کی (صلاحیت وقابلیت) کو خوب جانتا ہے"۔

## آپ کتنا خوفِ خدا رکھتے ہیں؟

"المناقب" لابن شهر آشوب : ومن زهده عليه السلام أنه قيل له ما أعظم خوفك من ربّك؟
قال : لا يأمن يوم القيامة إلّا من خاف الله في الدنيا.

کتاب المناقب میں ہے کہ امام حسینؑ سے کہا گیا: آپ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جو دنیا میں اللہ سے ڈرتا ہو، وہی بروز قیامت امن وامان میں رہے گا۔ (بحار الانوار، ۴۴/۱۹۲، حدیث ۵)

## آپ ایک گُل کے بدلے کنیز آزاد کر رہے ہیں؟

"كشف الغمة" قال أنس : كنت عند الحسين عليه السلام ،
فدخلت عليه جارية فحيّته بطاقة ريحان.
فقال لها : أنت حرّة لوجه الله.
فقلت : تجيئك بطاقة ريحان لا خطر لها فتعتقها؟
قال : كذا أدّبنا الله.
قال الله : "وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا" وكان أحسن منها عتقها.

کتاب "کشف الغمہ" میں لکھا ہے کہ انس ابن مالک کہتا ہے: ایک دن میں

امام حسین علیہ السلام کے پاس موجود تھا۔ اتنے میں آپؑ کی کنیزوں میں سے ایک نے آپ کو ایک گل پیش کیا۔ امام حسینؑ نے اس کنیز سے فرمایا: جا، میں نے تمہیں اللہ کی راہ میں آزاد کردیا۔

میں نے آپ کے حضور میں عرض کیا: آپؑ نے ایک گل کے بدلے میں کنیز آزاد کردی؟

امام حسینؑ نے فرمایا: اس طرح کرنا ہمیں اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہے:

وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا

یعنی "جب تمہیں کسی طرح کوئی شخص سلام کرے تو تم بھی اس کے جواب میں اس سے بہتر طریقے سے سلام کرو یا وہی لفظ جواب میں کہو"۔ (سورۂ نساء، آیہ ۸۶)

(امامؑ نے فرمایا) اس کنیز کے لیے اس گل سے زیادہ بہتر آزادی ہے۔

(بحارالانوار، ۴۴/۱۹۵، حدیث ۸)

## شاعروں کو تحفہ تحائف کیوں دیتے ہو؟

"كشف الغمّه" : وكتب إليه الحسن عليه السلام يلومه على إعطاء الشعراء.

فكتب إليه: أنت أعلم منّي بأنّ خير المال ما وقى العرض.

قال العلّامة المجلسي : لعل لومه عليه السلام ليظهر عذره للناس.

کتاب "کشف الغمہ" میں مذکور ہے کہ ایک دن امام حسن علیہ السلام نے امام

حسین علیہ السلام کو ایک خط لکھا اور پوچھا کہ آپ شاعروں کو تحفے کیوں دیتے ہیں؟

امام حسینؑ نے ان کے جواب میں لکھا: آپؑ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ انسان کے لیے سب سے زیادہ بہتر وہ مال ہے جو اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے خرچ ہو۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: شاید امام حسین علیہ السلام نے یہ سوال اس وجہ سے پوچھا تاکہ لوگوں کے لیے واضح اور آشکار ہو جائے کہ امام حسینؑ شاعروں کو تحفہ تحائف کیوں دیتے ہیں۔ (بحارالانوار،۴۴/۱۹۵، ضمن حدیث ۸)

## آپ کیوں نہیں کھا رہے؟

"كشف الغمّة" : ودعاه عبد الله بن الزبير وأصحابه

فأكلوا ولم يأكل الحسين عليه السلام :

فقيل له: ألا تأكل؟

قال: إنّي صائم ، ولكن تحفة الصائم.

قيل : وما هي؟

قال : الدهن والمجمر.

کتاب "کشف الغمہ" میں مذکور ہے کہ ایک دن عبداللہ ابن زبیر نے امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے صحابہ کو کھانے کی دعوت دی۔ آپؑ کے صحابہ نے تو کھانا کھایا لیکن آپؑ نے نہ کھایا۔ جب آپؑ سے کہا گیا کہ آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہے ہیں تو آپؑ نے فرمایا:

مجھے روزہ ہے، لہٰذا مجھے روزہ کا تحفہ چاہیے۔

انہوں نے کہا: روزہ کا تحفہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: روزہ کا تحفہ، روغن، مسری اور عود ہے۔ (بحارالانوار،۴۴/۱۹۵، حدیث ۹)

## دین صرف اُن کی زبان پر ہوتا ہے

"کشف الغمہ" وقال الفرزدق : لقینی الحسین علیہ السلام فی منصرفی من الکوفۃ ، فقال: ما وراءك یا أبافراس؟

قلت: أصدقك؟

قال: الصدق ارید.

قلت: أمّا القلوب فمعك ، وأمّا السیوف فمع بنی اُمیّۃ والنصر من عند اللّٰہ.

قال: ما أراك إلاّ صدقت ، الناس عبید المال والدین لغو علی ألسنتھم ، یحوطونہ ما درّت بہ معایشھم ، فاذا محصوا للابتلاء قلّ الدّیانون.

کتاب "کشف الغمہ" میں مذکور ہے فرزدق کہتا ہے: جب میں کوفہ سے واپس آرہا تھا تو امام حسینؑ سے میری ملاقات ہوگئی۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوفراس! کوفہ سے کیا خبر لائے ہو؟

میں نے کہا: سچ سچ بتاؤں؟

امامؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

میں نے کہا: لوگوں کے قلوب آپؑ کے ساتھ اور ان کی تلواریں بنواُمیہ کے ساتھ ہیں، اب دیکھیں خدا کس کی مدد کرتا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: آپؑ نے صحیح کہا کیونکہ لوگ مال و دولت کے غلام ہیں اور دین صرف ان کی زبان پر ہوتا ہے۔ دین کو تبھی چاہتے ہیں جب دین کے ذریعے ان کی دنیا امن و امان میں رہتی ہے اور جب یہ آزمائش کے لیے مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو دین دار بہت کم رہ جاتے ہیں۔ (بحار الانوار، ۴۴/۱۹۵، ضمن حدیث ۹)

## آپ کو کیا تکلیف ہے؟

علی، عن أبیه، ومحمد بن اسماعیل، عن الفضل، جمیعاً عن ابن أبی عمیر وصفوان، عن معاویة بن عمار، عن أبی عبدالله علیه السلام قال:

إن الحسین بن علی صلوات الله علیه خرج معتمراً فمرض فی الطریق، فبلغ علیًا علیه السلام ذلك وهو فی المدینة، فخرج فی طلبه فأدركه بالسقیا وهو مریض بها، فقال: یابنی ما تشتكی؟

فقال: أشتكی رأسی.

فدعا علی علیه السلام ببدنة فنحرها وحلق رأسه وردّه إلی المدینة فلما برأ من وجعه اعتمر.

معاویہ بن عمار کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک مرتبہ امام حسین علیہ السلام عمرہ ادا کرنے کے لیے روانہ ہوئے لیکن راستے میں بیمار پڑ گئے۔ جب یہ خبر حضرت علیؑ تک پہنچی جو کہ مدینہ میں تھے تو آپؑ مدینہ سے روانہ ہوئے اور مقام "سقیا" پر امام حسینؑ سے ملاقات کی۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے امام حسینؑ سے پوچھا: آپ کو کیا تکلیف ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: میرے سر میں درد ہے۔

امام علی علیہ السلام کے حکم سے ایک اُونٹ لایا گیا اور آپؑ نے اسے قربانی کے طور پر ذبح کیا اور امام حسینؑ کے سر مبارک کے بال تراشے اور آپؑ کو مدینہ کی جانب واپس بھیج دیا۔

جب امام حسین علیہ السلام صحت یاب ہوئے تو آپ نے عمرہ انجام دیا۔

(بحارالانوار، ۴۴/ ۲۰۳، حدیث ۲۲)

## کاش! آپؑ منبر پر جا کر خطاب کرتے!

"المناقب": عن موسیٰ بن عقبة أنه قال : لقد قيل لمعاوية : إنّ الناس قد رموا أبصارهم إلى الحسين ، فلو قد أمرته يصعد المنبر فيخطب فانّ فيه حصراً وفي لسانه كلالة.

فقال لهم معاوية : قد ظننا ذٰلك بالحسن فلم يزل حتّى عظم في أعين الناس وفضحنا ، فلم يزالوا به حتّى قال للحسين عليه السلام : يا أباعبد الله! لو صعدت المنبر، فخطبت.

فصعد الحسين عليه السلام المنبر ، فحمد الله واثنى عليه ثمّ صلّى على النبي صلى الله عليه وآله وسلم فسمع رجلا يقول: من هذا الّذي يخطب؟

فقال الحسين عليه السلام :

نحن حزب الله الغالبون ، وعترة رسول الله الأقربون ، وأهل بيته الطيبون وأحد الثقلين الّذين جعلنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ثاني كتاب الله تبارك وتعالى الّذي فيه تفصيل كلّ شيئ لا يأتيه الباطل من بين يديه ، ولا من خلفه.

والمعول علينا في تفسيره ولا يبطئنا تأويله ، بل نتبع حقائقه. فأطيعونا فانّ طاعتنا مفروضة ، إذ كانت

بطاعة الله ورسوله مقرونة ، قال الله عزّوجلّ:
"يَآيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ" وقال: وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَ لَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا
واحذركم الاصغاء إلى هتوف الشيطان بكم ، فانّه لكم عدو مبين ، فتكونوا كأوليائه الّذين قال لهم: "لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ"
فتلقون للسيوف ضرباً ، وللرماح ورداً ، وللعمد حطماً ، وللسهام غرضاً ، ثمّ لا يقبل من نفس إيمانها لم تكن آمنت من قبل أو كسبت في إيمانها خيراً.
قال معاوية: حسبك يا أبا عبدالله! فقد أبلغت.

کتاب المناقب میں مذکور ہے ایک دن لوگوں نے معاویہ سے کہا: اس وقت خلافت کے سلسلے میں لوگ امام حسین علیہ السلام کی جانب دیکھ رہے ہیں۔ اگر آپ امام حسینؑ سے کہتے کہ وہ منبر پر جا کر خطاب کریں تو بہتر ہوگا، کیونکہ امام حسینؑ کو صحیح طور پر تقریر کرنی نہیں آتی۔

معاویہ نے کہا: ہم امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی یہ سمجھتے تھے لیکن جب وہ منبر پر گئے تو انہوں نے ہمیں رسوا کر دیا اور لوگوں کے پاس ان کی عزت اور

زیادہ بڑھ گئی۔ خلاصۂ کلام یہ کہ جب بہت زیادہ اصرار کیا گیا تو معاویہ نے امام حسینؑ سے کہا: اگر آپؑ منبر پر تشریف لے کر جاتے اور خطاب کرتے تو بہت اچھا ہوتا۔

امام حسینؑ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے لگے۔ اتنے میں کسی نے پوچھا: یہ کون ہے جو آج تقریر کر رہا ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: ہم حزب اللہ (اللہ کا گروہ) ہیں اور ہم ہی غالب ہو جائیں گے۔ ہم رسولؐ خدا کی عترت اور آپؐ کی پاک و پاکیزہ اہل بیتؑ ہیں۔ ہم ان دو قیمتی امانتوں میں سے ایک ہیں جسے رسولؐ خدا نے قرآن مجید کے برابر قرار دیا۔ وہی قرآن جس میں ہر چیز کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے اور اس کے آگے یا پیچھے سے ہرگز باطل نہیں آ سکتا۔ وہی قرآن جس کی تفسیر کے لیے ہماری بات پر یقین واعتماد کیا جاتا ہے اور ہم اس کی تاویل کے بارے میں بے خبر نہیں، بلکہ ہم اس کے حقائق کی پیروی کرتے ہیں۔

اے لوگو! ہماری اطاعت کرو، کیونکہ ہماری اطاعت واجب ہے اور ہماری اطاعت، خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ خداوند متعال ہماری اطاعت کے واجب ہونے کے بارے میں فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ (سورۂ نساء، آیہ ۵۹)

اے ایمان والو! خدا کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں ان کی اطاعت کرو اور اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو اس امر میں خدا اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو۔"

ایک اور جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (سورۂ نساء، آیہ ۸۳)

''اگر اختلافات کو رسولؐ یا صاحبانِ ایمان میں سے اُولوالامر (صاحبانِ امر) کی طرف پہنچاتے تو بے شک جو لوگ ان میں سے اس کی تحقیق کرنے والے ہیں اس کے حکم کو سمجھ لیتے اور اگر تم پر خدا کا فضل (و کرم) اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند آدمیوں کے سوا سب کے سب شیطان کی پیروی کرنے لگتے''۔

میں تم کو شیطان کی باتوں پر کان دھرنے سے روکتا ہوں، کیونکہ شیطان تمہارا آشکار اور واضح دشمن ہے۔ اگر تم شیطان کی پیروی کرو گے تو اس کے دوستوں کی طرح بن جاؤ گے جن کے بارے میں ارشادِ رب العزت ہے:

لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ قَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكُمْ (سورۂ انفال، آیہ ۴۸)

یعنی ''شیطان اپنے دوستوں سے کہتا ہے: آج کوئی بھی شخص تم پر کامیاب نہیں ہو سکتا اور میں تمہیں پناہ دوں گا اور پھر جب دونوں لشکر (مومن اور کافر) مقابل ہوئے تو اپنے اُلٹے پاؤں بھاگ نکلا اور کہنے لگا: میں تم لوگوں سے بیزار ہوں''۔

اگر تم شیطان کے فریب میں آگئے تو تمہیں تلواروں کی ضربت، ہڈیوں کے ٹوٹنے اور نیزوں کا ہدف ہونا پڑے گا۔ اس وقت ان لوگوں سے جنہوں نے پہلے ایمان نہیں لایا اور عملِ خیر انجام نہیں دیا۔ کوئی بھی چیز قبول نہیں کی جائے گی۔ اتنے میں

معاویہ کہنے لگا: اے ابا عبداللہ! بس اتنا کافی ہے۔ آپ نے اپنی باتیں لوگوں تک پہنچا دیں۔ (بحار الانوار، ۴۴/۲۰۵)

## اے ابا عبداللہؑ! یہ پیشہاد قبول کرلو!

عبدالملك بن عمير ، والحاكم ، والعبّاس قالوا: خطب الحسن عليه السلام عائشة بنت عثمان فقال مروان: ازوجها عبدالله بن الزبير. ثمّ إن معاوية كتب إلى مروان ، وهو عامله على الحجاز يأمره أن يخطب أمّ كلثوم بنت عبدالله بن جعفر لابنه يزيد.

فأتى عبدالله بن جعفر فأخبره بذلك فقال عبدالله: إن أمرها ليس إلي إنّما هو إلى سيّدنا الحسين عليه السلام وهو خالها.

فأخبر الحسين بذلك ، فقال : أستخير الله تعالى اللهم وفق لهذه الجارية رضاك من آل محمّد.

فلما اجتمع الناس في مسجد رسول الله صلى الله عليه وآله أقبل مروان حتّى جلس إلى الحسين عليه السلام وعنده من الجلة.

وقال: إن أمير المؤمنين أمرني بذلك ، وأن أجعل مهرها حكم أبيها بالغا ما بلغ مع صلح ما بين هذين الحيين ، مع قضاء دينه وأعلم أن من يغبطكم بيزيد أكثر ممن يغبطه بكم ، والعجب كيف يستمهر يزيد؟ وهو كفو من لا كفو له ، وبوجهه يستسقي الغمام ، فرد خيراً يا أبا عبدالله!

فقال الحسين ﷺ : الحمد لله الذي اختارنا لنفسه ، وارتضانا لدينه ، واصطفانا على خلقه إلى آخر كلامه.

ثمّ قال : يا مروان قد قلت فسمعنا.

أما قولك : مهرها حكم ابيها بالغا ما بلغ ، فلعمري لو أردنا ذلك ما عدونا سنة رسول الله صلى الله عليه وآله في بناته ونسائه وأهل بيته ، وهو ثنتا عشرة اوقية يكون أربعمائة وثمانين درهما.

وأما قولك : مع قضاء دين أبيها ، فمتى كن نساؤنا يقضين عنا ديوننا وأما صلح ما بين هذين الحيين ، فانا قوم عاديناكم في الله ، ولم نكن نصالحكم للدنيا ، فلعمري فلقد أعيا النسب فكيف السبب.

وأما قولك: العجب ليزيد كيف يستمهر؟ فقد استمهر من هو خير من يزيد ، ومن أبي يزيد ومن جد يزيد.

وأما قولك : إن يزيد كفو من لا كفو له ، فمن كان كفوه قبل اليوم فهو كفوه اليوم ، ما زادته ، إمارته في الكفاءة شيئًا.

وأما قولك : بوجهه يستسقى الغمام ، فانّما كان ذلك بوجه رسول الله ﷺ .

وأما قولك : من يغبطنا به أكثر ممن يغبطه بنا ، فانّما يغبطنا به أهل الجهل ، ويغبطه بنا أهل العقل.

ثمّ قال بعد کلام : فاشهدوا جميعا أنيي قد زوجت
اُم کلثوم بنت عبدالله بن جعفر من ابن عمّها القاسم
بن محمّد بن جعفر علی أربعمائة وثمانين درهماً
وقد نحلتها ضيعتي بالمدينة أو قال أرضي بالعقيق ،
و إن غلتها في السنة ثمانية آلاف دينار ، ففيها لهما
غنی إنشاء الله.

قال : فتغير وجه مروان وقال : غدراً يابني هاشم ؟
تأبون إلاّ العداوة.

کتاب "المناقب" میں مذکور ہے کہ ایک دن معاویہ نے مروان جو کہ اس وقت معاویہ کی طرف سے حجاز کا حاکم تھا، کو خط لکھا کہ میرے بیٹے یزید کے لیے اُم کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر کی خواستگاری کرے۔ مروان عبداللہ بن جعفر کے پاس آیا اور اسے پوری بات بتا دی۔

عبداللہ نے کہا: اس لڑکی کا اختیار میرے پاس نہیں بلکہ اس کے ماموں حضرت امام حسینؑ کے پاس ہے۔ جب مروان نے یہ بات امام حسینؑ سے کہی تو آپؑ نے فرمایا:

استخير الله تعالیٰ اللّهم وفق لهذه الجارية رضاك
من آل محمد

"میں اس لڑکی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے خیر چاہتا ہوں، خدایا!
اس لڑکی کو آلِ محمدؐ میں سے اپنی رضایت وخوشنودی کے ذریعہ
کامیاب قرار دے"۔

مسجد نبویؐ میں جس وقت لوگ جمع ہوئے تو مروان آ کر امام حسینؑ کے پاس بیٹھ

گیا (اس کے علاوہ) کچھ اور بزرگ بھی آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

مروان نے کہا: معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس شادی کو عملی جامہ پہناؤں، اس کا باپ جتنا بھی حق مہر معین کرے گا ہم ادا کریں گے۔ بنوامیہ اور بنوہاشم کے درمیان صلح کے اخراجات اور عبداللہ بن جعفرؓ کا تمام قرض بھی حق مہر کا حصّہ ہوں گے۔ میں جانتا ہوں کہ یزید کے ساتھ (اس لڑکی کی) ازدواج پر بہت زیادہ لوگ خوش ہوں گے اور آپ لوگوں کے ساتھ ازدواج پر بہت کم لوگ خوش ہوں گے۔ مجھے یزید کے حق مہر دینے پر تعجب ہے کیونکہ وہ ایک بے مثل شخص ہے، اس کے چہرے سے تو بادل بھی اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ اے ابا عبداللہ! یہ پیشنہاد قبول کرو!

امام حسینؑ نے فرمایا: اس خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے اور اپنے دین کے لیے منتخب فرمایا اور اپنی مخلوقات میں سے برگزیدہ قرار دیا۔ اس کے بعد مروان کی جانب رُخ کر کے فرمایا:

اے مروان! جو کچھ تم نے کہا ہم نے سن لیا اور مہریہ کے بارے میں جو تم نے کہا کہ اس کا باپ جتنا کہے گا ادا کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر ہم تمہاری یہ بات مان لیتے پھر بھی سنتِ رسولؐ اور رسولؐ خدا کی اہلِ بیتؑ کی بچیوں کے لیے معین شدہ حق مہر سے زیادہ نہ لیتے۔ مہریہ کی رقم کے سلسلے میں آنحضرت کی سنت بارہ اوقیہ، چار سو آٹھ درہم ہے۔ جو تم کہہ رہے ہو کہ ہم اس کے باپ کا پورا قرضہ ادا کریں گے۔ کب ہماری عورتوں نے مردوں کا قرض ادا کیا ہے؟ (اور یہ دوسری بار ہو؟) تم نے ان دو قبیلوں (بنوہاشم، بنوامیہ) میں صلح کے بارے میں کہا۔ ہم وہ لوگ ہیں جو صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے تمہارے ساتھ دشمنی کرتے ہیں، ہم دنیا کے لیے تمہارے ساتھ ہرگز صلح نہیں کریں گے! مجھے اپنی جان کی قسم ہے۔

حسب ونسب ہمارے درمیان صلح نہیں کرا سکا، نسبت کس طرح صلح کرا سکتی ہے

اور یہ بات جو تم کہہ رہے ہو، مجھے یزید کے مہر یہ دینے پر تعجب ہے (تو سنو) وہ ہستی جو یزید، اس کے باپ اور اس کے دادا سے زیادہ افضل تھا اس نے بھی مہر یہ دیا ہے۔ اور یہ بات جو تم نے کہی کہ یزید بے مثل شخصیت کا مالک ہے تو جو یزید سے پہلے بے مثل اور لائق تھا وہ آج بھی ہوگا کیونکہ یزید کا امیر ہونا اس کی شخصیت اور مقام میں اضافہ نہیں کرتا۔ اور یہ بات جو تم کہہ رہے ہو کہ اس کے چہرے سے بادل بھی اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ یہ رسولؐ خدا کی صفت ہے۔ یزید کی صفت نہیں۔

اور یہ بات جو تم نے کہی کہ یزید کے ساتھ ازدواج پر بہت زیادہ لوگ خوش ہوں گے اور تم لوگوں کے ساتھ ازدواج پر بہت کم لوگ خوش ہوں گے۔ یزید کے ساتھ ازدواج پر خوش ہونے والے لوگ جاہل اور نادان ہیں لیکن جو لوگ ہمارے ساتھ ازدواج پر خوش ہوں گے وہ عاقل اور دانش مند لوگ ہیں۔

اس کے بعد آپؑ فرمانے لگے: تم سب لوگ شاہد رہنا کہ میں اُم کلثوم بنت عبداللہ کو اس کے چچازاد قاسم بن محمدؐ بن جعفر کے ساتھ چار سو آٹھ (۴۰۸) درہم مہریہ پر ازدواج میں دیتا ہوں اور میں نے اپنا وہ باغ جو مدینہ میں ہے (یا وہ زمین جو عقیق پر ہے) اس بچی کو دیتا ہوں جس کی سالانہ درآمد مبلغ آٹھ ہزار سونے کے دینار ہیں (انشاءاللہ) یہ رقم ان دونوں زن و شوہر کے لیے کافی ہوگی۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ صورت حال دیکھ کر مروان (کے چہرے) کا رنگ متغیر ہوگیا اور کہنے لگا: اے بنی ہاشمؑ! کیا تم ہم سے عہد شکنی کر رہے ہو؟ تم دشمنی کے علاوہ کوئی اور چیز قبول نہیں کرتے۔ (بحارالانوار، ۴۴/ ۲۰۷ اور ۲۰۸، حدیث ۴)

## ہمارے فرزند، تمہارے فرزندوں سے زیادہ کیوں ہیں؟

محاسن البرقي : قال عمرو بن العاص للحسين عليه السلام :

ما بال أولادنا أكثر من أولادكم؟

فقال عليه السلام :

بغاث الطير أكثرها فراخا

وام الصقر مقلات نزور

فقال: ما بال الشيب إلى شواربنا أسرع منه إلى شواربكم؟

فقال عليه السلام : إن نساء كم نساء بخرة ، فاذا دنا أحدكم من امرأته نهكته في وجهه ، فشاب منه شاربه.

فقال : ما بال لحائكم أوفر من لحائنا ؟

فقال عليه السلام : وَ الْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَ الَّذِىْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا.

فقال معاوية: بحقي عليك إلّا سكت فانّه ابن علي بن أبي طالب.

فقال عليه السلام : إن عادت العقرب عدنا لها وكانت النعل لها حاضرة قد علم العقرب واستيقنت أن لا لها دنيا ولا آخرة.

"کتاب المحاسن" میں مذکور ہے کہ ایک دن عمرو بن عاص نے امام حسین علیہ السلام سے کہا: ہمارے فرزند آپؑ کے فرزندوں سے کیوں زیادہ ہوتے ہیں؟

امام حسینؑ نے اس کے جواب میں یہ شعر پڑھا:

بغاث الطير أكثرها فراخا

وام الصقر مقلات نزور

"یعنی لاش کھانے والے پرندوں اور شریر پرندوں کے بہت

زیادہ بچے ہوتے ہیں لیکن شکاری باز کے کچھ ہی بچے ہوتے
ہیں"۔

عمرو بن عاص نے کہا: ہماری مونچھیں آپ کی مونچھوں سے پہلے کیوں سفید ہوجاتی ہیں؟

امام حسینؑ نے فرمایا: کیونکہ تمہاری عورتوں کے منہ میں بدبو ہوتی ہے۔ جب تمہاری عورتیں مردوں کے پاس جاتی ہیں ان کے منہ کی بدبو مرد کی مونچھوں سے لگتی ہے تو وہ سفید ہوجاتی ہیں۔

عمرو عاص نے کہا: آپؑ کی داڑھی ہماری داڑھی سے زیادہ گھنی کیوں ہوتی ہے؟

امام حسینؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ الْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَ الَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا (سورۂ اعراف، آیہ ۵۸)

یعنی "اور عمدہ زمین اس کے پروردگار کے حکم سے اس کا سبزہ (اچھا ہی) ہے اور جو زمین بُری ہے اس کی پیداوار بھی خراب ہی ہوتی ہے"۔

اتنے میں معاویہ نے عمرو بن عاص کی جانب رُخ کر کے کہا: تجھے اس حق کا واسطہ میں تجھ پر رکھتا ہوں خاموش ہوجا کیونکہ یہ علیؑ کا بیٹا حسینؑ ہے!!

امام حسینؑ نے معاویہ کے جواب میں یہ دو اشعار پڑھے:

وان عادت العقرب عدنا لها وكانت النعل
لها حاضرة قد علم العقرب واستيقنت أن لا لها دنيا والآخرة

"یعنی اگر بچھو پیچھے لوٹے تو ہم بھی اس کے مقابلے کے لیے
ثابت قدم ہیں کیونکہ اس کو جواب دینے کے لیے ایک چپل

حاضر ہے، مجھ کو یقین ہے کہ اس کی نہ دنیا ہے اور نہ ہی آخرت ہوگی"۔ (بحار الانوار، ۴۴/ ۲۰۹، حدیث ۵)

## اے فرزندِ رسولؐ! میری حاجت کے بارے میں معاویہ سے بات کریں!

دخل الحسين عليه السلام على معاوية وعنده أعرابي يسأله حاجة فأمسك وتشاغل بالحسين عليه السلام، فقال الأعرابي لبعض من حضر: من هذا الذي دخل؟

قالوا: الحسين بن علي.

فقال الأعرابي للحسين عليه السلام: أسألك يا ابن بنت رسول الله لما كلمته في حاجتي.

فكلمه الحسين عليه السلام في ذلك فقضى حاجته.

فقال الأعرابي:

أتيت العبشي فلم يجدلي
إلى أن هزه ابن الرسول
هو ابن المصطفى كرما وجوداً
ومن بطن المطهرة البتول
و إن لها فضلا عليكم كما
فضل الربيع على المحول

فقال معاوية: يا أعرابي! أعطيك وتمدحه؟

فقال الأعرابي: يامعاوية! أعطيتني من حقه، وقضيت حاجتي بقوله.

"کتاب المناقب" میں مذکور ہے: ایک دن امام حسین علیہ السلام، معاویہ کے

پاس گئے دیکھا کہ کسی کام سے ایک صحرا نشین اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ معاویہ نے اس شخص سے منہ پھیر کر امام حسین علیہ السلام کی جانب رُخ کرلیا۔ اس عرب نے حاضرین مجلس سے پوچھا: یہ کون ہے؟

کہا گیا: یہ حضرت حسینؑ ابن علیؑ ہیں۔

وہ عربی امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کرنے لگا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ سے درخواست ہے کہ میری حاجت کے بارے میں معاویہ سے بات کریں۔

امام حسینؑ نے معاویہ سے کہا: اس عربی کی ضرورت پوری کرو۔

معاویہ نے امام حسینؑ کی بات مانی اور اس نے عربی کی مدد کی۔ امام حسینؑ کے لطف وکرم کو دیکھ کر عربی میں یہ اشعار پڑھنے لگا:

أتيت العبشي فلم يجدلي
إلى أن هزة ابن الرسول
هو ابن المصطفى كرما وجوداً
ومن بطق المطهرة البتول
و إن لها فضلاً عليكم كما
فضل الربيع على المحول

یعنی ''میں ایک خشک درخت کے پاس آیا لیکن اس نے مجھ پر کوئی احسان نہ کیا یہاں تک کہ رسولؐ خدا کے فرزند نے اسے احسان کرنے پر مجبور کیا۔ حسینؑ جود وسخا کے لحاظ سے مصطفیٰؐ کا فرزند ہے اور آپؑ نے شکم بتولؑ (حضرت زہراؑ) سے دنیا میں قدم رکھا۔

یقیناً حضرت ہاشمؑ تمہارے (معاویہ) جد پر اس طرح فضیلت رکھتا

ہے جس طرح بہار کا موسم خزاں کے موسم پر برتری رکھتا ہے“۔

معاویہ کہنے لگا: اے عربی! تجھے میں نے عطا کیا ہے اور تو حسینؑ کی تعریف کر رہا ہے؟

عربی نے کہا: تو نے حسینؑ کے حق سے مجھے عطا کیا اور ان کے حکم سے میری ضرورت پوری کی ہے۔ (بحار الانوار، ۴۳/۲۱۰، حدیث ۶)

## تمہارا باپ کون ہے؟

الهمدانی ، عن عمر بن سهل بن اسماعیل الدینوری ، عن زيد بن إسماعيل الصائغ ، عن معاوية بن هشام ، عن سفيان ، عن عبدالملك بن عمير ، عن خالد بن ربعي قال:

إنّ أمير المؤمنين عليه السلام دخل مكّة في بعض حوائجه ، فوجد أعرابيًّا متعلّقاً بأستار الكعبة وهو يقول: ياصاحب البيت! البيت بيتك والضيف ضيفك ، ولكلّ ضيف من ضيفه قرى ، فاجعل قراي منك الليلة المغفرة.

فقال أمير المؤمنين عليه السلام لأصحابه: أما تسمعون كلام الأعرابي؟

قالوا: نعم.

فقال: الله أكرم من أن يردّ ضيفه.

فلمّا كانت الليلة الثانية وجده متعلّقًا بذلك الركن وهو يقول : يا عزيزاً في عزّك، فلا أعزّ منك في عزّك،

أعزّني بعزّ عزّك في عزّ لا يعلم أحد كيف هو ، أتوجّه إليك وأتوسّل إليك ، بحقّ محمّد وآل محمّد عليك أعطني مالا يعطيني أحد غيرك ، واصرف عنّي مالا يصرفه أحد غيرك.

قال : فقال أمير المؤمنين عليه السلام لأصحابه : هذا والله! الاسم الأكبر بالسريانيّة أخبرني به حبيبي رسول الله ساله الجنّة فأعطاه ، وسأله صرف النار وقد صرفها عنه.

قال: فلمّا كانت الليلة الثالثة وجده وهو متعلّق بذلك الركن وهو يقول : يامن لا يحويه مكان ولا يخلو منه مكان بلاكيفيّة كان ، أرزق الأعرابي أربعة آلاف درهم.

قال : فتقدّم إليه أمير المؤمنين عليه السلام فقال : يا أعرابي! سألت ربّك القرئ فقراك ، وسألته الجنّة فأعطاك ، وسألته أن يصرف عنك النار وقد صرفها عنك ، وفي هذه الليلة تسأله أربعة آلاف درهم؟

قال الأعرابي : من أنت؟

قال : أنا عليّ بن أبي طالب.

قال الأعرابي : أنت والله! بغيتي وبك أنزلت حاجتي.

قال: سل يا أعرابي!

قال: أريد ألف درهم للصداق ، وألف درهم أقضي

به ديني ، وألف درهم أشترى به داراً ، وألف درهم أتعيّش منه.

قال : أنصفت يا أعرابي! فاذا خرجت من مكّة فاسأل عن داري بمدينة الرسول ﷺ.

فأقام الأعرابي بمكّة أسبوعاً وخرج في طلب أمير المؤمنين عليه السلام إلى مدينة الرسول ﷺ، ونادى : من يدلّني على دار أمير المؤمنين علي؟

فقال الحسين بن علي عليه السلام من بين الصبيان : أنا أدلّك على دار أمير المؤمنين ، وأنا ابنه الحسين بن علي.

فقال الأعرابي : من أبوك؟

قال: أمير المؤمنين عليّ بن أبي طالب.

قال: من أُمّك؟

قال : فاطمة الزهراء سيّدة نساء العالمين.

قال: من جدّك؟

قال: رسول الله ﷺ محمّد بن عبدالله بن عبدالمطلب.

قال: من جدّتك؟

قال: خديجة بنت خويلد.

قال: من أخوك.

قال: أبوك محمّد الحسن بن علي.

قال: لقد أخذت الدنيا بطرفيها ، امش إلى أمير المؤمنين وقل له : إنّ الأعرابي صاحب الضمان بمكّة على الباب.

قال: فدخل الحسين بن علي عليه السلام ، فقال: يا أبة! أعرابي بالباب يزعم أنّه صاحب الضمان بمكّة.

قال: فقال: يافاطمة! عندك شيئ يأكله الأعرابي؟

قالت : اللّهم لا.

قال: فتلبّس أمير المؤمنين عليه السلام وخرج وقال: ادعوا لي أبا عبد الله سلمان الفارسي.

قال: فدخل إليه سلمان الفارسي فقال: يا أبا عبدالله! أعرض الحديقة الّتي غرسها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لي على التجّار.

قال: فدخل سلمان إلى السوق وعرض الحديقة ، فباعها باثني عشر ألف درهم ، وأحضر المال وأحضر الأعرابي ، فأعطاه أربعة آلاف درهم وأربعين درهماً نفقة.

ووقع الخبر إلى سؤّال المدينة فاجتمعوا ، ومضى رجل من الأنصار إلى فاطمة ، فأخبرها بذلك ، فقالت: آجرك الله في ممشاك.

فجلس علي عليه السلام والدراهم مصبوبة بين يديه حتّى اجتمع إليه أصحابه ، فقبض قبضة قبضة وجعل

يعطي رجلا رجلا حتّى لم يبق معه درهم واحد.
فلمّا أتى المنزل قالت له فاطمة: يابن عمّ! بعت الحائط الّذي غرسه لك والدي؟
قال: نعم بخير منه عاجلا وآجلا.
قالت : فأين الثمن؟
قال : دفعته إلى أعين استحييت أن أذلّها بذل المسألة قبل أن تسألني.
قالت فاطمة : أنا جائعة وابناي جائعان ولا أشك وأنّك مثلنا في الجوع، لم يكن لنا منه درهم؟
وأخذت بطرف ثوب علي عليه السلام ، فقال علي عليه السلام : يافاطمة! خلّيني.
فقالت : لا والله! أو يحكم بيني وبينك أبي.
فهبط جبرئيل عليه السلام على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال: يامحمّد! السلام يقرؤك السلام ويقول : اقرأ عليًّا منّي السلام وقل لفاطمة: ليس لك أن تضربي على يديه.
فلمّا أتى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم منزل علي عليه السلام وجد فاطمة ملازمة لعلي عليه السلام فقال لها: يابنيّة! مالك ملازمة لعلي؟
قالت : يا أبة! باع الحائط الّذي غرسته له باثني عشر ألف درهم، لم يحبس لنا منه درهماً نشتري به طعاماً.

فقال: يا بنيّة إنّ جبرئيل يقرؤني من ربّي السلام ويقول: اقرأ عليًا من ربّه السلام ، و أمرني أن أقول لك : ليس لك أن تضربي على يديه ،قالت فاطمةُ: فانّي أستغفر الله ولا أعود أبداً.

قالت فاطمةُ: فخرج أبي ﷺ في ناحية وزوجي في ناحية ، فما لبث أن أتي أبي ومعه سبعة دراهم سود هجريّة.

فقال: يافاطمةُ! أين ابن عمّي؟

فقلت له: خرج.

فقال رسول الله ﷺ : هاك هذه الدراهم ، فاذا جاء ابن عمّي فقولي له يبتاع لكم بها طعاماً ، فما لبثت إلّا يسيراً حتّى جاء علي عليه السلام ، فقال : رجع ابن عمّي ، فانّي أجد رائحة طيّبة؟

قالت : نعم ، وقد دفع إليّ شيئًا تبتاع به لنا طعاماً.

قال علي عليه السلام : هاتيه.

فدفعت إليه سبعة دراهم سوداً هجريّة.

فقال : بسم الله والحمد لله كثيراً طيّباً ، وهذا من رزق الله.

ثمّ قال : ياحسن! قم معي.

فأتيا السوق فاذا هما برجل واقف وهو يقول: من يقرض المليّ الوفّي؟

قال: یابنی! نعطیه؟

قال: إی واللّٰه، یا أبة!

فأعطا علی ؓ الدراهم.

فقال الحسن ؓ: یا أبتاه! أعطیته الدراهم کلّها؟

قال: نعم، یابنی! إنّ الّذی یعطی القلیل قادر علی أن یعطی الکثیر.

قال: فمضی علیّ ؓ بباب رجل یستقرض منه شیئًا، فلقیه أعرابی ومعه ناقة، فقال: یاعلی! اشتر منّی هذه الناقة.

قال: لیس معی ثمنها.

قال: فانّی أنظرك به إلی القبض.

قال: بکم یا أعرابی؟

قال: بمائة درهم.

قال علی ؓ: خذها یاحسن!

فأخذها، فمضی علی ؓ، فلقیه أعرابی آخر المثال واحد والثیاب مختلفة.

قال: یاعلی! تبیع الناقة؟

قال علی ؓ: وما تصنع بها؟

قال: أغزو علیها أوّل غزوة یغزوها ابن عمّك؟

قال: إن قبلتها، فهی لك بلا ثمن.

قال: معی ثمنها وبالثمن أشتریها. فبکم اشتریتها؟

قال: بمائة درهم.
قال الأعرابي: فلك سبعون ومائة درهم.
قال علي ﷺ : خذ السبعين والمائة وسلّم الناقة ، والمائة للأعرابي الّذي باعنا الناقة والسبعين لنا نبتاع بها شيئًا.
فأخذ الحسن ﷺ الدراهم وسلّم الناقة.
قال علي ﷺ : فمضيت أطلب الأعرابي الّذي ابتعت منه الناقة لأعطيه ثمنها ، فرأيت رسول الله ﷺ جالساً في مكان لم أره فيه قبل ذلك ولا بعده ، على قارعة الطريق ، فلمّا نظر النبي ﷺ إليّ تبسّم ضاحكاً حتّى بدت نواجده.
قال علي ﷺ : أضحك الله سنّك وبشّرك بيومك.
فقال : يا أبا الحسن! إنّك تطلب الأعرابي الّذي باعك الناقة لتوفيه الثمن؟
فقلت : اي والله! فداك أبي و أمّي.
فقال : يا أبا الحسن! الّذي باعك الناقة جبرئيل والّذي اشتراها منك ميكائيل والناقة من نوق الجنّة ، والدراهم من عند ربّ العالمين، فأنفقها في خير ولا تخف إقتاراً.
قال العلّامة المجلسي: بيان لعلّ منازعتها – صلوات الله عليها – إنّما كانت ظاهراً ، لظهور فضله –

صلوات الله عليه – على الناس ، أو لظهور الحكمة فيما صدر عنه ﷺ ، أو لوجه من الوجوه لا نعرفه.

والنواجذ من الأسنان : الضواحك ، وهي الّتي تبدو عند الضحك.

قوله: "وبشّرك بيومك" أي: يوم الشفاعة الّتي وعدها الله تعالى [له].

خالد بن ربعی کہتا ہے: امیر المومنین علی علیہ السلام ایک دن کسی کام سے مکہ میں گئے۔ مسجد الحرام میں آپؑ نے ایک عربی کو دیکھا جو غلاف کعبہ پکڑ کر کہہ رہا تھا:

اے صاحب خانہ! گھر تمہارا ہے، مہمان تمہارے ہیں اور ہر میزبان اپنے مہمان کی پذیرائی کرتا ہے۔ آج رات میرے گناہوں کی معافی کو میری پذیرائی قرار دے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کیا تم لوگوں نے اس عرب کی بات سنی؟

انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بزرگوار ہے اور کبھی بھی کسی مہمان کو محروم نہیں کرتا۔ جب دوسری شب آئی تو دوبارہ اس عرب کو دیکھا گیا جو غلاف کعبہ کو پکڑے عرض کر رہا تھا: اے عزیز! جس سے زیادہ کوئی معزز نہیں مجھے ایسی عزت عطا فرما کہ کوئی نہ جان سکے کہ میں کیسے ہوں، میں آپ سے توسل کرتا ہوں اور محمدؐ و آل محمدؐ کے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے ایسی چیز عطا فرما جو تمہارے سوا کوئی اور نہ دے سکے اور مجھ سے ایسی چیز لے لے جو تمہارے سوا کوئی اور نہ لے سکے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام اپنے اصحاب کی جانب مخاطب ہو کر فرمانے لگے: خدا

کی قسم! یہ دعا سریانی زبان میں اسم اعظم ہے اور اس کے بارے میں میرے حبیبؐ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے مجھے خبر دی ہے۔

اس شخص نے خدا سے بہشت کی درخواست کی، انہیں عطا کی گئی۔ اس نے آتشِ جہنم سے نجات کی درخواست کی۔ انہیں وہ بھی مل گئی۔ جب تیسری رات ہوئی تو اس رات بھی اسی عرب کو دیکھا گیا جو رکن کعبہ کے غلاف کو پکڑے کہہ رہا تھا: اے وہ ذات جس کا کوئی بھی مکان محاصرہ نہیں کرسکتا اور وہ ہر جگہ پر موجود ہے۔ اس عرب کو چار ہزار درہم عطا فرما۔

اتنے میں امیر المومنین علی علیہ السلام اس عرب کے پاس گئے اور فرمایا:

تم نے خدا سے پذیرائی کا تقاضا کیا وہ تمھیں مل گئی، تم نے بہشت کا تقاضا کیا وہ بھی تمھیں مل گئی اور تم نے آتشِ جہنم سے نجات کا تقاضا کیا اور وہ (آتشِ جہنم) تم سے دُور ہوگئی۔ آج رات تمھیں چار ہزار درہم درکار ہیں۔

عربی نے کہا: آپ کون ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں۔

اس عربی نے کہا: دراصل آپ ہی میری تمنا اور میرے مطلوب ہیں اور میں اپنی حاجت آپؑ سے طلب کرتا ہوں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے عرب! تم اپنی حاجت مجھ سے بیان کرو۔

اس نے عرض کیا: مجھے ایک ہزار درہم اپنی بیوی کا مہر یہ ادا کرنے کے لیے چاہیے، ایک ہزار درہم قرض ادا کرنے کے لیے چاہیے، ایک ہزار درہم گھر خریدنے کے لیے چاہیے اور ایک ہزار درہم زندگی کے اخراجات کے لیے چاہیے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اے عربی! تم نے اپنی حاجت کے سلسلے میں انصاف سے کام لیا ہے۔ جب تم مکہ سے واپس جاؤ تو مدینہ میں کسی سے میرے گھر

کا پتہ پوچھ لینا۔

وہ عربی ایک ہفتہ کے بعد مکہ سے مدینہ کی جانب روانہ ہوا۔ مدینہ میں اس نے کہا: مجھے امیرالمومنین علی علیہ السلام کے گھر تک کون پہنچائے گا؟

امام حسین علیہ السلام جو کہ کچھ بچوں کے ساتھ وہاں پر موجود تھے، فرمانے لگے: میں ان کا فرزند حسینؑ ہوں، آپ کو میں وہاں لے کر جاؤں گا۔

عربی نے پوچھا: تمہارے باپ کا کیا نام ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ۔

عربی نے پوچھا: تمہاری والدہ ماجدہ کا کیا نام ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: دنیا کی خواتین کی سردار عورت فاطمۃ الزہراءؑ۔

عربی نے پوچھا: آپ کے جد کا کیا نام ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: رسولِ خدا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلبؐ۔

عربی نے پوچھا: تمہاری نانی کا کیا نام ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: خدیجہؑ بنت خویلدؑ۔

اس نے کہا: تمہارا بھائی کون ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: ابو محمد حسنؑ ابن علیؑ۔

عربی نے کہا: دنیا کی تمام شرافت کے مالک تو آپؑ ہیں۔ اب آپؑ میرے آگے آگے چل کر مجھے اپنے بابا کے گھر تک لے کر چلیں اور ان کے پاس جا کر کہیں: عربی آیا ہے مکہ میں جس کے آپؑ ضامن بنے تھے۔

حضرت امام حسینؑ اپنے باباؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: باباؑ! وہی عربی دروازے پر کھڑا ہے جس کے مکہ میں آپؑ ضامن بنے تھے۔

امیرالمومنینؑ نے جناب صدیقہ طاہرہ فاطمۃ الزہراءؑ سے پوچھا: کیا کوئی چیز ہے

جو اس عربی کو کھلائیں؟

جنابِ فاطمہ زہراؑ نے فرمایا: کوئی بھی چیز نہیں ہے۔

امیر المومنینؑ نے اپنا لباس پہنا اور گھر سے باہر آ کر (امام حسینؑ سے) فرمایا: اے ابا عبداللہ! سلمان فارسیؓ کو ڈھونڈ کر ہمارے پاس لے آؤ۔

جب سلمانؓ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: وہ نخلستان جس میں رسولؐ خدا نے میرے لیے (کھجور کے) درخت لگائے تھے اسے تاجروں کے حوالے کر کے بیچ دو۔

سلمان فارسیؓ بازار میں آئے اور اس نخلستان کے بارے میں تاجروں سے بات کی اور اسے بارہ ہزار درہم میں بیچ دیا اور پھر یہ رقم امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی۔ امیر المومنینؑ نے وعدے کے مطابق چار ہزار درہم اس عرب کے حوالے کیے اور اس کے سفر کے اخراجات کے لیے چالیس درہم عطا فرمائے۔ جب یہ خبر مدینہ کے فقیروں تک پہنچی تو سب امیر المومنینؑ کے پاس جمع ہو گئے۔

انصار میں سے ایک شخص نے حضرت فاطمہؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے اس واقعہ سے باخبر کیا۔ آپؑ نے فرمایا: خدا تجھے اس کی جزا عطا فرمائے۔ امیر المومنینؑ کے سامنے سارے درہم پڑے ہوئے تھے اور آپؑ تمام فقیروں کو ایک ایک مشت درہم دیتے گئے یہاں تک کہ آپؑ کے پاس ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔

جب آپؑ گھر میں داخل ہوئے تو بی بیؑ نے پوچھا: اے میرے چچازاد کیا آپؑ نے وہ باغ بیچ دیا جس میں میرے بابا نے درخت لگائے تھے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

حضرت فاطمہؑ نے پوچھا: رقم کہاں ہے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: میں نے وہ رقم ان لوگوں کو دے دی جنہوں نے

مجھ سے سوال کیا تھا (قبل ازیں کہ میں ان کی آنکھوں میں سوال کی ذلت محسوس کرتا)۔

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: میں، میرے دونوں فرزند اور (مجھے پتہ ہے) آپؑ بھی بھوکے ہیں کیا تم ہمارے لیے ایک درہم بھی نہیں لے کر آئے؟ اور بی بی نے آپ کا دامن پکڑ لیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے فاطمہؑ! مجھے چھوڑ دو۔ حضرت فاطمہؑ کہنے لگیں: جب تک آپؑ کے اور میرے درمیان میرے بابا آ کر فیصلہ نہیں کرتے، میں ہرگز آپؑ کا دامن نہیں چھوڑوں گی۔

اتنے میں رسولؐ خدا پر جبریل امینؑ وحی لے کر حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

اللہ تعالیٰ آپؐ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے: علیؑ تک بھی میرا اسلام پہنچا دیں اور فاطمہؑ سے کہیں علیؑ کے دامن کو چھوڑ دے۔

حضرت رسولؐ خدا فوراً کھڑے ہو گئے اور امیرالمومنینؑ کے گھر میں آئے اور دیکھا کہ حضرت فاطمہؑ، حضرت علیؑ کے دامن کو پکڑے ہوئے ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: بیٹی! آپؑ نے علیؑ کا دامن کیوں پکڑا ہے؟

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: بابا جانؐ! جس باغ میں آپؐ نے درخت لگائے تھے (علیؑ) نے اسے بارہ ہزار درہم میں بیچ دیا ہے اور اپنے لیے ایک درہم بھی نہیں لائے تاکہ ہم کھانا کھا سکیں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: میری لخت جگر! ابھی جبرئیلؑ امین نازل ہوئے تھے اور انہوں نے کہا: اللہ رب العزت کی جانب سے علیؑ تک سلام پہنچاؤ اور مجھے حکم دیا کہ آپؑ سے کہوں کہ علیؑ کے دامن سے اپنے ہاتھ ہٹالو۔

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: میں اللہ سے معافی چاہتی ہوں اور آئندہ ایسا نہیں

کروں گی۔①

حضرت فاطمہؑ کہتی ہیں: اس کے بعد میرے بابا اور شوہر دونوں گھر سے باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد رسولؐ خدا سات ہجری درہم لے کر گھر میں واپس آئے اور فرمانے لگے: اے فاطمہؑ! میرے چچازاد کہاں ہیں؟

میں نے عرض کیا: گھر سے باہر نکل گئے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: یہ درہم لے لو۔ جب وہ آئیں تو انہیں کہنا تمہارے لیے (ان پیسوں سے) کھانا خرید کر لائے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت علیؑ وارد خانہ ہوئے اور فرمانے لگے: میں اپنے چچازاد (رسولؐ خدا) کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، کیا وہ گھر میں دوبارہ واپس آئے ہیں؟

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: جی ہاں وہ کچھ دے کر گئے ہیں تاکہ آپؑ ہمارے لیے کھانے کا انتظام کریں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: لے کر آؤ۔ حضرت فاطمہؑ نے وہ سات ہجری درہم حضرت علیؑ کے حوالے کر دیے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: بسم اللہ! تمام پاک و پاکیزہ تعریفیں رب العزت کے لیے ہیں اور یہ رزق و روزی اللہ کی طرف سے ہے۔

---

① قارئین کرام کے لیے یہ بات واضح ہو کہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کا تنازع مصلحت کی بنا پر تھا ورنہ جناب فاطمہؑ کا مقام و منزل ایسی باتوں سے بالاتر ہے اسی لیے علامہ مجلسیؒ اس روایت کی وضاحت میں لکھتے ہیں: ہماری نظر میں حضرت فاطمہ زہراؑ کا یہ تنازع اور کشمکش صرف صدیقہ طاہرہ کے ہمسر بزرگوار حضرت علیؑ کے ایک فضائل کو آشکار کرنے یا حضرت علیؑ کے کام کی حکمت کو نمایاں کرنے کے لیے تھا یا دوسری وہ مصلحتیں جن کے بارے میں ہم بے خبر ہیں ان کی وجہ سے ہو۔

اس کے بعد اپنے فرزند امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے فرمایا: میرے ساتھ چلو۔ حضرت علیؑ اپنے فرزند کے ہمراہ کھانا خریدنے کے لیے گھر سے باہر نکلے۔ اچانک ان کی نظر ایسے شخص پر پڑی جو کہہ رہا تھا: کوئی ہے جو مجھے کچھ دے دے۔

حضرت علیؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا: بیٹے! کیا اس شخص کو یہ پیسے دے دیں؟

امام حسنؑ نے فرمایا: جی ہاں بابا جان!

حضرت علیؑ نے ساری رقم اس شخص کے حوالے کر دی۔

حضرت امام حسنؑ نے عرض کیا: کیا ہم نے پوری رقم اس کے حوالے کر دی؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: جی ہاں، جو تھوڑا سا دے سکتا ہے وہ زیادہ بھی دے سکتا ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ قرض لینے کے لیے ایک شخص کے گھر کی جانب روانہ ہوئے۔ آپؑ نے وسط راہ میں ایک عربی کو دیکھا جس کے ساتھ ایک اُونٹ بھی تھا۔

اس نے کہا: اے علیؑ! یہ اُونٹ مجھ سے لے لو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔

اس نے کہا: جب تک تمہارے پاس پیسے آ جائیں میں صبر کروں گا۔

آپؑ نے پوچھا: کتنے پیسوں میں بیچو گے؟

اس نے کہا: ایک سو درہم۔ حضرت علیؑ نے اپنے فرزند سے فرمایا: بیٹا حسنؑ! اُونٹ کی مہار پکڑ لو۔

امام حسنؑ نے اُونٹ کی مہار پکڑی اور چل دیے۔ ابھی تھوڑا ہی چلے تھے کہ راستے میں ایک اور عربی سے ان کی ملاقات ہو گئی جو بالکل پہلے عرب کی طرح تھا۔ فرق صرف لباس کا تھا۔

اس عربی نے حضرت علیؑ سے کہا: اے علیؑ! کیا تم یہ اُونٹ بیچو گے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: تم اس اُونٹ کا کیا کرو گے؟

اس نے کہا: وہ پہلی جنگ جس میں آپؑ کے چچازاد (رسولؐ خدا) جہاد میں جائیں گے میں بھی ان کے ہمراہ جہاد پر جاؤں گا۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اگر آپ بغیر پیسوں کے مجھ سے لینا چاہو تو لے لو۔

اس نے کہا: میں بغیر پیسوں کے نہیں لوں گا۔ میرے پاس رقم موجود ہے۔ آپؑ نے کتنے میں خریدا ہے؟

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: ایک سو درہم۔

عربی نے کہا: میں ایک سو ستر درہم میں لوں گا۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: بیٹے حسنؑ! اُونٹ اس کے حوالے کر دو اور ایک سو ستر درہم لے لو۔ ایک سو درہم اس پہلے شخص کے (جس سے اُونٹ خریدا تھا) باقی ستر درہم ہمارے ہیں۔ اس سے کھانے کا سامان لیں گے۔ حضرت امام حسنؑ نے رقم لے لی اور اُونٹ اس کے حوالے کر دیا۔

حضرت علیؑ کا بیان ہے: میں رقم دینے کے لیے اس آدمی کی جستجو میں تھا کہ اچانک اس مقام پر کہ جہاں پہلے کبھی رسولؐ خدا کو نہیں دیکھا تھا وہیں پر آپؐ کو دیکھا، جیسے ہی رسول اکرمؐ نے مجھے دیکھا اس طرح مسکرانے لگے کہ ان کے دندانِ مبارک بھی نظر آ رہے تھے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: خدا آپ کو خوش حال کرے اور اس دن (قیامت) خوشخبری سنائے۔

آپؐ نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! کیا آپؑ رقم دینے کے لیے عربی کو ڈھونڈ رہے ہیں؟

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: جی ہاں، بخدا! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! اُونٹ بیچنے والا جبرئیل، اور خریدار میکائیل

تھا اور وہ اُخرٹ جنتی اُخرٹ تھا اور درہم خدا کی طرف سے آپؑ کے لیے تھے۔ اس رقم کو خیر کے کاموں میں خرچ کرو اور تنگ دستی سے پریشان نہ ہو جاؤ۔ (بحار الانوار، ۴۱۔ امالی صدوق، ۳۸۲)

## امیر المومنینؑ کو کہاں سپرد خاک کیا گیا؟

ابن يزيد ، عن ابن أبي عمير ، عن رجاله قال: قيل للحسين بن علي عليهما السلام : أين دفنتم أمير المؤمنين عليه السلام؟ فقال : خرجنا به ليلاً على مسجد الأشعث حتّى خرجنا به إلى الظهر بجنب الغريين فدفناه هناك.

ابن ابی عمیر اپنے بعض راویوں سے نقل کرتے ہیں کہ (امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے دفن ہونے کے بعد) امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپؑ لوگوں نے امیر المومنینؑ کو کہاں دفن کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ہم رات کے وقت آپؑ کے جنازہ مبارک کو مسجد اشعث کی جانب لے کر گئے اور پشتِ کوفہ اور غری[1] کے پاس ایک نہر پر پہنچے اور وہیں پر آپؑ کے جسد اطہر کو سپرد خاک کیا۔ (الارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ، ۱۲۔ بحار الانوار، ۴۲/۲۳۳، حدیث ۴۲)

## آپ کو کیا ہو گیا ہے؟

روى: أنّ عليًا عليه السلام دخل الحمام ، فسمع صوت الحسن والحسين عليهما السلام فخرج إليهما فقال: ما لكما؟ فقالا : اتبعك هذا الفاجر ابن ملجم فظننا أنّه يغتالك.

---

[1] زمانہ جاہلیت میں نجف کو "غری" یا "غریین" کہتے تھے۔

فقال لهما : دعاه لا بأس.

روایت میں ہے کہ ایک دن امام علی علیہ السلام حمام میں داخل ہوئے اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی صدائیں سنیں تو آپؑ فرمانے لگے: تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟

دونوں شہزادوں نے عرض کیا: یہ بدکار فاجر ابن ملجم آپؑ کا تعاقب کر رہا تھا، ہم سمجھے کہ یہ آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، یہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ (بحار الانوار، ۴۲/ ۲۳۴، حدیث ۴۳)

...... ✲ ......

## فصل سوم

# قرآن مجید کے بارے میں سوالات

## آیت کریمہ "تم اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کرو" کے بارے میں سوال

الوشاء عن عاصم بن حميد عن عمرو بن أبي نصر قال: حدثني رجل من أهل البصرة قال: رأيت الحسين بن علي عليه‌السلام و عبد الله بن عمر يطوفان بالبيت ، فسألت ابن عمر فقلت : قول الله: ﴿ وَ أَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾ .

قال: أمره أن يحدث بما أنعم الله عليه.

ثم إنّي قلت للحسين بن علي عليه‌السلام : قول الله: ﴿ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾.

عمر بن ابی نصر کا بیان ہے کہ اہالیانِ بصرہ میں سے ایک شخص نے کہا:

ایک دن میں نے امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن عمر کو طواف کعبہ کرتے دیکھا۔ میں نے عبداللہ عمر سے اس آیہ کریمہ وَ أَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (سورۂ ضحیٰ، آیہ ۱۱) یعنی "تم اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کرو" کے بارے میں پوچھا کہ اس کا مقصد کیا ہے؟

عبداللہ بن عمر نے کہا: خداوند عالم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ جو بھی اللہ نے اسے نعمتیں دی ہیں، انھیں بیان کرے۔

راوی کہتا ہے: میں نے یہی سوال امام حسین علیہ السلام سے پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ جو دینی نعمتیں انسان کو عطا کی گئی ہیں انہیں لوگوں کے لیے بیان کرے۔ (المحاسن، ۲۱۸۔ بحار الانوار ۲۴/۲۶۳)

## آیہ کریمہ "سورج اور اس کی روشنی کی قسم" کے بارے میں سوال

عليّ بن محمّد بن عمر الزهري معنعناً عن أبوجعفر عليه السلام قال: قال الحارث الأعور للحسين بن علي عليهما السلام: يابن رسول الله! جعلت فداك، أخبرني عن قول الله في كتابه المبين: ﴿ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ﴾.

قال: ويحك يا حارث! ذٰلك محمّد رسول الله صلى الله عليه وآله.

قال: قلت: ﴿ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا ﴾.

قال: ذاك أمير المؤمنين عليّ بن أبي طالب عليه السلام، يتلو محمّداً صلى الله عليه وآله.

قال: قلت قوله: ﴿وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّاهَا﴾.

قال: ذٰلك القائم من آل محمّد عليهم السلام يملأ الأرض عدلاً وقسطاً.

﴿ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا ﴾ بنو أميّة.

قال ابن عبّاس: قال رسول الله صلى الله عليه وآله: بعثني الله نبيًّا فأتيت بني أُميّة، فقلت: يابني أُميّة! إنّي رسول الله إليكم.

قالوا: كذبت ما أنت برسول الله.

قال: ثمّ ذهبت إلى بني هاشم فقلت: يابني هاشم!

إنی رسول الله إليكم.

فآمن بی مؤمنهم ، منهم أمير المؤمنين علیّ بن أبی طالب عليه‌السلام ، وحمانی أبوطالب.

قال ابن عبّاس: قال رسول الله صلى‌الله‌عليه‌وآله : ثمّ بعث الله جبرئيل بلوائه فركزها فی بنی هاشم ، وبعث إبليس بلوائه فركزها فی بنی أُميّة فلا يزالون أعداء نا، وشيعتهم أعداء شيعتنا إلى يوم القيامة.

علی بن محمد بن حسن زہری اسناد کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

حارث اعور نے امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ پر قربان جاؤں مجھے قرآن مجید کی اس آیہ کریمہ یعنی وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (سورۂ شمس، آیہ ۱) "سورج اور اس کی روشنی کی قسم" کے بارے میں بتائیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے حارث! تم پر افسوس ہے۔ سورج سے مراد رسولِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

میں نے عرض کیا: اس کے بعد والی آیہ کریمہ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا یعنی "اور چاند کی قسم جب وہ اس کے پیچھے چلے"۔ میں چاند سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں جو رسولؐ خدا کے بعد آتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: اس آیہ کریمہ وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّاهَا یعنی "اور دن کی قسم جب وہ روشنی بخشے" سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد قائم آلِ محمدؑ کی ذاتِ گرامی ہے جو زمین کو عدل و

انصاف سے پُر کردیں گے اور اس کے بعد والی آیہ کریمہ وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰھَا یعنی "اور رات کی قسم جب وہ اسے ڈھانپ لے" سے مراد بنواُمیہ ہیں۔

ابن عباس کہتے ہیں رسولؐ خدا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب مجھے نبوت عطا فرمائی تو میں بنواُمیہ کے پاس گیا اور انہیں بتایا کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ انہوں نے کہا: تم جھوٹ بول رہے ہو، تم ہرگز پیغمبرؐ خدا نہیں ہو سکتے۔

اس کے بعد میں بنوہاشم کے پاس گیا اور ان سے کہا: میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں (یہ سن کر) ان میں سے مومنوں نے ایمان قبول کرلیا۔ حضرت امیرالمومنین علیؑ بھی ان میں سے ایک تھے اور حضرت ابوطالبؑ نے میری (بھرپور) حمایت کی۔

ابن عباس کہتا ہے: رسولؐ خدا نے فرمایا: اسی دوران خداوند عالم نے جبرائیلؑ امین کے ذریعے پرچم اسلام بھیجا اور اسے بنوہاشم کے درمیان زمین میں گاڑ دیا۔ اور شیطان نے اپنا پرچم بنواُمیہ کے درمیان لگا دیا۔ اسی وجہ سے وہ لوگ مسلسل میرے دشمن رہے اور روزِ قیامت تک ان کے پیروکار ہمارے پیروکاروں کے دشمن رہیں گے۔
(تفسیر فرات، ۲۱۱ اور ۲۱۳، ر، ک۔ بحارالانوار، ۲۴/۷۹، حدیث ۲۰)

## بستر پر مرنے والے شیعہ کس طرح صدیق اور شہید ہیں؟

وقال زيد بن أرقم : قال الحسين بن علي علیہ السلام : ما من شيعتنا إلا صدّيق شهيد.

قلت : أنّى يكون ذٰلك وهم يموتون على فرشهم؟

فقال: أما تتلو كتاب الله : ﴿وَالَّذِيْنَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ.

ثم قال علیہ السلام : لولم تكن الشهادة إلا لمن قتل بالسيف ،

لأقلّ الله الشهداء.

زید بن ارقم کہتا ہے: امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے شیعہ صدیق اور شہید ہیں۔ میں نے عرض کیا: بستر پر فوت ہونے کے وقت کیسے ممکن ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے قرآنِ مجید نہیں پڑھا جہاں خالق کائنات ارشاد فرما رہا ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ (سورۃ حدید، آیہ ۱۹)

یعنی ''اور جو لوگ اللہ اور رسولؐ پر ایمان لائے وہی خدا کے نزدیک صدیق اور شہید کا درجہ رکھتے ہیں''۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: لولم تکن الشهادة إلّا لمن قتل بالسيف یعنی ''اگر شہادت صرف تلوار کے ذریعے قتل ہونے والوں کو کہا جاتا ہے تو شہید بہت کم لوگ ہوں گے''۔ (بحارالانوار، ۱۷۳/۷۹)

## جو پورا قرآن نہ پڑھے اس کی جزا کتنی ہے؟

روی بشر بن غالب الأسدی عن الحسين بن علي علیہ السلام:

من قرء آية من كتاب الله في صلاته قائماً يكتب له بكلّ حرف مائة حسنة ، فان قرأها في غير صلاة كتب الله له بكلّ حرف عشراً ، فان استمع القرآن كان له بكلّ حرف حسنة و إن ختم القرآن ليلاً صلّت عليه الملائكة حتّى يصبح ، و إن ختمه نهاراً صلّت عليه الحفظة حتّى يمسى ، وكانت له دعوة مستجابة ، وكان خيراً له ممّا بين السماء والأرض.

قلت: هذا لمن قرأ القرآن فمن لم يقرأه؟

قال: يا أخا بني أسد إنّ الله جواد ماجد كريم، إذا قرء ما معه أعطاه الله ذلك.

بشر بن غالب اسدی کہتا ہے: امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

جو بھی نماز کی حالت میں ایک قرآن مجید کی آیت کھڑے ہو کر پڑھے تو ہر لفظ کے عوض خداوند عالم اس کے نامۂ اعمال میں ایک سو نیکیاں لکھتا ہے۔ اور اگر نماز کے علاوہ (قرآن مجید) پڑھے تو ہر حرف کے عوض اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھتا ہے۔ اور اگر قرآن کو سنے تو ہر حرف کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اگر رات کے وقت قرآن مجید کو ختم کرے تو صبح تک فرشتے اس کے لیے رحمت نازل کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر اسے دن کے وقت ختم کرے تو (پورے دن میں) نگہبان فرشتے شام تک اس پر رحمت نازل کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کی ایک دعا مستجاب فرماتا اور اس کے لیے یہ ختم قرآن ہر اس چیز سے بہتر ہوگا جو کہ زمین و آسمان کے درمیان موجود ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: یہ جزا اس کے لیے ہے جو پورے قرآن مجید کی تلاوت کرے اور اگر کوئی پورے قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے تو؟ (اس کے لیے کیا جزا ہوگی؟)

آپ نے فرمایا: اے اسدی بھائی! خداوند بخشنے والا بہت بزرگوار اور کریم ہے جو بھی جتنا قرآن پڑھے اسے اتنی ہی جزا عطا فرمائے گا۔

## اے حسینؑ! اس مرد کے سوال کے جواب دو

العدّة عن سهل وعليّ بن إبراهيم عن أبيه جميعاً عن ابن محبوب عن عبدالله بن غالب عن أبيه عن سعيد بن المسيّب قال:

سمعت عليّ بن الحسين عليه السلام يقول: إنّ رجلا جاء إلى أمير المؤمنين عليه السلام فقال: أخبرني إنّ كنت عالماً ، عن الناس ، وعن أشباه الناس وعن النسناس.

فقال أمير المؤمنين عليه السلام : ياحسين! أجب الرجل.

فقال الحسين عليه السلام : أمّا قولك : أخبرني عن الناس ، فنحن الناس ، ولذلك قال الله تبارك وتعالٰى ذكره في كتابه: ﴿ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾ فرسول الله صلى الله عليه وآله الذى أفاض بالناس.

و أمّا قولك : أشباه الناس ، فهم شيعتنا وهم موالينا ، وهم منّا ولذلك ، قال إبراهيم صلى الله عليه: ﴿فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي﴾.

و أمّا قولك : النسناس ، فهم السواد الأعظم ، وأشار بيده إلى جماعة الناس.

ثمّ قال: ﴿إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا﴾.

قال العلّامة المجلسي: قال الجزري: النسناس قيل: هم يأجوج ومأجوج.

وقيل : خلق على صورة الناس أشبهوهم في شيئ وخالفوهم في شيئ وليسوا من بني آدم.

وقيل : هم من بني آدم ، ومنه الحديث: ﴿إنّ حيًّا من عاد عصوا رسولهم فمسخهم الله نسناساً لكل رجل منهم يد ورجل من شق واحد، ينقرون كما

ینقر الطائر، ویرعون کما ترعی البهائم﴾.

سعید بن مسیب کا بیان ہے میں نے چوتھے امام زین العابدین علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا، آپؑ فرما رہے تھے: ایک دن ایک شخص امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:

اگر آپؑ دانشمند ہیں تو مجھے لوگوں، لوگوں کے مشابہ اور نسناس کے معنی بتائیں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام اپنے فرزند امام حسین علیہ السلام کی جانب مخاطب ہو کر فرمانے لگے:

اے حسینؑ! اس شخص کے سوالوں کے جواب دو۔

امام حسینؑ نے فرمایا: "لوگوں" سے مراد ہم ہیں اسی وجہ سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے:

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ

یعنی "پھر اسی جگہ سے جہاں سے لوگ کوچ کریں تم بھی کوچ کرو"۔ (سورۂ بقرہ، آیہ ۱۹۹)

اشباہ مردم (لوگوں کے مشابہ) سے مراد ہمارے شیعہ اور ہمارے دوست ہیں۔ وہ ہم میں سے ہیں اسی لیے جناب ابراہیمؑ نے کہا:

فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي (سورۂ ابراہیم، آیہ ۳۶)

یعنی "جو بھی میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے"۔

امام حسین علیہ السلام نے بعض لوگوں کی جانب اشارہ کر کے فرمایا: نسناس سے مراد دوسرے لوگ ہیں۔ پھر یہ آیہ کریمہ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيلًا (سورۂ فرقان، آیہ ۴۴) یعنی "یہ سب جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی کچھ زیادہ گمراہ

ہیں"، پڑھنے لگے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اس روایت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

جزری کہتا ہے کہا گیا ہے کہ "نسناس" سے مراد یاجوج ماجوج ہیں۔ نیز کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ مخلوق ہے جو بعض اعضاء میں انسان کے مشابہ ہے لیکن انسان نہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "نسناس" سے مراد لوگ ہیں۔

اسی وجہ سے حدیث میں ہے کہ: "قوم عاد میں سے کچھ لوگوں نے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں "نسناس" کی صورت میں مسخ کر دیا۔ (امام حسن مجتبیٰ کے حصہ میں بھی یہ روایت ہے، شاید دونوں شہزادوں سے جداگانہ سوال ہوا ہو۔ مترجم)

ان لوگوں کے جسم میں صرف ایک ہاتھ اور ایک پاؤں ہوتا ہے۔ یہ پرندوں کی طرح چونچ سے کھاتے اور جانوروں کی طرح چراگاہوں میں جاتے ہیں۔ (النہایہ، ۱۵۰/۴۔ بحارالانوار، ۹۵/۲۴، حدیث۲)

------ ✿ ------

maablib.org

## فصل چہارم

# امام حسینؑ کے معجزات کے بارے میں سوالات

### میرا مرض مانع ہوا!

محمّد بن الحسين ، عن موسٰى بن سعدان ، عن عبدالله بن القاسم ، عن صباح المزني ، عن صالح بن ميثم الأسدي قال : دخلت أنا وعباية بن ربعي على امرأة في بني والبة احترق وجهها من السجود.

فقال لها عباية: ياحبابة! هذا ابن أخيك؟

قالت : وأي أخ؟

قال: صالح بن ميثم.

قالت : ابن أخي والله! حقًا يا ابن أخي! ألا احدثك حديثا سمعته من الحسين بن علي؟

قال : قلت : بلى ياعمّة!

قالت: كنت زوارة الحسين بن علي عليه السلام قالت: فحدث بين عيني وضح فشق ذلك علي واحتبست عليه أياما فسأل عني ما فعلت حبابة الوالبية؟

فقالوا : إنّها حدث بها حدث بين عينيها.

فقال لأصحابه: قوموا إليها.

فجاء مع أصحابه حتّٰی دخل علی وأنا فی مسجدی هذا.

فقال: یاحبابة! ما أبطأبك علی؟

قلت: یا ابن رسول الله! حدث هذا بی.

قالت: فکشفت القناع فتفل علیه الحسین بن علیؑ.

فقال: یاحبابة! أحدثی لله شکراً فان الله قد درء عنك.

قالت : فخررت ساجدة.

قالت : فقال : یا حبابة ارفعی رأسك وانظری فی مراء تك قالت: فرفعت رأسی فلم أحس منه شیئًا

قالت: فحمدت الله.

صالح بن میثم اسدی کہتا ہے: میں عبایہ بن ربعی کے ساتھ بنو والبہ کی اس عورت کے پاس گیا جس کا چہرہ کثرت سجود کی وجہ سے جلا ہوا تھا۔ عبایہ نے اس خاتون سے کہا: اے حبابہ! یہ تمہارا بھتیجا ہے۔

اس نے پوچھا: میرا کون سا بھتیجا؟

میں نے کہا: یہ صالح بن میثم ہے۔

حبابہ نے کہا: جی ہاں، بخدا یہ میرا ہی بھتیجا ہے۔ اے بھتیجے! کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے لیے ایسا امام حسینؑ کا معجزہ بیان کروں جو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

اس خاتون نے کہا: میں اکثر اوقات امام حسینؑ کی زیارت کے لیے جایا کرتی تھی لیکن اتفاقاً میری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک سفیدی ظاہر ہوئی اور یہ بیماری میرے لیے مشکل ہوگئی جس کی وجہ سے کچھ دن میں امام حسینؑ کی زیارت کے لیے نہ

جا سکی۔

امام حسینؑ نے کچھ لوگوں سے میرے بارے میں پوچھا تو انہوں نے آپؑ کو بتایا کہ حبابہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک مرض لاحق ہوا ہے۔

امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: چلو حبابہ کے پاس چلتے ہیں۔ آپؑ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ میرے پاس تشریف لے کر آئے۔ اس وقت میں اسی جگہ پر نماز میں مشغول تھی۔

امام حسینؑ نے مجھ سے فرمایا: اے حبابہ! تم ہمارے پاس دیر سے کیوں آئی ہو۔

میں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! اس بیماری کی وجہ سے آپؑ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکی۔ میں نے اپنی چادر کو اُوپر کیا تو امام حسینؑ نے اپنا لعاب دہن اس مقام پر لگایا اور فرمانے لگے:

اے حبابہ! خدا کا شکر ادا کرو کیونکہ خدا نے تمہیں اس بیماری سے شفایاب کر دیا ہے۔ میں (شکرانہ کے طور پر) سجدے میں چلی گئی۔ اس کے بعد آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اپنا سر بلند کرو اور آئینہ میں دیکھو۔

میں نے اپنا سر بلند کیا اور دیکھا تو مجھے بیماری کا کوئی بھی نشان نظر نہ آیا۔ میں نے شکرِ خدا ادا کیا۔ (بحار الانوار، ۴۴/۱۸۰، حدیث ۱)

## اے میرے مولاؑ! جو بھی حکم دینا چاہیں دے دیں

روی عن أبی خالد الکابلی، عن یحیی بن أمّ الطویل

قال: کنا عند الحسین علیه السلام إذ دخل علیه شاب یبکی،

فقال له الحسین: ما یبکیك؟

قال: إن والدتی توفیت فی هذه الساعة ولم توص،

ولها مال وکانت قد أمرتنی أن لا احدث فی أمرها

شيئاً حتّى اعلمك خبرها.

فقال الحسين عليه السلام : قوموا حتّى نصير إلى هذه الحرة.

فقمنا معه حتّى انتهينا إلى باب البيت الّذى توفيت فيه المرأة مسّجاة.

فأشرف على البيت ، ودعا الله ليحييها حتّى توصى بما تحب من وصيتها فأحياها الله.

و إذا المرأة جلست وهى تتشهد ، ثمّ نظرت إلى الحسين عليه السلام فقالت: ادخل البيت يامولاى ومرنى بأمرك.

فدخل وجلس على مخدة ثمّ قال لها : وصى يرحمك الله!

فقالت : يابن رسول الله! لى من المال كذا وكذا فى مكان كذا كذا فقد جعلت ثلثه إليك لتضعه حيث شئت من أوليائك ، والثلثان لابنى هذا إن علمت أنّه من مواليك وأوليائك ، و إن كان مخالفاً فخذه إليك فلا حقّ فى المخالفين فى أموال المؤمنين.

ثمّ سألته أن يصلّى عليها و أن يتولّى أمرها ، ثمّ صارت المرأة ميتة كما كانت.

یحییٰ بن اُم طویل کا بیان ہے، ایک دن میں امام حسینؑ کی خدمت میں موجود تھا۔ ایک جوان نے آپؑ کے پاس حاضر ہو کر گریہ کرنا شروع کر دیا۔ امام حسینؑ نے اس سے رونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا: چند لمحے قبل میری ماں بغیر وصیت کے فوت ہوگئی ہے۔ میری ماں کے پاس بہت زیادہ مال و دولت ہے، اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک میں آپؑ کو اس کے بارے میں نہ بتا دوں اس مال میں تصرف

نہیں کر سکتا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: چلو اس عورت کے پاس چلتے ہیں، ہم آپؑ کے ہمراہ چل پڑے اور اس گھر کے دروازے پر آئے جہاں اس عورت کا جنازہ پڑا ہوا تھا۔ آپؑ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی کہ یہ عورت زندہ ہو کر اپنی مرضی سے جو بھی وصیت کرنا چاہے، کرے۔ اچانک وہ عورت اُٹھ کھڑی ہوئی اور پھر بیٹھ کر اللہ کی وحدانیت کی گواہی دینے لگی۔

اس کے بعد امام حسینؑ کی جانب مخاطب ہو کر کہا: اے میرے مولاؑ! گھر میں داخل ہو کر جو بھی حکم دینا چاہیں مجھے دے دیں۔

امام حسینؑ واردِ خانہ ہو کر بیٹھ گئے اور پھر اس عورت سے فرمانے لگے: خدا تم پر رحمت نازل فرمائے، وصیت کرو۔

اس عورت نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! فلاں جگہ پر میری اتنی دولت موجود ہے، اس کا ایک حصّہ میں آپ کے حوالے کرتی ہوں۔ آپ وہ حصّہ اپنے دوست واحباب کو عطا فرمائیں۔ اور اگر یہ میرا بیٹا آپؑ کے دوست واحباب میں سے ہے تو میں اپنے مال کے دو حصّے اسے دیتی ہوں لیکن اگر یہ آپ کے مخالفوں میں سے ہے تو وہ دو حصّے بھی آپ استعمال کر سکتے ہیں کیونکہ مخالف، مومنوں کے مال و دولت پر کوئی حق نہیں رکھتے۔ اس کے بعد اس عورت نے امام حسینؑ سے تقاضا کیا کہ آپ میرا نمازِ جنازہ پڑھائیں اور میرے دیگر امور کی سرپرستی فرمائیں۔

اس کے بعد، وہ عورت مر گئی جس طرح پہلے مر چکی تھی۔ (بحارالانوار، ۴۴/۱۸۰ اور ۱۸۱، حدیث ۳)

## آپ نے مجھے کیوں ہدف قرار دیا؟

روی عن مندل بن ھارون بن صدقۃ، عن الصادق علیہ السلام

عن آبائه علیهم السلام قال:
إذا أراد الحسين عليه السلام أن ينفذ غلمانه في بعض أموره
قال لهم : لا تخرجوا يوم كذا اخرجوا يوم كذا ، فانكم
إن خالفتموني قطع عليكم.
فخالفوه مرّة ، وخرجوا فقتلهم اللصوص وأخذوا ما
معهم ، واتّصل الخبر إلى الحسين عليه السلام فقال: لقد
حذّرتهم ، فلم يقبلوا منّي.
ثمّ قام من ساعته ودخل على الوالي ، فقال الوالي :
بلغني قتل غلمانك فآجرك الله فيهم.
فقال الحسين عليه السلام : فانّي أدلّك على من قتلهم فاشدد
يدك بهم.
قال: أو تعرفهم يا ابن رسول الله!
قال: نعم ، كما أعرفك ، وهذا منهم ، فأشار بيده إلى
رجل واقف بين يدي الوالي.
فقال الرجل : ومن أين قصدتني بهذا؟ ومن أين
تعرف أنّي منهم؟
فقال له الحسين عليه السلام : إن أنا صدقتك تصدّقني؟
قال: نعم ، والله لأصدّقنّك.
فقال : خرجت ومعك فلان وفلان وذكرهم كلّهم ،
فمنهم أربعة من موالي المدينة ، والباقون من
جيشان المدينة.

فقال الوالي : وربِّ القبر والمنبر ، لتصدقني أو لأهرقنّ لحمك بالسياط.

فقال الرجل : والله ما كذب الحسين ولصدق ، وكانّه كان معنا.

فجمعهم الوالي جميعًا ، فأقرّوا جميعاً ، فضرب أعناقهم.

ہارون بن صدقہ کہتا ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباء و اجداد سے نقل کیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام جب بھی اپنے غلاموں کو کسی کام کے لیے بھیجتے تو ان سے کہتے: فلاں دن نہ جانا بلکہ فلاں دن جانا۔ اگر تم لوگوں نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی تو ڈاکو تم پر حملہ آور ہوں گے۔

ایک دن غلاموں نے آپؑ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور جس دن کے بارے میں آپؑ نے فرمایا تھا، اس کے علاوہ دوسرے دن خارج ہوئے۔ اچانک ان پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا جس کی وجہ سے غلام قتل ہوئے اور ان کا مال بھی ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ یہ خبر جب امام حسین علیہ السلام تک پہنچی تو آپؑ نے فرمایا:

میں نے انہیں روکا تھا لیکن انہوں نے میری بات قبول نہ کی۔ اس کے بعد آپ فوراً اُٹھے اور حاکمِ شہر کے پاس آئے۔ حاکم نے کہا: میں نے سنا ہے کہ آپ کے غلاموں کو قتل کیا گیا ہے۔ خدا آپ کو اس کی جزا عطا فرمائے گا!

امام حسینؑ نے حاکم سے فرمایا: میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں بتاتا ہوں جنہوں نے انہیں قتل کیا ہے اور تم ان کو سزا دو۔

حاکم نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، جس طرح تم کو پہچانتا ہوں یہ مرد جو کہ اس وقت آپؑ کے پاس موجود ہے، یہ بھی ان ڈاکوؤں میں سے ہے۔ اس شخص نے امام حسینؑ سے کہا:

آپؑ نے مجھے ہدف کیوں قرار دیا؟ آپ کو کیسے پتہ ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ تھا؟

امام حسینؑ نے فرمایا: اگر میں بتاؤں تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟

اس نے کہا: جی ہاں، خدا کی قسم!

امام حسینؑ نے فرمایا: تم فلاں اور فلاں شخص کے ساتھ نکلے تھے۔ آپؑ نے سارے لوگوں کے نام بتا دیے اور پھر فرمانے لگے: ان میں سے چار آدمی مدینے کے غلاموں میں سے اور باقی لشکر میں سے تھے۔

حاکم نے اس شخص سے کہا: مجھے صاحب قبر اور صاحب ممبر (رسولؐ اللہ) کی قسم! سچ سچ بتاؤ ورنہ تمہارے جسم سے گوشت کو اکھاڑ لوں گا۔

اس شخص نے کہا: خدا کی قسم! حسینؑ نے جھوٹ نہیں بولا، بلکہ سب کچھ سچ کہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ گویا امام حسینؑ ہمارے ساتھ تھے۔ حاکم نے سب کو اپنے پاس حاضر کیا اور جب انہوں نے اقرار جرم کر لیا تو اس نے ان سب کو قتل کر دیا۔ (بحار الانوار، ۴۴/۱۸۱ و ۱۸۲، حدیث ۵)

## میں فلاں عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں!

فی "الخرائج" : روی أنّ رجلاً صار إلی الحسین علیه السلام

فقال: جئتك أستشیرك فی تزویجی فلانة.

فقال : لا أحبّ ذلك ، وكانت كثیرة المال.

وكان الرجل أیضاً مكثراً ، فخالف الحسین علیه السلام

فتزوّج بها.

فلم یلبث الرجل حتّی افتقر.

فقال له الحسین علیه السلام : قد أشرت إلیك ، فخلّ سبیلها

فانّ الله یعوّضك خیراً منها. ثمّ قال : وعلیك بفلانة.

فتزوّجها فما مضت سنة حتّى كثر مـ له ، وولدت له
ذكراً وانثى ورأى منها ما أحبّ.

کتاب ''خرائج'' میں منقول ہے کہ ایک شخص امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگا: میں اس ثروت مند عورت سے ازدواج کے سلسلے میں آپؑ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میری نظر میں یہ ازدواج صحیح نہیں ہے۔ وہ شخص جو کہ خود بھی مال دار تھا، اس نے امام حسینؑ کے مشورہ پر عمل نہ کیا اور اس عورت سے شادی کرلی۔ ابھی ان کی شادی کو تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ وہ مرد مفلس ہوگیا۔

امام حسینؑ نے اس شخص سے فرمایا: میں نے تجھے کہا تھا لیکن تم نے میری بات پر عمل نہ کیا۔ ابھی اس عورت کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ اس سے بہتر تجھے عطا فرمائے گا۔

اسی وقت آپؑ نے فرمایا: جاؤ اور فلاں عورت سے نکاح کرلو۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور ایک سال کے بعد اسی طرح ثروت مند بن گیا۔ اللہ نے اسے اس عورت سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی عطا فرمائی۔ (بحارالانوار، ۴۴/۱۸۲، حدیث ۶)

## کیا بخار آپ سے فرار ہوتا ہے؟

زرارة بن أعين قال: سمعت أبا عبدالله عليه السلام يحدث
عن آبائه عليهم السلام :
انّ مريضاً شديد الحمّى عاده الحسين عليه السلام ، فلمّا دخل
من باب الدار طارت الحمّى عن الرجل.
فقال له: رضيت بما اوتيتم به حقًا حقًا ، والحمّى
تهرب عنكم؟
فقاله له الحسين عليه السلام : والله ! ما خلق الله شيئًا إلّا

وقد أمره بالطاعة لنا.

قال : فاذا نحن نسمع الصوت ولا نرى الشخص ،

يقول: لبيك.

قال: أليس أمير المؤمنين أمرك أن لا تقربي إلّا عدوّاً،

أو مذنباً لكي تكوني كفّارة لذنوبه ، فما بال هذا؟

فكان المريض عبد اللّٰه بن شدّاد بن الهاد الليثي.

زرارہ کہتا ہے: امام صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

ایک دن امام حسین علیہ السلام، عبداللہ بن شداد بن ہاد کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ جب آپؑ اس شخص کے گھر میں داخل ہوئے تو اس کا بخار ختم ہو گیا۔ اس شخص نے امام حسینؑ سے عرض کیا: میں اس مقام و منزلت پر راضی ہوں جو رب العزت نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ آپ کو دیکھ کر بخار بھی فرار ہو جاتا ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: خدا نے جو بھی چیز خلق فرمائی ہے، اسے ہمارے امر کا مطیع و فرمانبردار قرار دیا ہے۔

راوی کہتا ہے: ہم نے اچانک آوازیں سنیں لیکن کوئی ہمیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہم نے کسی کو "لبیک" کہتے ہوئے سنا۔

امام حسینؑ نے بخار سے فرمایا: کیا امیر المومنینؑ نے تم سے یہ نہیں فرمایا کہ تم کافر اور گناہگار جس کے گناہوں کو کفارہ بن جاؤ گے، کے علاوہ کسی اور پر مسلط نہیں ہو گے؟ اس آدمی کا گناہ کیا ہے؟

## ان دونوں نے کیسا کام کیا ہے؟

محمّد بن الحسين ، عن الحكم بن مسكين ، عن

أیوب بن أعین ، عن أبی عبد الله علیه السلام قال:

إنّ امرأة کانت تطوف، وخلفها رجل ، فأخرجت ذراعها فقال بیده حتّی وضعها علی ذراعها ، فأثبت الله ید الرجل فی ذراعها حتّی قطع الطواف.

وأرسل إلی الأمیر ، واجتمع الناس ، وأرسل إلی الفقهاء ، فجعلوا یقولون : اقطع یده فهو الّذی جنی الجنایة.

فقال: هاهنا أحد من ولد محمّد رسول الله صلی الله علیه وآله؟

فقالوا : نعم ، الحسین بن علی علیه السلام قدم اللیلة.

فأرسل إلیه فدعاه.

فقال : انظر ما لقی ذان؟

فاستقبل الکعبة ورفع یدیه ، فمکث طویلًا یدعو ثمّ جاء إلیهما حتّی خلص یده من یدها.

فقال الأمیر: ألا تعاقبه بما صنع؟

قال : لا.

ایوب بن اعین کہتا ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک دن ایک عورت طواف میں مشغول تھی، ایک مرد بھی اس کے پیچھے تھا۔ اس عورت نے اپنے ہاتھ کے جوڑ کو ظاہر کیا اور اس مرد نے اپنا ہاتھ اس عورت کے ہاتھ کے جوڑ پر رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کے ہاتھ کو عورت کے ہاتھ سے جوڑ کے ساتھ چسپ کر دیا۔ اس صورت حال میں اس مرد نے اپنا طواف توڑ دیا!

جب یہ واقعہ حاکم شہر کو بتایا گیا اور بہت سارے لوگ جمع ہوئے تو فقہاء سے

اس مسئلہ کا حل دریافت کیا گیا۔ فقہاء نے فتویٰ دیا کہ اس مرد کا ہاتھ کاٹنا چاہیے کیوں کہ اس نے گناہ کیا ہے۔

حاکم نے کہا: کیا حضور اکرمؐ کے فرزندوں میں سے کوئی یہاں موجود ہے؟

کہا گیا: جی ہاں، کل رات امام حسینؑ تشریف لائے ہیں۔

حاکمِ شہر نے ایک شخص کو امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا، جب آپ تشریف لائے تو اس نے آپؑ سے کہا: دیکھیں انہوں نے کیسا بُرا کام کیا ہے؟

امام حسینؑ نے کعبہ کی جانب رُخ کر کے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کر لیے، آپ بڑی مدت تک اسی حالت میں مشغولِ دعا رہے۔ اس کے بعد آپؑ نے اپنا رخ اس مرد اور عورت کی جانب موڑ لیا جس کی وجہ سے اس مرد کا ہاتھ عورت کے ہاتھ سے جدا ہو گیا۔

حاکم نے کہا: کیا اس کام کی وجہ سے آپ اس مرد کو سزا نہیں دیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ (بحار الانوار، ۴۴/۱۸۳، حدیث ۱۰)

## اپنے فضائل بیان فرمائیں؟

روی عبدالعزیز بن كثير: أنّ قوماً أتوا إلى الحسين عليه السلام وقالوا: حدّثنا بفضائلكم.

قال: لا تطيقون وانحازوا عنّي لأشير إلى بعضكم فان أطاق سأحدّثكم فتباعدوا عنه فكان يتكلّم مع أحدهم حتى دهش ووله وجعل يهيم، ولا يجيب أحداً، وانصرفوا عنه.

عبدالعزیز ابن کثیر کہتا ہے کچھ لوگ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے:

آپؑ ہمارے لیے اپنے فضائل بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: تم لوگوں میں (فضائل) سننے کی طاقت نہیں ہے۔ تم سب مجھ سے دُور ہو جاؤ، صرف ایک آدمی کے لیے بیان کروں گا۔ اگر اس میں فضائل سننے کی طاقت ہوئی تو دوسروں کے لیے بھی بیان کروں گا۔ جب وہ سب امامؑ سے دُور ہو گئے تو آپؑ نے ان میں سے ایک جو موجود تھا، اسے اپنے فضائل بتانا شروع کیے۔ یہاں تک کہ وہ بہت حیران و پریشان ہو گیا۔ وہ اسی طرح حیران و پریشان رہا اور کسی کو بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا تو سب اُٹھ کر واپس چلے گئے۔ (بحارالانوار، ۴۴/۱۸۳، حدیث ۱۱)

## اے میرے مولاؑ! ایک بات آپؑ سے پوچھنا چاہتا ہوں!

الأصبغ بن نباتة قال: سألت الحسين عليه السلام فقلت: سيّدي أسألك عن شيئ أنا به موقن و إنّه من سرّ الله وأنت المسرور إليه ذلك السرّ.

فقال : يا أصبغ! أتريد أن ترى مخاطبة رسول الله صلى الله عليه وآله لأبي دون يوم مسجد قبا؟

قال : هذا الّذي أردت.

قال: قم.

فاذا أنا وهو بالكوفة ، فنظرت فاذا المسجد من قبل أن يرتد إلى بصري فتبسّم في وجهي ، ثمّ قال:

يا أصبغ! إنّ سليمان بن داود اعطي الريح غدوّها شهر ورواحها شهر ، وأنا قد اعطيت أكثر ممّا أعطي سليمان.

فقلت: صدقت والله يابن رسول الله!

فقال: نحن الّذين عندنا علم الكتاب ، وبيان ما فيه ، وليس عند أحد من خلقه ما عندنا لأنّا أهل سرّ الله.
فتبسّم في وجهي ، ثمّ قال : نحن آل الله و ورثة رسوله.
فقلت : الحمد لله على ذلك.
قال لي : ادخل.
فدخلت ، فاذا أنا برسول الله صلى الله عليه وآله محتبي في المحراب بردائه فنظرت فاذا أنا بأمير المؤمنين عليه السلام قابض على تلابيب الأعسر فرأيت رسول الله صلى الله عليه وآله يعضّ على الأنامل وهو يقول : بئس الخلف خلفتني أنت وأصحابك ، عليكم لعنة الله ولعنتي.

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں: میں نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مولاؑ! آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں جس کے بارے میں، خود میں یقین رکھتا ہوں اور وہ بات خدا کے رموز میں سے ایک راز ہے اور آپ بھی اس بات سے باخبر ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے اصبغ! تمہارا مقصد حضور اکرمؐ کی وہ گفتگو ہے جو آپؐ نے مسجد قبا میں حضرت ابوبکر کے ساتھ فرمائی تھی؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں! میرا یہی مقصد ہے۔

امام عالی مقامؑ نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ۔

اصبغ کہتا ہے: جب میں کھڑا ہوا تو دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کوفہ میں تھا اور مجھے مسجد نظر آ رہی تھی۔ امام حسینؑ میری جانب دیکھ کر مسکرانے لگے اور پھر

فرمایا: اے اصبغ! اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو ہوا پر اختیار عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے حضرت سلیمانؑ دن میں ایک مہینہ جتنا سفر کر لیا کرتے تھے اور رات میں بھی ایک ماہ جتنا سفر طے کرتے تھے۔ مجھے حضرت سلیمانؑ سے زیادہ عطا کیا گیا ہے۔

میں نے عرض کیا: ہاں! اے فرزندِ رسولؐ! آپ درست فرما رہے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: پورے قرآن مجید کا علم و دانش اور مطالب کا بیان کرنا ہمارے پاس ہے۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے کسی اور کے پاس نہیں کیونکہ ہم اہل بیتؑ، اللہ کے راز کے اہل ہیں۔ اس کے بعد میری جانب رُخ کر کے پھر مسکرانے لگے اور فرمایا:

ہم آلِ اللہ، اور اس کے رسولؐ کے (حقیقی) وارث ہیں۔

میں نے کہا: خدا کا شکر ہے، اس کے بعد آپؑ نے مجھ سے فرمایا: مسجد کے اندر داخل ہو جاؤ۔ جب میں داخلِ مسجد ہوا تو مجھے حضور اکرمؐ نظر آئے جو محراب کے درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت علیؑ کے ہاتھ میں آپؐ کے ساتھی کا گریبان تھا۔ حضور اکرمؐ انگشتِ عبرت اپنے دانتوں میں لیے ہوئے اُن سے فرما رہے تھے:

بئس الخلف خلفتني انت واصحابك ، عليكم لعنة الله ولعنتي

یعنی ''میرے بعد تم اور تمہارے دوسرے دوست بدترین خلیفہ تھے، اللہ تعالیٰ اور میری لعنت ہو تم پر''۔ (بحار الانوار، ۴۴/۱۸۴)

## کاش! آپ سوار ہو جاتے!

من كتاب "الدلائل" لعبد الله بن جعفر الحميري باسناده إلى أبي عبد الله علیہ السلام قال:

خرج الحسين بن علي علیہما السلام إلى مكّة سنة ماشياً

فورمت قدماه ، فقال له بعض مواليه: لو ركبت

ليسكن عنك هذا الورم.

فقال : كلا إذا أتينا هذا المنزل ، فانه يستقبلك أسود

ومعه دهن فاشتره منه ولا تماكسه.

فقال له مولاه: بأبي أنت و أمي! ما قدامنا منزل فيه

أحد يبيع هذا الدواء؟

فقال : بلى ، أمامك دون المنزل.

فسار ميلاً ، فاذا هو بالأسود ، فقال الحسين عليه السلام

لمولاه: دونك الرجل فخذ منه الدهن.

فأخذ منه الدهن ، وأعطاه الثمن.

فقال له الغلام : لمن أردت هذا الدهن؟

فقال : للحسين بن علي عليهما السلام.

فقال : انطلق به إليه.

فصار الأسود نحوه فقال : يابن رسول الله! انى

مولاك لا آخذ له ثمناً ولكن ادع الله أن يرزقني ولداً

ذكراً سويًا يحبكم أهل البيت ، فاني خلفت امرأتي

تمخض.

فقال : انطلق إلى منزلك ، فانّ الله قد وهب لك ولداً

ذكراً سويًا.

فولدت غلاماً سوياً. ثمّ رجع الأسود إلى الحسين عليه السلام

ودعا له بالخير بولادة الغلام له ، و إنّ الحسين عليه السلام

قد مسح برجلیه فما قام من موضعه حتّٰی زال ذٰلک الورم.

کتاب الدلائل میں عبداللہ بن جعفر سے اس طرح نقل ہوا ہے، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک سال امام حسینؑ پاپیادہ مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے، پیادہ چلنے کی وجہ سے آپؑ کے پاؤں زخمی ہو گئے (یہ حالت دیکھ کر) آپؑ کے ایک غلام نے عرض کیا:

کاش آپؑ سوار ہوتے تا کہ آپؑ کا یہ زخم ٹھیک ہو جاتا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اس طرح ہرگز نہیں ہوسکتا۔

جس وقت ہم اگلی منزل پر پہنچیں گے ایک سیاہ چہرے والا آدمی روغن لیے تیرے استقبال کو آئے گا تم وہ روغن (تیل) خرید کرنا اور اس کی قیمت دینے میں دیر نہ کرنا۔

غلام عرض کرنے لگا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آگے کوئی منزل نہیں ہے، جہاں کوئی اس قسم کی دوا بیچے؟

امامؑ نے فرمایا: کیوں نہیں تیرے آگے ایک منزل ہے، ایک میل سفر طے کرنے کے بعد غلام نے ایک سیاہ چہرے والا آدمی دیکھا۔ امام حسینؑ نے اسے کہا: یہ وہی آدمی ہے جس کے بارے میں تمہیں میں نے بتایا تھا۔ اس سے دوا لے لو۔

غلام نے اس شخص سے دوا لے کر اس کی قیمت دے دی۔

اس شخص نے کہا: تم یہ روغن (تیل) کس کے لیے خرید رہے ہو؟

غلام نے کہا: حسینؑ ابن علیؑ کے لیے۔

اس شخص نے کہا: مجھے ان کے پاس لے کر چلو۔

جس وقت وہ شخص امام حسینؑ کے پاس آیا تو کہنے لگا:

اے فرزندِ رسولؐ! میں آپؑ کا غلام ہوں۔ اس روغن کے پیسے نہیں لوں گا۔ صرف آپؑ دعا فرمائیں کہ خدا مجھے صحیح و سالم بیٹا عطا فرمائے۔ جو آپؑ اہلِ بیتؑ سے محبت کرتا ہو، کیونکہ میں اپنی اہلیہ کو دردِ زہ کی حالت میں چھوڑ کے آیا ہوں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنے گھر کی جانب واپس لوٹ جاؤ کیونکہ خدا نے تجھے ایسا ہی فرزند عطا فرمایا ہے۔

جب وہ گھر میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صحیح و سالم بیٹا عطا فرمایا ہے۔ وہ شخص دوبارہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو بہت دعائیں دینے لگا۔ امام حسینؑ نے وہ روغن اپنے پاؤں پر لگایا اور جب اُٹھے تو ان کا زخم بالکل ٹھیک ہو چکا تھا۔ (بحارالانوار،۴۴/۱۸۵اور۱۸۶)

## کیا رسولؐ خدا نے آپ کو یہ خبر دی ہے؟

رويناه باسنادنا إلى محمّد بن جرير الطبري في كتاب "دلائل الإمامة" باسناده عن حذيفة قال: سمعت الحسين بن علي عليه السلام يقول:

والله ليجتمعنّ على قتلي طغاة بني أُميّة، ويقدمهم عمر بن سعد، وذلك في حياة النبي صلى الله عليه وآله.

فقلت له: أنبأك بهذا رسول الله؟

فقال: لا.

فقال: فأتيت النبي صلى الله عليه وآله فأخبرته، فقال: علمي علمه، وعلمه علمي، لأنّا نعلم بالكائن قبل كينونته.

حذیفہ کہتا ہے: میں نے امام حسین علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے: بنو اُمیہ کے سرکش لوگ میرے قتل کے لیے جمع ہو جائیں گے اور عمر بن سعد

ان کے آگے آگے ہوگا۔

یہ خبر امام حسین علیہ السلام نے اس وقت دی تھی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حال حیات تھے۔ میں نے امام حسینؑ سے عرض کیا: کیا یہ بات آپؑ سے رسولؐ خدا نے فرمائی ہے؟ تو امام حسینؑ نے فرمایا: نہیں۔

جب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں یہ واقعہ بتایا تو آپؐ نے فرمایا:

علمی علمہ ، وعلمہ علمی ، لأنّا نَعلَم بالکائن قبل کینونتہ

یعنی ''میرا علم و آگاہی حسینؑ کا علم و آگاہی ہے اور حسینؑ کا علم و آگاہی میرا علم و آگاہی ہے''۔

کیونکہ ہم (اہل بیتؑ) امور کے واقع ہونے سے قبل اس سے باخبر ہوتے ہیں۔ (بحارالانوار، ۴۴/۱۸۴، حدیث ۱۴)

## کھڑے ہو کر ان کے لیے بارش طلب کرو

"عیون المعجزات" للمرتضیٰ: جعفر بن محمّد بن عمارۃ ، عن أبیہ عن الصادق علیہ السلام ، عن أبیہ ، عن جدّہ علیہم السلام قال: جاء أھل الکوفۃ إلی علی علیہ السلام فشکوا إلیہ إمساك المطر ، وقالوا لہ : استسق لنا.

فقال للحسین علیہ السلام : قم واستسق.

فقام ، وحمد اللہ وأثنی علیہ ، وصلّی علی النبی وقال: اللّٰھم معطی الخیرات ، ومنزل البرکات ، أرسل السماء علینا مدراراً ، واسقنا غیثًا مغزاراً وا...اً

غدقاً مجللاً سحّا سفوحاً ثجّاجاً ، تنفّس به الضعف من عبادك وتحيي به الميت من بلادك آمين ربّ العالمين. فما فرغ عليه السلام من دعائه حتّى غاث الله تعالى غيثا بغتة وأقبل أعرابي من بعض نواحي الكوفة فقال: تركت الأودية والآكام يموج بعضها في بعض.

کتاب عیون المعجزات میں سید مرتضیٰ لکھتے ہیں: محمد بن عمارہ کہتا ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ایک دن کوفہ کے لوگ امام علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بارش نہ ہونے کی شکایت کرنے لگے اور کہا:

آپؑ بارگاہِ الٰہی میں بارش کے لیے دعا فرمائیں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے امام حسینؑ سے فرمایا: کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے بارش کی دعا مانگو!

امام حسین علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور رسولِؐ خدا پر درود وسلام کے بعد یہ دعا پڑھنے لگے:

اللّهم معطي الخيرات ، ومنزل البركات ، أرسل السماء علينا مدراراً ، واسقنا غيثًا مغزاراً واسعاً غدقاً مجللاً سحّا سفوحاً ثجّاجاً ، تنفّس به الضعف من عبادك وتحيي به الميت من بلادك آمين ربّ العالمين.

ابھی آپؑ کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ بارش برسنے لگی۔ کوفہ کے اطراف سے ایک عرب آیا اور کہنے لگا: میں نے دیکھا کہ نہریں اور بڑے بڑے تالاب پانی سے بھر

چکے تھے۔ (بحار الانوار، ۴۴/ ۱۸۷، حدیث ۱۶)

## یا حسینؑ!

حدّث جعفر بن محمّد بن عمارة ، عن أبيه ، عن عطاء بن السائب ، عن أخيه قال: شهدت يوم الحسين صلوات الله عليه ، فأقبل رجل من تيم يقال له: عبدالله بن جويرة ، فقال: ياحسين!

فقال صلوات الله عليه: ما تشاء؟

فقال: أبشر بالنار.

فقال عليه السلام : كلّا إنّي أقدم على ربّ غفور ، وشفيع مطاع ، وأنا من خير إلى خير من أنت؟

قال: أنا ابن جويرة.

فرفع يده الحسين عليه السلام حتّى رأينا بياض إبطيه وقال: اللّهم جرّه إلى النار!

فغضب ابن جويرة فحمل عليه فاضطرب به فرسه في جدول وتعلّق رجله بالركاب ووقع رأسه في الأرض ونفر الفرس فأخذ يعدو به ويضرب رأسه بكلّ حجر وشجر وانقطعت قدمه وساقه وفخذه ، ويبقى جانبه الآخر متعلّقاً في الركاب فصار لعنه الله إلى نار الجحيم.

عطا بن سائب کا بھائی کہتا ہے: روز عاشورہ میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن جویرہ نامی قبیلہ تیم کا ایک شخص امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا:

یا حسینؑ!

امام حسینؑ نے فرمایا: تمہیں کیا چاہیے؟

اس نے گستاخانہ طور پر کہا: آپ کو جہنم کی خوشخبری دیتا ہوں (نعوذ باللہ)۔

امام حسینؑ نے فرمایا: ہرگز اس طرح نہیں بلکہ میں بخشنے والے خدا کی رحمت اور جس کی اطاعت کرتا ہوں اس کے ساتھ جا کر ملوں گا۔ میں خیر سے خیر کی طرف جا رہا ہوں، تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں ابن جویرہ ہوں۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا بلند کیا کہ ان کے بغل کی سفیدی بھی نظر آنے لگی۔ آپؑ نے ابن جویرہ کو بددعا دی اور فرمایا: پروردگار! اسے جہنم میں داخل کر دے۔

ابن جویرہ بہت غصہ ہوا، اور اس نے امام حسینؑ پر حملہ کر دیا۔ اسی دوران وہ اس طرح گھوڑے سے گرا کہ اس کا ایک پاؤں رکاب میں رہ گیا اور سر نیچے گرا اور ہر پتھر اور درخت وغیرہ سے لگتا رہا جس کے نتیجے میں اس کا ایک پاؤں، پنڈلی اور ران ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور اس کے بدن کا دوسرا حصہ اسی طرح رکاب پر لٹکا رہا۔ وہ ملعون اسی حالت میں واصلِ جہنم ہو۔ (بحار الانوار، ۴۴/۱۸۷)

## یزید کے سامنے تسلیم ہو جاؤ!

وقيل له عليه السلام يوم الطف: انزل على حكم بني عمك!

قال . لا والله! لا أعطيكم يدي إعطاء الذليل ، ولا أفرّ

فرار العبيد. ثم نادى عليه السلام:

يا عباد الله! إني عذت بربي وربكم من كلّ متكبر

لا يؤمن بيوم الحساب ، وقال عليه السلام : موت في عزّ خير

من حیاة فی ذلّ.

وأنشاء علیہ السلام یوم قتل:

الموت خیر من رکوب العار　　والعار أولی من دخول النار

واللّٰہ ما ھذا وھذا جاری

عاشورہ کے دن امام حسین علیہ السلام سے کہا گیا: یزید کے سامنے تسلیم ہو جاؤ۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہرگز نہیں، خدا کی قسم! میں خود اپنے ہاتھوں سے تمہارے سامنے ذلیل و رسوا نہیں ہوں گا اور نہ ہی غلاموں کی طرح فرار ہو جاؤں گا۔

اس کے بعد باآواز بلند فرمانے لگے: اے بندگانِ خدا! میں ہر اس متکبر شخص سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں جو روزِ حساب (قیامت) پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کے بعد فرمایا:

موت فی عزّ خیر من حیاة فی ذِلّ

یعنی ”ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے“۔

آپؑ اپنی شہادت کے دن یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

الموت خیر من رکوب العار　　والعار أولی من دخول النار

واللّٰہ ما ھذا وھذا جاری

یعنی ”ننگ و عار سے موت بہتر ہے اور دوزخ میں جانے سے ننگ و عار بہتر ہے، خدا کی قسم یہ اور وہ ہرگز ساتھ جمع نہیں ہو سکتے“۔ (بحار الانوار، ۴۴/۱۹۱)

maablib.org

## فصل پنجم

# احکام اور اخلاق کے بارے میں سوالات

### جوانمردی کیا ہے؟

سئل الحسين بن علی علیہ السلام عن النجدة.

فقال: الاقدام علی الكريهة ، والصبر عند النائبة ، والذب عن الاخوان.

امام حسین علیہ السلام سے جوانمردی کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپؑ نے فرمایا:

الاقدام على الكريهة ، والصبر عند النائبة ، والذب عن الاخوان

یعنی "سخت اور مشکل کام کرنے، مشکلات کے مقابلے میں صبر کرنے اور اپنے (دینی) بھائیوں کے دفاع (کا نام) جوانمردی ہے"۔ (مشکوۃ الانوار،۳۱۴)

### مجھے خیر دنیا اور خیر آخرت کے بارے میں بتائیں

قال الصادق علیہ السلام: حدثنی أبی ، عن أبيه علیہما السلام:

أن رجلاً من أهل الكوفة كتب إلى أبی الحسين بن علی علیہما السلام: يا سيدی! أخبرنی بخير الدنيا والآخرة.

فكتب صلوات الله عليه:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

أمّا بعد! فانّ من طلب رضی اللّٰہ بسخط الناس کفاہ اللّٰہ أمور الناس ، ومن طلب رضی الناس بسخط اللّٰہ وکلہ اللّٰہ إلی الناس ، والسلام.

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد سے نقل کرتے ہیں: ایک دن اہلیانِ کوفہ میں سے ایک آدمی نے آپ کو لکھا کہ اے میرے آقا و مولاؑ! مجھے دنیا اور آخرت کی خیر کے بارے میں بتائیں؟

امام حسینؑ نے اس کے جواب میں لکھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

أمّا بعد! فانّ من طلب رضی اللّٰہ بسخط الناس کفاہ اللّٰہ أمور الناس ، ومن طلب رضی الناس بسخط اللّٰہ وکلہ اللّٰہ إلی الناس ، والسلام.

یعنی "جو بھی لوگوں کو ناخوش کرکے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی چاہتا ہے، خداوندعالم اسے لوگوں سے بے نیاز کردیتا ہے اور جو لوگوں کو خوش کرکے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے تو خداوندعالم اسے لوگوں کے حوالے کردیتا ہے، والسلام"۔ (الاختصاص، ۲۵۵۔ بحارالانوار، ۶۸/ ۲۰۸، حدیث ۱۷)

## اے فرزندِ رسولؐ! اتنی جلدی اعمالِ حج کیوں انجام دے رہے ہو؟

قال المفید : وروی عن الفرزدق أنّہ قال: حججت بأمّی فی سنۃ ستّین ، فبینما أنا أسوق بعیرھا حتّی دخلت الحرم إذ لقیت الحسین علیہ السلام خارجاً من مکّۃ ،

معه أسيافه وتراسه.

فقلت: لمن هذا القطار؟

فقيل: للحسين بن علي علیہ السلام.

فأتيته وسلّمت عليه وقلت له: أعطاك الله سؤلك وأملك فيما تحبّ بأبي أنت وأمّي يابن رسول الله! ما أعجلك عن الحجّ؟

قال: لو لم اعجل لأخذت ثمّ.

قال لي: من أنت؟

قلت: رجل من العرب، ولا والله ما فتّشني عن أكثر من ذلك.

ثمّ قال لي: أخبرني عن الناس خلفك؟

فقلت: الخبير سألت، قلوب الناس معك وأسيافهم عليك، والقضاء ينزل من السماء والله يفعل ما يشاء.

قال: صدقت لله الأمر من قبل ومن بعد، وكلّ يوم [ربّنا] هو في شأن، إنّ نزل القضاء بما نحب فنحمد الله على نعمائه، وهو المستعان على أداء الشكر، و إن حال القضاء دون الرجاء، فلم يبعد من كان الحق نيّته، والتقوى سيرته.

فقلت له: أجل، بلغك الله ما تحبّ وكفاك ما تحذر، وسألته عن أشياء من نذور ومناسك فأخبرني بها، وحرّك راحلته وقال: السلام عليك ثمّ افترقنا.

شیخ مفید علیہ الرحمہ فرزدق سے روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں سن ساٹھ (۶۰) ہجری میں اپنی والدہ کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوا۔ والدہ کے اونٹ کی لگام پکڑے جیسے ہی حرم میں داخل ہوا تو میری نظر امام حسینؑ پر پڑی۔ آپؑ کے تمام دوست واحباب مسلح تھے اور ان کے پاس تلواریں اور نیزے تھے۔ وہ سب لوگ مکہ معظمہ سے خارج ہو رہے تھے۔

میں نے پوچھا: یہ اونٹوں کی قطاریں کس کی ہیں؟

کہا گیا: حسین ابن علیؑ کی ہے۔

میں فوراً امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کے بعد عرض کرنے لگا: اللہ تعالیٰ آپؑ کی حاجت روائی فرمائے اور جو آپ کو پسند ہے، اس کا امیدوار قرار دے، اے فرزندِ رسولؐ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ حج سے اتنا جلدی کیوں جا رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اگر جلدی نہ کروں تو گرفتار ہو جاؤں گا۔

اس کے بعد فرمانے لگے: آپ کون ہیں؟

میں نے کہا: عرب ہوں۔

خدا کی قسم! امامؑ نے مجھ سے اس سے زیادہ نہ پوچھا اور پھر فرمایا: مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ جن کو تم پیچھے چھوڑ کر آئے ہو۔

میں نے عرض کیا: آپؑ نے یہ بات (دراصل) صاحب خبر سے پوچھی ہے۔ لوگوں کے قلوب آپؑ کے ساتھ ہیں (یعنی دل سے آپؑ سے محبت کرتے ہیں) لیکن ان کی تلواریں آپؑ کے ضرر میں ہیں۔ آسمان سے قضائے الٰہی نازل ہوگی اور جو بھی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، وہ ہوگا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تم نے صحیح کہا۔ تمام کاموں کا قبل اور بعد اللہ

کے لیے ہے اور ہر دن پر اسی کا حکم ہے۔

اگر قضائے الٰہی اسی پر نازل ہوئی جو ہم چاہتے ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکرگزار رہیں گے اور وہ ادائیگی شکر پر مدد کرنے والا ہے۔ اور اگر قضائے الٰہی ہمارے مقصد اور اُمید تک پہنچنے میں مانع ہوئی تو جس کی نیت صاف اور روش پرہیزگاری اور تقویٰ ہوگی، وہ اللہ تعالیٰ سے ہرگز دُور نہیں ہوگا۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں، اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مقصد تک پہنچائے جو آپؑ چاہتے ہیں اور جس سے آپؑ خوفزدہ ہیں، اس سے آپؑ کو دُور رکھے۔

فرزدق کہتا ہے: اس کے بعد میں نے آپؑ سے نذر اور مسائلِ حج کے بارے میں کچھ سوالات دریافت کیے اور آپ نے جواب دیے۔ پھر سواری پر چل پڑے اور فرمایا: السلام علیک۔

اس طرح ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

## اذان کے بارے میں سوال

روينا عن جعفر بن محمد، عن أبيه، عن جده، عن الحسين بن علي علیہ السلام أنه سئل عن قول الناس في الأذان: إن السبب كان فيه رؤيا رآها عبد الله بن زيد فأخبر النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فأمر بالأذان.

فقال: الوحي ينزل على نبيكم وتزعمون أنه الأذان عن عبدالله بن زيد؟ والأذان وجه دينكم؟

وغضب وقال: بل سمعت أبي عليّ بن أبي طالب علیہ السلام يقول: أهبط الله عزّوجلّ ملكاً حتى عرج برسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وساق حديث المعراج بطوله إلى أ قال

فبعث الله ملكاً لم ير في السماء قبل ذلك الوقت ولا بعده ، فأذن مثنى وأقام مثنى ، وذكر كيفية الأذان.
ثمّ قال جبرئيل عليه السلام للنبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : يامحمّد! هكذا أذّن للصلاة.

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے اجداد علیہم السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اذان کے بارے میں اہل سنت کے نظریہ کے سلسلے میں امام حسین علیہ السلام سے پوچھا گیا: جن کا نظریہ ہے کہ عبداللہ بن زید نے خواب کی حالت میں اس طرح اذان کی آواز سنی اور اس نے رسولؐ خدا سے اپنا خواب بیان کیا اور آنحضرتؐ نے اذان دینے کا حکم صادر فرمایا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے پیغمبرؐ پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی ہے اور تم سمجھتے ہو کہ آپؐ نے عبداللہ بن زید سے اذان اخذ کی ہے، حالانکہ اذان تمہارے دین کا چہرہ ہے؟

اس کے بعد امام حسینؑ بہت غصہ ہو گئے اور فرمایا: میں نے اپنے والد گرامی سے فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو نازل کیا جو آنحضرتؐ کو معراج پر لے گیا...... اس کے بعد خداوند عالم نے ایک ایسے فرشتے کو بھیجا جو اس سے پہلے آسمان پر نہیں دیکھا گیا تھا اور نہ ہی بعد میں دیکھا جائے گا۔ اس نے اذان اور اقامت کے دو، دو بند کیے اور اذان کا طریقہ بیان کیا۔

حضرت جبرئیلؑ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا:

یامحمدؐ! ھکذا أذّن للصلوٰۃ

یعنی "اے محمدؐ! نماز کے لیے اس طرح اذان دیا کرو"۔ (دعائم الاسلام، ۱/۱۴۲۔ بحارالانوار ۸۱/۱۵۶، حدیث ۵۴)

## مجھے میرے بابا کی میراث دے دو

محمّد بن الحسين ، عن نضر بن شعيب ، عن خالد بن ماد ، عن الثمالي عن عليّ بن الحسين عليه السلام قال: أتى محمّد بن الحنفية الحسين بن علي عليه السلام فقال: أعطني ميراثي من أبي!

فقال له الحسين عليه السلام : ما ترك أبوك إلّا سبع مائة درهم فضلت من عطاياه.

قال: فانّ الناس يزعمون فيأتون فيسألوني فلا أجد بدّاً من اجيبهم.

قال: فأعطني من علم أبي.

فقال : فدعا الحسين عليه السلام قال: فذهب فجاء بصحيفة تكون أقلّ من شبر او اكبر من اربع أصابع قال: فملأت شجرة ونحوه علماً.

ثمالی کہتا ہے: امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ایک دن محمد بن حنفیہ امام حسین علیہ السلام کے پاس آ کر کہنے لگا: مجھے میرے والد گرامی کی میراث دے دو۔

امام حسینؑ نے فرمایا: تمہارے والد گرامی کا ترکہ ان کے عطایا کے علاوہ سات سو درہم ہے۔

محمد بن حنفیہ نے کہا: لوگ سمجھتے ہیں کہ میرے والد بڑی میراث چھوڑ کر گئے ہیں۔ وہ مجھ سے اس کے بارے میں پوچھتے ہیں اور میں ان کا جواب دینے پر مجبور ہوں۔

اس کے بعد محمد بن حنفیہ نے کہا: میرے بابا کے علم و دانش میں سے کچھ مجھے دے دیں۔

امام حسینؑ نے اسے بلایا اور ایک بالشت یا چار انگشت کے برابر ایک صحیفہ لے کر واپس آئے جس میں شجرہ اور اس طرح کی دوسری چیزیں لکھی ہوئی تھیں۔ (بصائر الدرجات، ۴۲ اور ۴۳۔ بحارالانوار، ۴۲/۷۵، حدیث ۵)

## اے فرزند رسولؐ! میں مراسمِ حج کی ادائیگی کے لیے گھر سے نکلا

روى في بعض مؤلّفات أصحابنا عن أبي سلمة قال: حججت مع عمر بن الخطّاب، فلمّا صرنا بالأبطح فإذا بأعرابي قد أقبل علينا فقال: يا أمير المؤمنين! إنّي خرجت وأنا حاج محرم، فأصبت بيض النعام، فاجتنيت وشويت وأكلت، فما يجب علي؟

قال: ما يحضرني في ذلك شيء، فاجلس لعلّ الله يفرج عنك ببعض أصحاب محمّد صلى الله عليه وآله وسلم.

فإذا أمير المؤمنين عليه السلام قد أقبل والحسين عليه السلام يتلوه.

فقال عمر: يا أعرابي! هذا عليّ بن أبي طالب عليه السلام فدونك ومسألتك، فقام الأعرابي وسأله.

فقال علي عليه السلام: يا أعرابي! سل هذا الغلام عندك يعني الحسين عليه السلام.

فقال الأعرابي: إنّما يحيلني كلّ واحد منكم على الآخر.

فأشار الناس إليه ويحك هذا ابن رسول الله فاسأله.

فقال الأعرابي: يا بن رسول الله! إنّي خرجت من بيتي حاجاً وقصّ عليه القصّة فقال له الحسين عليه السلام: ألك إبل؟

قال: نعم.

قال: خذ بعدد البيض الّذي أصبت نوقاً فاضربها بالفحولة ، فما فصلت فاهدها إلى بيت اللّٰه الحرام.

فقال عمر: ياحسين! النوق يزلقن؟

فقال الحسين: ياعمر! إنّ البيض يمرقن.

فقال : صدقت وبررت ، فقام علي عليه السلام وضمه إلى صدره وقال: ﴿ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾.

بحارالانوار میں علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں: ابوسلمہ کا بیان ہے کہ ایک سال میں عمر بن خطاب کے ساتھ مراسمِ حج کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوا۔ جب ہم "ابطح" کے اطراف میں پہنچے تو ایک صحرانشین عرب ہمارے پاس آیا اور حضرت عمر کے پاس جا کر کہنے لگا:

اے امیرالمومنینؑ! میں نے احرام کی حالت میں شترمرغ کے چند انڈے پکا کر کھا لیے ہیں، اب بتائیں کہ مجھ پر کیا کفارہ ہوگا؟

حضرت عمر نے کہا: مجھے اس مسئلے کے بارے میں معلوم نہیں، تم بیٹھ جاؤ شاید خدا تمہارا مسئلہ حل فرمائے اور اصحابِ محمدؐ میں سے کوئی یہاں آجائے۔

اتنے میں امیرالمومنین علی علیہ السلام اپنے فرزند امام حسینؑ کے ہمراہ تشریف لائے۔

حضرت عمر نے کہا: یہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے، اس سے اپنا مسئلہ دریافت کرو۔

وہ شخص کھڑا ہوگیا اور آپؑ کی خدمت میں اپنا مسئلہ بیان کیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے امام حسینؑ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا: تم اپنے سوال کا جواب اس بچے سے پوچھ لو۔

اس شخص نے کہا: تم میں سے ہر ایک، دوسرے کا حوالہ کیوں دے رہا ہے؟

لوگ اس سے کہنے لگے: تم پر افسوس ہے! یہ فرزندِ رسولؐ ہے اس سے اپنا مسئلہ پوچھ لو۔

اس شخص نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! میں مراسمِ حج کی ادائیگی کے لیے اپنے گھر سے نکلا اور احرام کی حالت میں تھا۔ اس طرح اس نے اپنا مسئلہ بیان کر دیا۔

امام حسین علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا: کیا تیرے پاس اُونٹ ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: جتنے تم نے شترمرغ کے انڈے کھائے ہیں اتنے نر اور مادہ اُونٹوں کا ملاپ کراؤ اور جو بچے دیں انہیں خانہ کعبہ میں بطور ہدیہ دے دو۔

حضرت عمر، حضرت امام حسینؑ کی جانب مخاطب ہو کر کہنے لگا: اے حسینؑ! ہو سکتا ہے کچھ اُونٹوں کا حمل ساقط ہو جائے (اس صورت میں اس شخص کا کیا فریضہ ہے؟)

امام حسینؑ نے فرمایا: اے عمر! ہو سکتا ہے کچھ شترمرغ کے انڈے بھی فاسد ہوں۔

حضرت عمر نے کہا: آپؑ نے صحیح اور خوب جواب دیا۔

اتنے میں امیر المومنین علی علیہ السلام نے کھڑے ہو کر اپنے فرزند کو گلے سے لگا لیا اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

یعنی ”وہ ایسے فرزند ہیں جن میں سے بعض نے بعض سے زیادہ (فضیلت) حاصل کر لی ہے اور اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے“۔ (مناقب آلِ ابی طالبؑ، ۴/۱۰۔ بحار الانوار ۴۴/۱۹۷، حدیث ۱۲)

## اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے صبح کا آغاز کس حال میں کیا؟

وقیل للحسین بن علی علیہ السلام: کیف أصبحت یابن رسول اللّٰہ؟ فقال: أصبحت ولی ربٌ فوقی، والنار أمامی، والموت یطلبنی، والحساب محدق بی وأنا مرتهن بعملی، لا أجد ما أحبّ، ولا أدفع ما أکره، والأمور بید غیری، شاء عذبنی، وإن شاء عفا، فأیّ فقیر أفقر منّی؟!

ایک روایت میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام سے پوچھا گیا:

کیف اصبحت یا ابن رسول اللّٰہ؟

یعنی "اے فرزندِ رسولؐ خدا! آپؑ نے صبح کا آغاز کس حال میں کیا؟"

آپؑ نے فرمایا: میں نے اس طرح صبح کا آغاز کیا کہ پروردگار میرے اُوپر تھا، آگ میرے آگے تھی۔ موت مجھے طلب کر رہی تھی، چاروں طرف میری حساب رسی ہو رہی تھی اور میں اپنے عمل میں گرفتار تھا۔ جو مجھے پسند ہے نہیں ملتا اور جو پسند نہیں، اُسے دُور نہیں کر سکتا۔ سارے کام دوسرے کے ہاتھ میں ہیں اگر وہ چاہے تو عذاب دے اور اگر چاہے تو بخش دے۔

بنابرایں مجھ سے زیادہ اور کون فقیر اور نادار ہو سکتا ہے؟ (جامع الاخبار، ۱۰۶ اور ۱۰۷۔ بحارالانوار، ۴۴/۹۵)

ادارہ منہاج الصالحین لاہور